ارشادات اکابر

بموقعہ

سہ ماہی جوڑ

بتاریخ ۸،۹،۱۰،۱۱ رشوال المکرم ۱۴۴۴ھ

بمطابق 29‘30 /اپریل،1‘2 /مئی 2023ء

(ہفتہ،اتوار،پیر،منگل)

بمقام بنگلہ والی مسجد، مرکز نظام الدین، نئی دہلی، انڈیا۔

ترتیب و تخریج

مفتی محمد حسام الدین قاسمی صاحب

جامع مسجد معظّم پورہ، مرکز ملّے پلی، حیدرآباد، دکن۔

**Jamia Masjid Mouzampura,
Markaz Mallepally,
Hyderabad Deccan, India.**

Contact / WhatsAap :- 7865991313

فہرست

اسمائے گرامی	عنوان	وقت	دن	تاریخ	سلسلہ نمبر
مولانا یوسف صاحب زید مجدہٗ ابنِ حضرت جی	دینی وعصری طلبہ کی کارگزاری۔	بعدِ ظہر	سنیچر	۸رشوال	۱
حضرت مولانا جمشید صاحب دامت برکاتہم	مرکزیت، اجتماعیت، اطاعت۔	بعدِ عصر	سنیچر	۸رشوال	۲
مولانا یوسف صاحب زید مجدہٗ ابنِ حضرت جی مدظلہ	صوبوں اور ملکوں کے تقاضے۔	بعد مغرب	سنیچر	۸رشوال	۳
حضرت جی دامت برکاتہم العالیہ	حیاۃ الصحابہؓ: حضرت ابوبکرؓ کا مال واپس کرنا۔	بعد عشاء	سنیچر	۸رشوال	۴
حضرت جی دامت برکاتہم العالیہ	غیبی نصرتوں کے نازل ہونے کی دو شرطیں۔	بعد فجر	اتوار	۹رشوال	۵
	کارگزاری (بہ اعتبار ملک کے)۔	ظہر سے پہلے	اتوار	۹رشوال	۶
مولانا یوسف صاحب زید مجدہٗ ابن حضرت جی مدظلہٗ	دینی وعصری طلبہ میں کام کی اہمیت اور طریقۂ کار۔	بعدعصر	اتوار	۹رشوال	۷
حضرت جی دامت برکاتہم العالیہ	بقیہ صوبوں کی کارگزاری۔	بعد مغرب	اتوار	۹رشوال	۸
حضرت جی دامت برکاتہم العالیہ	حیاۃ الصحابہؓ مال کی محبت عہدہ کی محبت سے زیادہ خطرناک ہے۔	بعد عشاء	اتوار	۹رشوال	۹
	اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان کیجئے۔	بعد فجر	پیر	۱۰رشوال	۱۰
مختلف طئے شدہ احباب	تقاضوں پر جانے والی جماعتوں کی کارگزاری۔	بعدِ ظہر	پیر	۱۰رشوال	۱۱
مولانا فاروق صاحب بمبئی والے	عزائم کی بات۔	بعد ظہر	پیر	۱۰رشوال	۱۲
	بنجر بستیوں کی کارگزاری۔	بعدِ ظہر	پیر	۱۰رشوال	۱۳
مولانا شریف صاحب	صفات کی بات۔	بعد عصر	پیر	۱۰رشوال	۱۴
حضرت جی دامت برکاتہم العالیہ	مشورہ کی اہمیت۔	بعد مغرب	پیر	۱۰رشوال	۱۵
حضرت جی دامت برکاتہم العالیہ	حیاۃ الصحابہؓ: دُنیا اور آخرت کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔	بعد عشاء	پیر	۱۰رشوال	۱۶
حضرت جی دامت برکاتہم العالیہ	چھ صفات کی اہمیت۔	بعد فجر	منگل	۱۱رشوال	۱۷
مفتی یعقوب سیلونی صاحب دامت برکاتہم	مستورات کے کام کی اہمیت۔	قبل ظہر	منگل	۱۱رشوال	۱۸
مختلف علمائے کرام	بنگلہ والی مسجد میں مجمع جوڑنے کے دوران کہی گئی باتیں۔				۱۹
	دستور				۲۰

دینی وعصری طلبہ کی کارگزاری

۸رشوال المکرم ۱۴۴۴ھ۔۲۹راپریل ۲۰۲۳ء، بروز: ہفتہ، بعد نماز ظہر، **بنگلہ والی مسجد، مرکز نظام الدین**، نئی دہلی، انڈیا۔

جن اُمور کی کارگزاری نہیں لی جائے گی وہ ضائع ہوں گے۔

- سال لگانے والے علماء اپنے سال کی ابتداء نظام الدین ہی سے کریں، اگر کوئی مجبوری ہو اور صوبے میں پُرانوں یا سال لگائے ہوئے علماء کی مضبوط جماعت چل رہی ہو تو اُس کے ساتھ صرف ایک چلہ لگانے کی گنجائش ہے۔
- طلبہ میں اِس محنت کی بہت ضرورت ہے (دینی ہوں یا عصری)، کیونکہ طلبہ قیمتی سرمایہ ہیں، یہ داعی بن کر جس شعبہ میں بھی جائیں گے وہاں اِن کے ذریعہ دین کے تقاضے پورے ہوں گے۔
- حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے جس شعبہ اور طبقہ میں بھی رکھا ہے اپنے تعارف کے لیے رکھا ہے (کہ مسلمان جہاں بھی رہے اللہ تعالیٰ کی بڑائی، ربوبیت، قدرت اور طاقت کو سمجھائے)۔
- دینی مدارس اور عصری اِداروں (اسکولس، کالجس) پر اِتنی محنت ہو کہ کوئی مدرسہ یا عصری ادارہ محنت سے نہ چھوٹے۔
- ہمارے اُستاذِ محترم حضرت مولانا سلمان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ناظم مظاہر العلوم سہارنپور، (خسرِ محترم حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم) نے فرمایا کہ طالب علم کی زندگی مدرسہ میں اُس بچے کی طرح ہوتی ہے جو ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے (اگر بچہ ماں کے پیٹ سے ناقص پیدا ہو تو دنیا میں اُس کی اصلاح ممکن نہیں ایسے ہی جو بچہ پڑھنے کے زمانہ میں ناقص رہتا ہے عام طور سے اُس کی اصلاح ممکن نہیں ہوتی)۔
- عوام اور علماء میں دوری کی اہم وجہ اُن کا آپس میں ایک دوسرے سے نہ ملنا ہے؛ خاص طور سے زمانۂ طالبِ علمی کی تعطیلات میں طلبہ کا عوام سے میل جول نہ ہونا اور اللہ کے راستے میں نہ نکلنا ہے۔
- دینی وعصری طلباء کے دونوں جوڑ (سال کے شروع میں مقامی کام سمجھانے کے لیے کیا جانے والا جوڑ، اور سال کے اخیر میں جماعتیں نکالنے کا جوڑ) صوبہ کے ذمہ دار ہی سنبھالیں، نظام الدین سے جماعت نہیں آئے گی۔

● ملک بھر میں دینی طلباء کے جتنے جوڑ ہوں اُن سے نکلنے والی چلے کی تمام جماعتوں کو نظام الدین بھیجنے کی پوری کوشش کریں، ہم یہ چاہتے ہیں کہ زمانۂ طالبِ علمی ہی سے طلبہ کا مرکز سے تعلق ہوجائے، یہاں تک آنے کے وہ خرچ کو وہ سال بھر تھوڑا تھوڑا جمع کریں۔

● سنجیدہ اور باشعور عصری طلبہ کی بھی جماعت مرکز نظام الدین بھیجی جائے، ان کے ساتھ پرانے سنجیدہ ساتھیوں کو جوڑا جائے تاکہ ان کے اعمال اور وقت محفوظ ہوں۔

● سوڈان کے ایک شخص نے تو چار ماہ لگانے کے لیے اپنا گھر بیچ کر، بیوی بچوں کو کرایہ کے گھر پر رکھ کر چار ماہ مکمل کئے۔

● حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو تمہاری محنت سے آئے گا وہ تمہاری بات لے گا اور جو تمہاری محنت کے بغیر جمع ہو وہ تمہاری بات نہیں لے گا۔

● فارغ علما کی تشکیل کو باقاعدہ تقاضہ بنا کر اُن کے والدین سے مل کر اُن کی ذہن سازی کی جائے؛ تاکہ اُن کا سال میں نکلنا آسان ہو۔

● جوڑ کا دائرہ جتنا کم ہوگا تشکیل اُتنی اچھی ہوگی، جہاں عصری طلبہ کی تعداد زیادہ ہو وہاں خوب محنت کی جائے، ضلع کے اعتبار سے نہیں بلکہ حلقوں کی سطح پر جوڑ ہوں؛ تاکہ طلبہ زیادہ تعداد میں جڑ سکیں اور اُن کی خوب تشکیل ہو۔ (دینی مدارس کے جوڑ بھی ایک ضلع میں حسبِ ضرورت اور حسبِ مشورہ ایک سے زائد کئے جاسکتے ہیں)۔

● اتوار اور دیگر چھٹیوں کے دن مسجدوں کو ۲۴ گھنٹے آباد کیا جائے، خاص طور سے طلبہ کو زیادہ سے زیادہ جوڑا جائے، تعلیم کے حلقے ہوں، سیکھنا سکھانا ہو، آبادی کی محنت ہو، کھانے پینے کا انتظام نہ ہو۔

● حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جوڑ کا مقصد صرف تفہیم نہیں (کہ صرف بیان سنا کر چھوڑ دیا جائے) بلکہ تشکیل ہے (یعنی اُن کو جماعتوں میں بھیجا جائے)۔

دینی طلبہ کے جوڑوں کی مختصر کارگزاری

(مفتی ظہیر الاسلام صاحب قاسمی دامت برکاتہم)

پورے ملک ہندوستان میں الحمدللہ جتنے دینی مدارس کے جوڑ ہوئے اُن میں تقریبا دولاکھ(2,00,000)طلبہ جڑے۔

ایک ہزار(1000)سے زائد جوڑ ہوئے۔

20ہزار(20,00,000)سے زائد طلبہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلے۔

5 ہزار(5000)سے زائد طلبہ مرکز آکر رخ لے کر گئے۔

7ہزار(7000)سے زائد طلبہ نے مرکز میں حاضری دے کر واپسی کی ہے۔

ماہِ شعبان میں پورے ملک کے 500علمائے کرام نے سال شروع کیا ہے۔

دوسرے سال کی 30 جماعتیں کام کر کے واپس آچکی ہیں،20 جماعتیں کام کر رہی ہیں،اور 40جماعتیں تیار ہیں

اکثر کے کوائف الحمدللہ مکمل ہوگئے ہیں اور تیسرے سال کی ایک جماعت تیار ہے۔

عصری طلبہ کے جوڑوں کی مختصر کارگزاری

عصری طلبہ کے پورے ملک میں تیس ہزار چھ سو پینسٹھ جوڑ ہوئے(30,665)۔

دولاکھ43ہزار تین سو باون(2,43,352)طلبہ نے شرکت کی۔

تیس ہزار تین سو ننانوے(30399) طلبہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل گئے۔

(70فیصد چھٹیاں باقی ہیں،ان شاء اللہ جوڑ بھی ہوں گے اور جماعتیں بھی نکلیں گی)۔

صوبۂ آندھرا کے عصری طلبہ کی کارگزاری

339 تشکیلی جوڑ ہوئے،جن سے 511جماعتیں نکلیں

صوبۂ آندھرا کے دینی طلبہ کی کارگزاری

24 تشکیلی جوڑ ہوئے۔چھٹیوں میں چلہ کی 19جماعتیں نکلیں

(جن میں سے 17جماعتیں مرکز نظام الدین آکر وہاں سے دیئے ہوئے رُخوں پر روانہ ہوئیں)۔

حضرت **مولانا جمشید** صاحب دامت برکاتہم

مرکزیت، اِجتماعیت اور اِطاعت کی اہمیت

۸ رشوال المکرم ۱۴۴۴ھ - ۲۹ راپریل ۲۰۲۳ء، بروز: ہفتہ، بعد نماز عصر، **مرکز بنگلہ والی مسجد**، نئی دہلی، انڈیا۔

- اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اِس دور میں ہم کو قرنِ اوّل کا عظیم کام عطا فرمایا ہے، اگر اُمّت اِس کام کو کرے گی تو اُس کی بھی حفاظت ہوگی اور اُس کے دین کی بھی حفاظت ہوگی۔
- حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: اِس کام کو حضور ﷺ نے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو لے کر کیا تو اُس زمانے کے لوگوں کیلئے حجت تام ہوگئی (یعنی پکڑ سے محفوظ ہو گئے) اور بعد میں آنے والی پوری اُمّت تک دین پہنچا، ہم بھی اِس کام کو کریں گے تو حجت تام ہوگی اور آنے والی اُمّت تک دین پہنچے گا۔
- حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: یہ مبارک کام سب سے پہلے اپنی ذات کے لئے ہے، تصحیحِ نیت کے ساتھ اپنی اصلاح کے جذبے کے ساتھ چلتے رہیں گے، تو ہماری بھی اصلاح ہوتی رہے گی اور ہم سے دوسروں کی اصلاح کا کام بھی اللہ تعالیٰ لیتے رہیں گے۔
- حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: یہاں (مرکز نظام الدین میں) کوئی سانس بھی لے گا تو ایمان میں اضافہ ہوگا۔
- ایک بزرگ جو یہاں (مرکز نظام الدین) آئے تھے جاتے ہوئے فرما گئے کہ توحید و ایمان سب سے زیادہ یہاں بولا جارہا ہے۔
- افریقہ کے جوڑ میں حضرت نے (افریقہ والوں سے) فرمایا کہ ’’آپ نظام الدین کا عملہ ہو‘‘ تو سارے غریب رونے لگے کہ ہم کو وقت کے امیر نے ’’اپنا عملہ‘‘ کہہ دیا ہے۔ ایک افریقی عالم نے کہا کہ ’’جب تک ہم زندہ رہیں گے اِس کام کو کرتے رہیں گے اور یہاں (مرکز سے) جڑ کر کریں گے‘‘۔ پھر وہ عالم صاحبؒ کام کرتے کرتے راہِ خُدا میں وفات پاگئے۔
- مولانا سعید احمد خان صاحب مکی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میں اپنی اصلاح کے لئے مرکز نظام الدین آتا ہوں۔

- وقت گزر جائے گا، امیر اور ذمہ دار بدلیں گے، آج جو موجود ہیں اُن کی قدر کرلو، کل یہ بھی ہمارے درمیان نہیں رہیں گے، ذمہ دار بدلیں گے کام ہوتا رہے گا۔
- جیسے اللہ پاک نے بنگلہ والی مسجد سے کام کو چلایا ہے، ایسے ہی اس جگہ کو مرکزیت بھی عطا کی ہے، جتنا ہمارا اعملہ مرکز سے جڑ کر چلے گا، غیر شعوری طور پر اُس علاقہ کا کام بڑھتا رہے گا، ہر موقع پر اللہ تعالیٰ نے ہمارے امیرِ محترم کی رہبری فرمائی ہے، اِس وقت ہمیں زیادہ سے زیادہ امیر سے جڑ کر چلنے کی ضرورت ہے۔
- چھ ماہ لگاتار نہیں دینا ہے بلکہ چار ماہ لگانا ہے پھر دو تین ماہ کے وقفے کے بعد دو ماہ لگانا ہے۔
- کام بہت ترقی پر ہے، چالیس سال پہلے سال میں ایک جماعت بیرون جاتی تھی اور اب ماہانہ دو تین کا اوسط ہے۔
- ہمارے لئے بڑی سعادت کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے یہ عظیم کام ہم کو عطا فرمایا ہے۔
- لاک ڈاؤن میں ہر ہر علاقے میں دو دو آدمیوں کو روانہ کیا گیا تا کہ کام ہو۔ ایک ذمہ دار نے کہا کہ آپ کا مرکز بند ہے! کام کیسے ہوگا؟ میں نے کہا: ہمارا کام پھیری والے کے کام کی طرح ہے کہ وہ گلی گلی گھوم کر، پیدل چل کر اپنا کام کرتا ہے۔
- اِس چہار دیواری میں آنا ہی ہماری سعادت کی علامت ہے۔
- بیرون کا ایک قافلہ آیا اور سامان رکھ کر فوراً سجدے میں گر گیا کہ ہم نے دُعاء کی تھی کہ اللہ تعالیٰ ہم کو مرکز نظام الدین پہنچادے اور اب ہم مرکز پہنچ گئے۔
- افریقہ سے 25 جماعتیں 4 ماہ کی ایسی نکلیں کہ جو گھر پر بھی صرف ایک مرتبہ کھانا کھاتے تھے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک وقت کھا کر پیدل چار ماہ مکمل کیے۔
- مرکز نظام الدین سے افریقہ کی مستورات کی ایک جماعت بنگلور بھیجی گئی، وہاں مقامی کسی عورت نے ایک افریقن عورت سے کہا کہ تم نے سامان تھیلے میں رکھا ہے، دہلی سے بیگ کیوں نہیں خریدا؟ اُس نے کہا: ایک سال تک ہم کم کھانا کھا کر پیسے جمع کیے اور اب اُنہی پیسوں سے مرکز آئے ہیں۔ (اتنے پیسے کہاں ہیں کہ بیگ خرید سکیں)۔
- حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پوری اُمّت کی اجتماعی قربانیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اِس کام کو چلا رہے ہیں۔ (لہٰذا! قربانیوں کو بڑھایا جائے)
- راہِ خدا میں نکلنے والوں کے بچے اگر ماں باپ کی جُدائی میں روئیں گے تو اِس سے بھی اللہ تعالیٰ ہدایت کا فیصلہ فرمائیں گے۔

- حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: صحابۂ کرام سمجھ گئے تھے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کا قبرستان بچوں اور عورتوں کیلئے ہے، ہمارے لیے نہیں ہے (ہمیں تو راہِ خدا میں جامِ شہادت نوش کرنا ہے)۔
- حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہاں (مرکز نظام الدین) کا قیام بھی اللہ کے راستے میں تقاضوں پر پھرنے کے لیے ہے۔
- حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سارے انبیاء علیہم السلام براہِ راست اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں چلے ہیں۔ اِس وقت کا عملہ بھی بڑوں کی نگرانی میں چلے گا تو اُسے اِستقامت ملے گی۔
- ہمارا بار بار مرکز نظام الدین آنا ہماری فکروں کو عالمگیر بنائے گا، چنانچہ حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اپنی جانوں اور مالوں کو راہِ خدا میں لگاؤ گے، اور اپنے اندر حضور اکرم ﷺ کا غم پیدا کرو گے تو اللہ تعالیٰ سارے عالم کے انسانوں کے دلوں میں دین کی فکر ڈالیں گے۔
- مفتی زینُ العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مرکز نظام الدین حاضر ہوا،

جب لوٹنے لگا تو حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جاؤ گے کہ رُکو گے؟، میں نے عرض کیا: حضرت! جیسا آپ فرمادیں؛ تو حضرت نے جانے کی اجازت دے دی، میں مرکز سے نکل کر چل رہا تھا کہ ایک آدمی کو بھیج کر مجھے بلوایا، جب میں واپس آیا تو حضرت نے پھر پوچھا: مفتی صاحب! جاؤ گے کہ رُکو گے؟ میں نے کہا کہ جیسا آپ فرمادیں، تو پھر حضرت نے جانے کی اجازت دے دی، میں نکل کر بس اڈّہ پہنچا، تو پھر ایک آدمی کو بھیج کر مجھے بلوایا، جب میں واپس آیا تو حضرت نے پھر پوچھا: مفتی صاحب جاؤ گے کہ رُکو گے؟ میں نے کہا کہ جیسا آپ فرمادیں، تو پھر حضرت نے جانے کی اجازت دے دی، میں نکلا اور ٹانگے میں قدم ہی رکھا تھا کہ پھر بلوایا، اب میرے قدم بوجھل ہو گئے تھے، جب میں واپس آیا تو حضرت نے پھر پوچھا: مفتی صاحب جاؤ گے کہ رُکو گے؟ ایسے تین مرتبہ ہوا؛ تب مجھ پر اِس کام کی اہمیت کھلی۔

- حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت تڑپا کرتے تھے کہ بیرون جماعت چلی جائے، حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بیرون جماعت گئی، حجاجِ کرام میں بہت کام ہوا، پہلے سفرِ حج بھی جہالت کے ساتھ ہوتا تھا، ایک جہاز چلانے والے نے بتایا کہ جب سے یہ جماعتوں کا آنا ہوا ہے ہم حالات کو بہت الگ دیکھ رہے ہیں، ہم نے وہ زمانہ بھی دیکھا ہے کہ حج کو جانے والے حضرات جہاز میں پتے کھیلتے تھے، فرض نمازوں کا بھی کوئی اہتمام نہیں کرتے تھے، جہاز کے نچلے حصے میں بکروں کے گوشت لٹکے ہوئے تھے، چند ساتھیوں نے پوچھا کہ اُن بکروں کو کون ذبح کرتا ہے، اُنہوں نے بتایا کہ یہ ممبئی کا جھٹکے کا گوشت ہے، اِن کو ذبح نہیں کیا جاتا، ساتھیوں نے ان کو روکا، ممبئی والوں کو اس کی خبر کی؛ پھر ایک جگہ جہاز رُکا اور دوسرا حلال گوشت لایا گیا اور حجاجِ کرام نے اس سے کھایا۔
- حرمین شریفین میں حجاجِ کرام میں اِس کام کا اہتمام ہوا ہے؛ چنانچہ مولانا سعید احمد خان صاحب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ پانچ افراد کو ایک ایک ملک کے لئے طے کیا کہ پانچ دن میں ان ملک والوں کو جمع کیا جائے۔
- حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: اگر تم صوبہ کے اعتبار سے فکر کروگے تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بھی صوبہ کے اعتبار سے آئے گا اور اگر عالم کے اعتبار سے فکر کروگے تو فیصلہ بھی عالم کے اعتبار سے آئے گا۔
- حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: تم اس کام کو کرتے رہو یا تو اللہ تعالیٰ اِس دین کو غالب کریں گے، یا تم اللہ تعالی کے سامنے معذرت کرسکو گے (کہ ہم نے محنت کی لیکن سامنے والوں نے ہماری بات نہیں مانی) یا تم حضرت خلیفۂ مہدی کے مددگار بنوگے۔

صوبوں اور مُلکوں کے تقاضے

۸ رشوال المکرم، مطابق 29 ر اپریل، بروز ہفتہ، بعد مغرب، مولانا محمد یوسف صاحب زید مجدہٗ

- مشورہ کا اہم مقصد تقاضوں کو لے کر اہتمام کے ساتھ اُن کو پورا کرنا ہے، صحابۂ کرامؓ کے مال کا سب سے بڑا مَصرف اللہ تعالیٰ کا راستہ ہوتا تھا۔
- دو دو ماہ مرکز میں لگانے والوں اور یہاں کے مزاج کو جاننے والوں کو ممالک کو بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ جس سطح کے بیانات اور تقاضے نظام الدین کے منبر سے بولے جاتے ہیں اس سطح کے بیانات اور تقاضے اُس ملک کے مرکز کے منبر سے بولے جائیں۔ (حضرت جی دامت برکاتہم)
- تقاضے پر جانے والی جماعت مرکز نظام الدین آکر اہتمام سے ہدایات لے کر جائے اور واپسی میں بھی اہتمام سے کارگزاری سنا کر کچھ دن یہاں رہ کر جائے، تاکہ نظام الدین سے جو بات کہی جارہی ہے وہی بات چلائی جاسکے اور یہاں کے ذمہ داروں کے ساتھ بیٹھیں۔
- ہمارے یہاں تقاضوں کا پورا ہونا اسباب کی بنیاد پر نہیں ہے (کہ جس کے پاس مال ہوگا وہ تقاضے پورا کرے گا) بلکہ احکام کی بنیاد پر ہے (یعنی جس میں قبولیت اور صفات ہوں وہ اِن تقاضوں کو پورا کرے گا)۔
- 20 یا 25 دن لے کر اُس ملک کو جائیں تاکہ اُن کے ساتھ عملی طور پر شرکت کر کے کام بتا سکیں کیونکہ عمل سے عمل زندہ ہوتا ہے، اسی لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ والوں کو عملی وضو کر کے بتایا تھا۔ عَنْ عَلِيٍّ رضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّہٗ دَعَا بِوَضُوْءٍ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَنَثَرَ بِیَدِہِ الْیُسْرٰی فَفَعَلَ ھٰذَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: ھٰذَا طُھُوْرُ نَبِيِّ اللّٰہِ ﷺ (نسائی: ۹۱)
- صرف بیانات، اور مذاکرے یہ ناکافی ہیں بلکہ ہر ملک کے اہلِ شوریٰ کے ساتھ وقت گزاریں۔

تقاضوں پر جانے والے کیسے ہوں:

- مقامی کام کرنے والے اور کام کو سمجھانے والے ہوں۔
- یہاں (مرکز نظام الدین) میں بار بار دو ماہ لگا چکے ہوں۔
- جو پانچ پانچ مہینے کے لیے بیرون کے اسفار کر چکے ہیں اور اگر اُسی ملک کے اندر بھی (جس کا تقاضہ ہے) پہلے سفر کر چکے ہوں تو اور بھی قابلِ ترجیح چیز ہے۔
- یہاں کی باتیں (یعنی مرکز نظام الدین کی باتیں) چلانے والے ہوں۔
- جو بات ہم کہہ رہے ہیں وہ ہمارے عمل میں بھی ہو۔ (یعنی معمولات کی بھی پابندی ہو اور دعوت کے میدان میں بھی ہوں)۔
- جانے سے پہلے کم از کم 3 دن پہلے یہاں آئیں (کم سے کم دو مشوروں اور مختلف مجالس میں شرکت کریں) اور واپسی میں بھی مرکز میں رُکیں (اطمینان سے کارگزاری سنائیں) ٹکٹ بنا کر نہ آئیں۔

حیاۃ الصحابہؓ

(حضرت ابو بکرؓ کا مال واپس کرنا) جلد دُوّم، صفحہ ۳۲۲

حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بروز ہفتہ، ۸/شوال المکرم ۱۴۴۴ھ - 29/اپریل 2023ء، **بنگلہ والی مسجد، مرکز نظام الدین**، نئی دہلی، انڈیا۔

- حضور ﷺ خود اور اپنے خلفائے راشدینؓ کو اس کا عادی بنایا تھا کہ جو مال تمہارے پاس آئے اُس کو رد کرنا، اور جو مال دینی خدمت پر ملے اس کو قبول نہ کرنا، چنانچہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یہ نہیں جانتے تھے کہ اجر اور اجرت دونوں ایک ساتھ جمع ہو سکتے ہیں۔
- صحابۂ کرامؓ محتاج ہو کر بھی دینی خدمت پر اجرت نہیں لیتے تھے اور ہم غیر محتاج ہوتے ہوئے بھی دینی خدمت کی اُجرت کے عادی ہو چکے ہیں۔
- کُفّار، انبیائے کرام علیہم السلام کے لئے دنیوی مشاغل کو عیب سمجھتے تھے، بالکل ایسے ہی اس وقت کے مسلمان علمائے کرام کے لئے دُنیوی مشاغل (تجارت) کو عیب سمجھتے ہیں۔ دیکھئے! حضرت کے اس ملفوظ کی تائید حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات سے ہوتی ہے جو الافاضات الیومیہ، جلد ۶ ص ۳۸۷، پر موجود ہے، چنانچہ حضرت فرماتے ہیں: اِن مدارس کے متعلق میری ایک یہ رائے ہے کہ مدارسِ دینیہ میں صنعت و حرفت کا بھی انتظام کیا جائے، خواہ طلبہ اِس کام کو بعد میں نہ کریں لیکن سکھا یا ضرور جائے۔ اس لیے کہ آج کل عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سوائے اِس کے اِن کو اور کچھ نہیں آتا۔ اِس لیے! اپنا محتاج سمجھتے ہیں اور اُن کی تحقیر کرتے ہیں۔ اگر کوئی دستکاری وغیرہ سیکھ لیں اور کسی وقت کسبِ معاش کی ضرورت ہو تو اپنے کام میں تو لگ جائیں گے۔

(مزید تفصیل کیلئے دیکھئے: شیخ الہند اکیڈمی، دار العلوم دیوبند سے چھپی ہوئی قاضی اطہر مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مسلمانوں کے ہر طبقے اور پیشے میں علم و علما)

- معلّم تجارت اس لئے کرے کہ اس کی دینی خدمت مخلوق سے استغناء کے ساتھ ہو، کیونکہ معلّم ہو یا متعلّم جب ان کا کوئی کفیل ہو جائے تو اس سے ان کا مجاہدہ ناقص ہو جاتا ہے۔
- عُلمائے کرام کے لئے تجارت کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ علمائے کرام بازاروں، دکانوں، اسلامی بینک کاری اور تمام شعبوں میں شریک ہو کر عوام سے عملی اختلاط کر کے (حلال و حرام کی تعلیم دیں) کیونکہ عوام کے ساتھ کتابی تعلق کافی نہیں ہے، کتابی تعلیم غیر عملی تعلیم ہے، جس میں علمائے کرام نے خود کو محدود کیا ہوا ہے۔

- جب لوگ رخصت کے عادی ہوجاتے ہیں تو عزیمت کے بیان کرنے کو اپنے اوپر رد سمجھتے ہیں۔
- تجارت انبیاء علیہم السلام کی صفت ہے ضرورت نہیں ہے، ہر نبی کو کوئی نہ کوئی پیشہ دیا گیا تھا

(اس ملفوظ کی تائید اس آیت اور اس کی تفسیر سے ہوتی ہے، چنانچہ تفسیرِ قرطبی اُردو، سورۃ الانبیاء آیت 80: کے تحت یہ لکھا ہوا ہے، وَ عَلَّمۡنٰهُ صَنۡعَةَ لَبُوۡسٍ لَّكُمۡ لِتُحۡصِنَكُمۡ مِّنۡۢ بَاۡسِكُمۡ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ شٰكِرُوۡنَ، یہ آیت اسباب اور صنائع کے استعمال میں اصل ہے، یہ صاحب العقول لوگوں کا قول ہے۔ یہ اُن جہلاء اور اغنیاء کا قول نہیں جو کہتے ہیں: یہ ضعفاء کے لیے شروع کی گئی۔ سبب کا بنانا اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق میں سُنّت ہے۔ پس جس نے سبب میں طعن کیا اس نے کتاب وسنت میں طعن کیا اور اس کو ضعف اور عدم احسان کی طرف منسوب کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ زِرہیں بناتے تھے اور اسی طرح وہ کھجور کے پتوں سے چیزیں بناتے تھے، وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتے تھے، حضرت آدم علیہ السلام کھیتی باڑی کرتے تھے، حضرت نوح علیہ السلام لکڑی کا کام کرتے تھے، حضرت لقمان درزی تھے، حضرت طالوت کھالوں کی دَباغت کرتے تھے؛ بعض نے فرمایا: پانی بھرتے تھے۔ ہنر اِنسان کے نفس کو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے روکتا ہے اور ان کے نفس سے ضرر اور تکلیف کو دور کرتا ہے۔ حدیثِ شریف میں ہے" اللہ تعالیٰ اُس مومن سے محبت کرتا ہے جو کوئی پیشہ اختیار کیے ہوئے ہو، عاجزی کرنے والا ہو، لوگوں سے سوال نہ کرنے والا ہو، اِصرار سے سوال کرنے والے سے بغض رکھتا ہو۔ (تفسیرِ قرطبی اُردو، سورۃ الانبیاء، آیت 80)

- خلیفہ بننے کے بعد صبح کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٹھیلا لے کر کپڑے فروخت کرنے نکلے تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روکا؛ تو فرمایا: سبحان اللہ! اے عمر! تم روک رہے ہو، تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپ کا بیت المال سے عام آدمی کے برابر وظیفہ مقرر کر دیتے ہیں، تو فرمایا: اے عمر! ہلاکت ہو، مجھے یقین ہے کہ اِس کے لینے کی مجھے کوئی گنجائش نہیں ہے اور پھر پورے زمانۂ خلافت میں آٹھ ہزار درہم لیے اور وفات کے وقت فرمایا کہ یہ درہم واپس کئے جائیں۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحم کرے کہ اپنے بعد والوں کو مشکل میں ڈال گئے۔ (حیاۃ الصحابہؓ، ج:۲، ص:۳۲۷)
- ایک زمین میراث میں ملی تھی؛ اُس کو بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہہ کر واپس کرایا اور فرمایا کہ ہم نے مسلمانوں کے بیت المال سے صرف ایک اونٹ اور ایک غلام لیا اور ایک چادر لی ہے' یہ عمرؓ تک پہنچا دینا، اور فرمایا کہ اے عمر! اب دنیا سے مستغنی ہو جانا؛ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ سنا تو اتنا روئے کہ زمین تر ہوگئی، اور فرمایا کہ ابوبکرؓ پر اللہ رحم کرے؛ اپنے بعد والوں کو مشکل میں ڈال گئے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ یہ مال واپس کردو، ابوبکرؓ کی اولاد کو' تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، نہیں، میری خلافت میں تو کبھی ایسا نہیں ہوگا، ورنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ قیامت میں مجھ سے اس کا مطالبہ کریں گے کہ تم نے میری وصیت کے مطابق عمل کیوں نہ کیا۔

(سیر الصحابہؓ، ج:۱، ص:۷۲، ۷۷)

بیان: حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ

(غیبی مددوں اور نصرتوں کے نازل ہونے کی دو بنیادی شرطیں)

بتاریخ ۹ رشوال المکرّم ۱۴۴۴ھ۔ بمطابق ۳۰/اپریل ۲۰۲۳ء بروزِ اتوار

بوقت بعد نمازِ فجر، بمقام بنگلہ والی مسجد، مرکز نظام الدین، نئی دہلی، انڈیا۔

میرے عزیز دوستو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ کی غیبی مددوں اور نصرتوں کے نازل ہونے کیلئے دو بنیادی شرطیں ہیں؛ اِس لئے کہ کام تو اللہ کی مدد سے ہوگا لیکن دو بنیادی شرطیں ہیں جن سے عام طور سے اُمت ناواقف ہے، (۱) پہلی شرط تو یہ ہے کہ ''امت دعوت پر مجتمع ہو''۔ اِس لئے کہ ابتدائے نبوّت سے لے کر صحابہؓ کے دَور تک یہ بات ہر شخص جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت اور مدد وہ اِنفرادی دعوت کے ساتھ جُڑی ہوئی ہے۔ (عن انس رضی اللہ عنہ قال: ارسل رسول اللہ ﷺ رجلا من أصحابه الى رأس من رؤوس المشركين يدعوه الى الله فقال: هذا الالٰہ الذی تدعو اليه أمن فضة هو؟ أم من نحاس هو؟ فتعاظم مقالته فی صدر رسول الله فرجع الى النبی ﷺ فأخبره فقال: ارجع اليه فادعه الى الله فقال له مثل مقالته فاتی رسول الله ﷺ فأخبره فقال: ارجع اليه فادعه الى الله ورسول الله ﷺ فی الطريق لايعلم فأتى النبی ﷺ فأخبره أن الله قد أهلک صاحبه ونزلت على النبی ﷺ ''وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللهِ'' ۔ رواه أبويعلى قال المحقق، اسناده حسن: ۳/۳۵۱)۔

اور کیوں نہ ہو یہ بات؛ جب قرآن یہ کہتا ہے کہ ہمارا مدد کا وعدہ آپ کے ساتھ صرف اور صرف دعوت الی اللہ پر ہے۔ (يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِن تَنصُرُوا اللهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ۔ سورۂ محمد، آیت: ۷) ہم تو آپ تو سے یہاں تک عرض کر دیتے ہیں کہ: ''اِنفرادی عبادات اور شخصی دین اِس سے کرامت تو ظاہر ہوسکتی ہے، لیکن نصرت نازل نہیں ہوسکتی''۔ اگر کوئی آدمی وِلایت کی اِنتہاء کو پہنچ جائے تو اُس سے کرامات تو ظاہر ہوسکتی ہیں لیکن نصرتیں نازل ہوجائیں یہ ہمیں سیرت میں نہیں ملتا۔ کرامات اور نُصرتوں میں فرق ہے؛ کرامات ہوتی ہیں ''افراد کیلئے''۔ نصرت ہوتی ہے ''اُمت کے مجموعے کیلئے''۔ اگر آپ غور کریں گے سیرت پر؛ تو غیبی نصرتیں ''بارش'' کی شکل میں یا ''ملائکہ کے نزول'' کی شکل میں یا ''سکینہ'' ثُمَّ أَنْزَلَ اللهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَأَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكَافِرِيْنَ (سورۃ التوبہ، آیت: ۲۶) کی شکل میں؛ جس شکل میں بھی غیبی نصرتیں نازل ہوئی ہیں اُس غیبی نصرت کا حصہ ایک نیا سے نیا مسلمان اور ایک کمزور سے کمزور مسلمان تک پہنچایا' آپ غزوات پر غور کریں۔ ایک نیا سے نیا مسلمان اور کمزور سے کمزور مسلمان! مَیں کہتا ہوں ''عمل میں کوتاہ مسلمان'' وہ اللہ تعالیٰ کی غیبی مددوں کا مشاہدہ کیا کرتا تھا؛ وجہ صرف یہ تھی کہ ''اُمت دعوت پر مجتمع'' تھی۔

جب اِس اُمت نے دعوت اِلی اللہ کو اِجتماعی عمل نہیں سمجھا اور اِس ذمہ داری پر جمع ہونے کو نماز پر جمع ہونے کے برابر نہیں سمجھا تو سب سے پہلے یہ اُمت غیبی مددوں سے محروم ہوگئی۔ (مجھے عرض کرنا ہے کہ پہلی شرط یہ ہے)۔

قرآن نے جگہ جگہ یہ شرط لگائی ہے: اگر تم دعوت اِلی اللہ پر ہو تو تم سے مدد کا وعدہ ہے، اور اگر تم دعوت پر نہیں ہو تو قرآن کہتا ہے کہ تمہاری مدد کا کوئی وعدہ نہیں ہے۔

حضرت (مولانا یوسف صاحب علیہ الرحمۃ) فرماتے تھے: ''جب ایک مسلمان دین کی مدد سے ہاتھ کھینچ لے گا تو اللہ ربُّ العزّت اپنی مدد کا ہاتھ اُمت سے کھینچ لیں گے''۔ اگر آپ غور کریں گے سیرت پر، تو غیبی مددیں دعوت کے ساتھ ملیں گی، چاہے وہ نبیؑ ہو یا صحابیؓ ہو۔ جتنا صحابہ رضی اللہ عنہم کی مدد رُعب کے ذریعہ اِنفرادی دعوت پر کی گئی ہے؛ طلب رستم من سعد بن ابي وقاص رضي الله عنه أن يبعث إليه رجلاً من رجاله ... فاختار له سعد رضي الله عنه أسدًا من أسوده، وهو ربعي بن عامر رضي الله عنه ... وقبل قدوم ربعي رضي الله عنه لجأ رستم إلى طريقة الإغراء، فزين له مجالسه بالنمارق، وأظهر اللآلئ واليواقوت والأحجار الكريمة .. بيد أنهم فوجئوا برجل قصير القامة، عليه ثياب صفيقة، وأسلحة متواضعة، وفرس صغير .. ولم يزل ربعي رضي الله عنه راكبًا فرسه حتى داست على الديباج والحرير، ثم نزل عنها وربطها في قطع من الحرير مزقها، وأقبل على رستم فقالوا له: ضع سلاحك فقال: إني لم آتيكم، وإنما دعوتموني، فإن تركتموني هكذا وإلا رجعت فقال رستم: ائذنوا له، فأقبل رضي الله عنه يتوكأ على رمحه فوق النمارق، فخرق أكثرها، فقال له رستم: ما الذي جاء بكم؟، فقال، ويا نِعْمَ ما قال: إن الله ابتعثنا لنخرج من شاء من عبادة العباد إلى عبادة رب العباد، ومن ضيق الدنيا إلى سعتها، ومن جور الأديان إلى عدل الإسلام، (البدایہ والنہایہ، ج:۹،ص:۶۱۹) مجھے نہیں ملتا کہ کسی عملِ خیر پر وہ مدد نازل ہوئی ہو۔ نہ صدقات پر، نہ عبادات پر، نہ دُعاؤں پر؛ کسی عملِ خیر پر نہیں؛ اِس لیے کہ ''سارے اعمالِ خیر میں سے کوئی عملِ خیر دین کی نصرت نہیں ہے'' دین کی نصرت صرف اور صرف دعوت الی اللہ ہے۔ (مروا بالمعروف وانهوا عن المنكر قبل أن تدعوا فلا أجيب لكم وتستنصروني فلا أنصركم، صحیح ابن حبان، ج:۱،ص:۵۲۶)

غیبی نصرت کسے کہتے ہیں؟ ''باطل حق کو قبول کرنے پر مجبور ہوجائے یا راستہ سے ہٹ جائے'' میری بات بہت توجّہ چاہتی ہے۔

اِس زمانہ میں نہ تو یہ حق کو قبول کرنے پر راضی ہیں اور نہ ہی اہلِ حق کیلئے راستہ چھوڑنے کیلئے تیار ہیں؛ اور مسلمان اِجتماعی طور پر دُنیا میں اس بات کا منتظر ہے کہ جب تک حُکام (حکمران) اِسلام کے موافق نہ ہوں اور جب تک ہمیں اغیار سے پوری طرح اِسلام پر چلنے کی سہولت نہ ملے ہم اُس وقت تک دین پر چلنے کے مکلّف نہیں ہیں۔

مَیں کچھ کہہ رہا ہوں ''مسلمان اِس دھوکہ میں ہے کہ ہم جی! مکلّف نہیں ہیں' کیونکہ فلاں! فلاں! اعمال' یا فلاں! فلاں! سنتوں پر عمل کرنے میں قانون رُکاوٹ ہے''!! مَیں کہتا ہوں کہ یہ مسلمان کا اپنا غلط خیال ہے (اور مَیں کیا بتاؤں شرم کی بات ہے؛؛) اِس نے مُنافقین کی طرح خود کام نہ کرکے خارجی رُکاوَٹوں کو ''عُذر'' بنایا ہوا ہے۔

ہم بہت اہم بات عرض کررہے ہیں مسلمان یہ کہتا ہے کہ ہم کیسے عمل کریں؛ جب قانون ہمارا ساتھ نہیں دیتا؟ حالانکہ معاملہ اِس سے بالکل الگ ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ ''اللہ ربّ العزّت اِس کے منتظر ہیں' کہ اگر یہ میرے دین کی نصرت پر آجائیں تو مَیں اِس اُمت کے ایک فرد کے سامنے دُنیا کی سب سے بڑی طاقت کو جھکانے کا وعدہ کرتا ہوں''۔ اِس کی بے شمار مثالیں غیبی تائیدات کے باب میں حضرت مولانا یوسف صاحب علیہ الرحمۃ نے جمع کی ہیں' بے شمار مثالیں ہیں' سیرت بھری ہوئی ہے اِس سے، قرآن بھرا ہوا ہے اِس سے اور آپ ﷺ کے وعدے بے شمار ہیں اِس پر؛ لیکن مسلمان یہ کہہ کر دین کو چھوڑے ہوئے ہے کہ: ''قانون موافق نہیں ہے''۔ سوال اِس بات کا ہے کہ مسلمان کی مدد کے لیے قوانین کے خلاف' مسلمان کی مدد کے لیے غیبی نظام یہ حرکت میں کب آئے گا؟ اِس کے لیے اللہ تعالیٰ کا ایک ضابطہ ہے جو قیامت تک بدلے گا نہیں! وہ قیامت تک بدلے گا نہیں؛ وہ ضابطہ یہ ہے کہ ''اگر آپ اِنفرادی طور پر دعوت پر قائم ہیں تو پھر باطل یا تو حق کو قبول کرے گا یا راستہ سے ہٹ جائے گا''۔ مَیں مثال عرض کرتا ہوں ''ایک سَفر میں آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے ساتھ ایک جگہ قیام کیا، اور صحابہ رضی اللہ عنہم رات کے آرام کے لیے متفرق ہوکر الگ الگ، جس کو جہاں سایہ ملا، جس کو جہاں کوئی چٹان کا سایہ ملا اُس نے وہاں آرام کیا، آپ ﷺ ایک دَرخت کے نیچے آرام فرمارہے تھے، آپ ﷺ کی تلوار لٹکی ہوئی تھی دَرخت پر، مشرک آیا اور اُس نے تلوار اُٹھائی، تلوار اُس کے ہاتھ میں تھی آپ ﷺ کی آنکھ کھلی؛ اُس نے کہا: آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ بچائیں گے؛ روایت میں ہے کہ تلوار اُس کے ہاتھ سے گری، آپ ﷺ نے تلوار اُٹھالی، اُٹھا کر فرمایا: تم کو مجھ سے کون بچائے گا۔ مُشرک کا یہ کہنا: آپ کو مجھ سے کون بچائے گا' یہ تو اُس کی اپنی طاقت پر تھا' آپ ﷺ کا یہ فرمانا: کہ تمھیں مجھ سے کون بچائے گا؟ یہ آپ ﷺ کا سوال بطورِ دعوت کے تھا، بطورِ دھمکی نہیں تھا؛ بہت اہم بات ہے۔ اُس نے کہا آپ ﷺ کے جواب میں کہ آپ تو میرے ساتھ اچھا معاملہ کیجیے!؛ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اِسلام میں رَغبت ہے۔ اِس لیے! یہ بات ذہن سے نکال دینی چاہیے کہ ''اِسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے'' ہرگز نہیں! اور یہ بات ذَہن سے نکال دی جائے کہ کسی کو زبردستی مسلمان کیا جانا اسلام کا تقاضہ ہے ہرگز نہیں!! بلکہ

مسلمان بے چارہ اتنا بھولا ہے کہ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (سورۃ البقرہ، آیت: ۲۵۶) کی اِس آیت کو مسلمان نے اپنے سے متعلق سمجھ لیا۔ اگر کوئی ایک مرتبہ سے دوسری مرتبہ نماز کیلئے کہہ دیتا ہے تو جواب میں مسلمان یہ کہتا ہے کہ دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے، آپ نے نماز کی ترغیب دے دی ہے' آپ کا کام پورا ہو گیا ہے' دین میں زبردستی نہیں ہے؛ اَرے! یہ آیت تجھ سے متعلق بھی نہیں ہے، یہ آیت تو ایک کافر سے متعلق ہے کہ اِسلام میں زبردستی نہیں ہے کہ کسی کو مسلمان کیا جائے؛ اِسلام بادشاہ مذہب ہے، اِسلام کو کسی کی ضرورت نہیں ہے، اِنسان کو اسلام کی ضرورت ہے، اِسلام کو مسلمان کی ضرورت نہیں ہے۔ اِنسان کو اسلام کی ضرورت ہے؛ ورنہ اسلام کو کسی مسلمان کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دین اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح مستغنی ہے۔ مَیں عرض کر رہا تھا کہ آپ ﷺ نے بہت نرمی سے اِن کا پیچھا کیا' کہ کیا اسلام میں رَغبت ہے؟! یہ تو ایک عام مشرک ہے؛ فرعون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى (سورۃ النازعات، آیت: ۱۸) کہ آپ کو حق کو قبول کر کے کفر سے پاک ہونے کی رَغبت ہے، تو اُن سے یہ پوچھا: کیا آپ کو ایک خیر کے کام میں رَغبت ہے؟ اُس نے کہا نہیں؛ مَیں اِسلام قبول نہیں کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ اپنے دین پر بہت جاؤ۔ آپ ﷺ نے اِس کے اِقدامِ قتل پر نہ کوئی دفعہ لگائی' نہ کوئی سزا دی' نہ کوئی ڈانٹ پلائی' نہ صحابہؓ کے حوالہ کیا کہ یہ مجھے قتل کرنے کیلئے آیا تھا' کہ اِس کو پکڑو!!؛ نہیں؛ بلکہ آپ ﷺ نے بہت نَرم انداز سے اُس سے اِتنا فرمایا کہ کیا تمہیں اسلام میں رَغبت ہے' اُس نے کہا نہیں' اسلام میں رَغبت نہیں ہے، لیکن مَیں آپ سے اِس کا وعدہ کرتا ہوں (اُس زمانہ کے کفار میں بھی' چاہے وہ عوام ہوں یا بادشاہ ہوں وعدہ خلافی بڑا عیب تھا) اُس نے کہا: مَیں رہوں گا تو اَپنے دین پر' کُفر پر' لیکن نہ آپ کی مخالفت کروں گا اور نہ آپ کے مخالف کا ساتھ دوں گا؛ یہ مَیں آپ سے وعدہ کرتا ہوں۔ (حیاۃ الصحابہؓ، ج:۲، ص:۶۹۷)

مَیں نے ایک مثال عرض کی ہے کہ اِنفرادی دعوت؛ یا تو مخالف کو حَق پَر آمادہ کر دے وَرنہ اِتنا دعوت کا تو' یعنی' وعدہ یقینی ہے کہ رُکاوٹیں دعوت کی وجہ سے راستہ سے ہٹ جائیں گی (تو مَیں نے عرض کیا کہ غیبی نصرت کیا ہے؟ کہ غیبی نصرت یہ ہے کہ باطل حق کو قبول کرنے پر مجبور ہو جائے)۔

مَیں عرض کرتا ہوں: گوہ کے بِل میں پانی کا ڈالنا دعوت ہے' اُس کے لیے کوئی راستہ نہیں ہے سِوائے باہر نکلنے کے۔

یہ ایک مثال دی جاتی تھی کہ گوہ کے بِل میں ایک ڈول پانی ڈال دو' اُس کے لیے کوئی راستہ نہیں سِوائے باہر نکلنے کے۔ اِس کی مثالیں ہیں بہت۔

مکۂ مکرّمہ کی تیرہ سالہ اِنفرادی دعوت نے باطل کے دائرہ کو اِتنا تنگ کر دیا تھا کہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ یا تو حق کو قبول کرلیا جائے ورنہ اور کوئی راستہ نہیں۔ لیکن مجھے ایک بات عرض کرنی ہے: اِس زمانہ میں مسلمان نے دعوت کو چھوڑ کر حَق کو اِتنا تنگ کرلیا ہے کہ اِسلام میں آمد نہیں ہے، اِسلام سے نکلنا تو ہے اسلام میں آمد نہیں ہے۔ جو مجموعہ اُمت کا اسلام کی طرف آ رہا تھا اُس سے بڑا مجموعہ اُمت کا اسلام سے باہر نکل گیا ہے؛ بقول حضرتؒ کے ''اُمت کا دعوت کا چھوڑ دینا دعوت کے حلقہ کو اور دین کے حلقہ کو چھوڑ دینا ہے''۔

تو ہم نے عَرض کیا کہ اِنفرادی دعوت ہو؛ اِس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد ہے۔ آپ ﷺ سفر میں تھے، حضرت عبداللہ ابنِ عُمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ہم آپ ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ نے ایک شخص کو گزرتے ہوئے دیکھا، پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ اُس نے کہا: اپنے گھر جا رہا ہوں۔ فرمایا: تمہیں ایک خیر کی بات کی رَغبت ہے، خیر کی بات! اُس نے پوچھا: وہ خیر کی بات کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی وحدانیت اور میری رِسالت کی گواہی دینا۔ اُس نے کہا: آپ کی اِس بات پر گواہ کون ہے؟ کہ آپ سچے ہیں؛ اگر آپ ﷺ کو پیش کرتے تو یہ ظاہری تائید تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: اِس وادی کے کنارے پَر جو دَرخت کھڑا ہوا ہے، ایک روایت میں ہے کہ یہ درخت پر جو خوشہ لٹکا ہُوا ہے کھجور کا' یہ گواہی دے گا کہ مَیں اللہ کا رسول ہوں۔ آپ ﷺ نے اُس کو طلب کیا، وہ خوشہ درخت سے اُتر کر آیا، بعض رِوایتوں میں ہے کہ وہ درخت خود چل کر آیا؛ اور اُس نے آکر تین مرتبہ یہ گواہی دی کہ بیشک! آپ اللہ کے رسول ہیں' اللہ ایک ہے۔ اُس دیہاتی نے اُس منظر کو دیکھ کر حق کو قبول کرلیا۔ (مجمع الزوائد، ج:۷، ص:۵۱۷)

ایسی مثالیں رِوایتوں میں بے شمار ہیں۔ تو مَیں نے عرض کیا کہ غیبی نصرت اسے کہتے ہیں؛ یہ غیبی نُصرت؛ اِس غیبی نصرت کے لیے مَیں نے عرض کیا کہ دو شرطیں ہیں؛ (۱) ''اِنفرادی دعوت''۔ (۲) دوسری شرط جو سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہے وہ ہے ''اُمّت کی آپس کی اِجتماعیت''۔

میرے دوستو بُزرگو عَزیزو! اَفسوس کی بات یہ ہے کہ ''امت کی جو صلاحیتیں باطل کے خلاف اِستعمال ہونی چاہیے تھیں؛ امت کی وہ صلاحیتیں حَق کے خلاف اِستعمال ہو رہی ہیں''۔ مَیں بہت اَہم بات کہنے جا رہا ہوں؛ اُمّت کی جو صلاحیتیں باطل کے خلاف اِستعمال ہونی چاہیے تھیں وہ صلاحیتیں اُمت کی حَق کے خلاف اِستعمال ہو رہی ہیں!! وہ کیسے!؟ کہ آپ نے باطل کے ساتھ سمجھوتہ کرلیا' یہ مطلب ہے؛ نہیں۔ بالکل نہیں۔ (مَیں بہت اہم بات کہہ رہا ہوں)۔ کیا مُسلمان نے باطل سے سمجھوتہ کرلیا ہے، نہیں۔ بلکہ مُسلمانوں کی جماعتوں کا آپس میں ایک دوسرے کی بات کی تَردید کرنا' آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر (کافر کہنا)' ایک دوسرے تَردید' ایک دوسرے کی تذلیل اور ایک دوسرے کو گمراہ کہنا'' یہ مسلمان کا آپس میں حق کے خلاف لڑنا ہے''۔ مَیں بہت اہم بات کہہ رہا ہوں؛! مسلمان کا آپس میں حَق کے خلاف لڑنا یہ ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کی بات کی تَردید کرے۔ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ

أَشِدَّاء عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاء بَيْنَهُمْ (سورۃ الفتح، آیت:۲۹) یہ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ جو تھا اِس نے مُسلمانوں کی ساری اِجتماعی قوّت کو باطل کے خلاف جمع کیا ہوا ہے۔لیکن' اُمت کی اِجتماعیت یہاں پرختم ہوگئی کہ مُسلمان' مسلمان کی تَردید کی میں لگ گیا۔اُمت ارتداد میں اور یہ ایک دوسرے کی تَردید میں اور کہتے ہیں''ہم تو حق کہہ رہے ہیں، ہم تو حَق بات کہہ رہے ہیں''۔ میری بات توجّہ چاہتی ہے' دوفرقے ہیں' دونوں جہنّم میں جائیں گے' یہودونصاریٰ۔ اور اِن دونوں کی محنت اور کوشش یہ تھی کہ دونوں ایک دوسرے کے دین کا اِنکار کرتے تھے: وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ (سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۱۳) کام دونوں کو ملا ہوا تھا، کام دونوں کو ملا ہوا تھا' اَحکام دونوں کو مِلے ہوئے تھے، کتاب دونوں کو ملی ہوئی تھی؛ بجائے اِس کے کہ توریت اِنجیل پرعمل کرتے اِنہوں نے ایک دوسرے کے دین کا اِنکار کیا' عجیب بات لکھی علماء نے' کہ جو دونوں حَق بات کہیں گے اور دونوں جہنّم میں جائیں گے۔ وہ کہتے ہیں یہود کی ضد بڑھ گئی' نصاریٰ کہتے ہیں یہود کی ضد بڑھ گئی۔

پہلی بات یہ عرض کر بیٹھا، کہ مسلمان ایک دوسرے کی تَردید میں اور ایک دوسرے کی تکفیر میں مشغول ہیں، اور کہتے کیا ہیں؟ کہتے یہ ہیں کہ ہم تو اِصلاح کیلئے کررہے ہیں۔ جو آدمی بھی' جو شخص بھی اصلاح کے اِرادے اور اِصلاحی کام میں سنّت کے طریقہ سے ہٹا ہوا ہے وہ مفسد ہے مصلح نہیں ہے۔ یہ میری بات یاد رکھنا۔ پہلی شرط یہ ہے اصلاح کرنے والے کیلئے کہ آپ کا اصلاح کا طریقہ سُنّت کے مطابق ہے تو آپ مصلح ہیں اور اگر آپ کا اصلاح کا طریقہ سُنّت کے خلاف ہے تو آپ مفسد ہیں متبع نہیں۔ مَیں کچھ کہہ رہا ہوں، اگر مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہوکر، کوئی مسلمانوں کی اصلاح کرنا چاہے!؛ بہت اہم بات ہم عرض کررہے ہیں' لفظ لفظ پرغور کرنا: اگر کوئی مسلمانوں کی جماعت کی اِصلاح کرنے کے لیئے' جماعت سے الگ ہوکر اِصلاح کرنا چاہتا ہے تو قرآن یہ کہتا ہے کہ یہ اپنے اِصلاح کے اِرادہ میں جھوٹے ہیں۔ یہ بہت اہم بات ہے۔ اگر یہ تم سے الگ ہوکر اور تمہارے مقابل بن کر تمہارے کام کی اِصلاح کرنا چاہتے ہیں یا تمہاری ذات کی اِصلاح کرنا چاہتے ہیں تو قرآن یہ کہتا ہے کہ یہ اَپنے اِرادہ واِصلاح میں جھوٹے ہیں۔ مَیں آپ سے بہت اہم بات عَرض کررہا ہوں۔ قرآن نے پہلی شَرط یہ لگائی کہ جو آدمی مصلح ہوگا' جو آدمی اللہ تعالیٰ کے نزدیک واقعی صحیح ہے اور مصلح ہے' اِصلاح چاہتا ہے اُس کے لیئے قرآن نے پہلی شَرط یہ لگادی ہے کہ تم مسلمان سے جُدا ہوکر اصلاح نہیں کروگے۔

تم سنوتو صحیح مَیں کیا کہہ رہا ہوں؛ تم لکھنے میں لگے رہو، مَیں کچھ اور کہہ رہا ہوں!؛ مَیں بہت اَہم بات کہہ رہا ہوں' یہ ہر ایک کو سوچنے کی ہے؛ اگر کوئی شخص کسی مسلمان سے جُدا ہو کر اور تفریق کا اِقدام کرکے؛ اگر اللہ کی قسم کھا کے مَیں کہتا ہوں؛ اگر وہ تفریق کے ساتھ اصلاح کا اِرادہ کرتا ہے تو قرآن یہ کہتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے؛ بلکہ اللہ گواہی دیتے ہیں، اللہ کی گواہی تو بہت اُونچی چیز ہے، میری بات توجّہ سے سنو! کہ مَیں کیا کہہ رہا ہوں: وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ (سورۃ التوبہ، آیت: ۱۰۷) جو آدمی مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو کر اُن کی اصلاح کا اِرادہ کرتا ہے قرآن یہ کہتا ہے کہ اللہ گواہ ہیں کہ یہ جھوٹے ہیں۔ میری بات آپ توجّہ سے سنیں' مَیں کچھ کہنا چاہتا ہوں، کہ مسلمان کا مسلمان کے لیے اعتزال اور اِفتراق اور جماعت سے الگ ہونا یہ صرف اور صرف وہاں اِس کی اِجازت ہے جہاں وہ مسلمان کھلے کُفر پر اور اللہ کے اِنکار پر اور اللہ کے فرائض کے اِنکار پر آجائیں تو پھر ایسی صورتحال میں مسلمان کو ایسے لوگوں سے الگ ہوجانا چاہیے۔ میری بات بہت توجّہ چاہتی ہے، مَیں بہت اہم بات کہہ رہا ہوں؛ اِس کے علاوہ شریعت نے کہیں اِس کی اِجازت نہیں دی ہے کہ آپ مسلمان سے جُدا ہوں' اِس کے علاوہ کہیں گنجائش نہیں ہے۔ فَلَمَّا اَعْتَزَلَھُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ.... (سورۂ مریم، آیت: ۴۹) آپ اِس آیت پر غور کیجیے! کہ اعتزال اور جُدائی اور الگ ہونے کے لئے اللہ نے یہ شَرط لگائی؛ کہ اگر یہ بُتوں کے پُوجا پَرست آگئے ہیں تو پھر اِبراہیم (علیہ السلام) آپ کو اِن کو چھوڑ کر اَلگ ہوجانا چاہئے۔ مَیں بہت اہم بات عَرض کر رہا ہوں: ''ہمارے کام کرنے والوں میں یہ مَرض پیدا ہوگیا ہے کہ جو آدمی بے اُصولی کرے اُس کو چھوڑ کر اُس سے اَلگ ہوجاؤ''، اور قرآن یہ کہتا ہے کہ مؤمن کا مؤمن سے اعتزال (الگ ہونا) اُس وقت تک گنجائش نہیں ہے اِس کے اَلگ ہونے کی جب تک آپ کا مقابل کھلے کُفر پر نہ آجائے۔ (دَخَلْنا علَى عُبادَةَ بنِ الصَّامِتِ وهو مَرِيضٌ، قُلْنا: أَصْلَحَكَ اللَّهُ، حَدِّثْ بحَدِيثٍ يَنْفَعُكَ اللَّهُ به، سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبيِّ ﷺ قالَ: دَعانا النَّبيُّ ﷺ فَبايَعْناهُ، فقالَ فِيما أخَذَ عَلَيْنا: أنْ بايَعَنا علَى السَّمْعِ والطَّاعَةِ، في مَنْشَطِنا ومَكْرَهِنا، وعُسْرِنا ويُسْرِنا، وأَثَرَةً عَلَيْنا، وأَنْ لا نُنازِعَ الأمْرَ أهْلَهُ، إلَّا أنْ تَرَوْا كُفْرًا بَواحًا، عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فيه بُرْهانٌ. صحیح البخاری، ۷۰۵۵) اور اگر آپ اِصلاح کے اِرادہ سے ایسا کر رہے ہیں تو قرآن کہتا ہے کہ آپ اِصلاح کے اِرادہ میں جھوٹے ہیں؛ آپ مصلح نہیں ہیں۔ میری بات توجّہ چاہتی ہے' مَیں دِل سے ایک بات کہہ رہا ہوں؛ مجھے یہ باتیں کہنی پڑ رہی ہیں کہ مُلک ہو یا بیرونِ ملک؛ لوگ اُصول کیلئے آپس میں لڑتے ہیں' حالانکہ مُسلمان کا مُسلمان سے لڑنا حرام ہے، اگرچہ وہ اُصول کے لیے کیوں نہ ہو، اور اگر وہ یہ کہتا ہے کہ ہم تو اِصلاح کیلئے کر رہے ہیں تو قرآن کہتا ہے جھوٹ بولتے ہو، اگر یہ اِصلاح چاہتے تو اِن سے اَلگ نہ ہوتے اور مَیں عَرض کر چکا ہوں' بار بار کہہ رہا ہوں کہ اَلگ ہونے کے لیے شَرط یہ ہے

کہ جن کی آپ اِصلاح کر رہے ہیں یا جن سے آپ کی اُصول کی لڑائی چل رہی ہے شرط یہ ہے کہ وہ اِجتماعی طور پر اللہ کا اِنکار کریں، وہ اِجتماعی طور پر اللہ کے فرائض اور اسلام کا اِنکار کریں تب آپ اِن سے الگ ہو سکتے ہیں' اِس سے پہلے شریعت میں کہیں اِس کی اِجازت اور گنجائش نہیں رہتی کہ آپ اِن سے الگ ہو جائیں۔(دَخَلْنا علَى عُبادَةَ بنِ الصَّامِتِ وهو مَرِيضٌ، قُلْنا: أصْلَحَكَ اللَّهُ حَدِّثْ بحَدِيثٍ يَنْفَعُكَ اللَّهُ به سَمِعْتَهُ مِنَ النبيِّ ﷺ قالَ: دَعانا النبيُّ ﷺ فَبايَعْناهُ فقالَ فِيما أخَذَ عَلَيْنا: أنْ بايَعَنا علَى السَّمْعِ والطَّاعَةِ في مَنْشَطِنا ومَكْرَهِنا، وعُسْرِنا ويُسْرِنا، وأَثَرَةً عَلَيْنا، وأَنْ لا نُنازِعَ الأمْرَ أهْلَهُ، إلَّا أنْ تَرَوْا كُفْرًا بَواحًا، عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فيه بُرْهانٌ.(صحيح البخاري، رقم الحديث: 7055) آپ پڑھئے! قرآن میں' کہ مَیں کیا کہہ رہا ہوں' میری بات پر غور کریئے گا۔ یہ کام کرنے والوں کا مَرض ہے کہ یہ کام کی اِصلاح کیلئے اور بے اُصولی کرنے والوں سے اَلگ ہو جاویں، اور کسی شرکی کوئی گنجائش نہیں ہے اور قرآن یہ کہتا ہے کہ اگر تم اِس دین کی اصلاح کے اِرادہ سے لڑ رہے ہو تو تم مفسد ہو تم مصلح نہیں۔وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ، أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ۔(سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۱، ۱۲) آپ غور کر لیجئے گا! مَیں کیا کہہ رہا ہوں۔اَگر کوئی شخص مَشورہ چھوڑ دیتا ہے، کوئی شخص اِجتماعی عمل کو چھوڑ دیتا ہے، کوئی کہتا ہے کہ نہیں جی! ہم دس آدمی اَلگ ہو کر کام کریں گے تو مَیں کہتا ہوں کہ اگر اِن کا تصوّر اور اِن کا اِرادہ کام کی اِصلاح کے لئے مسلمان سے جُدا ہونے کا ہے تو قرآن کہتا ہے کہ جو اِفتراق پیدا کرے گا وہ مصلح نہیں بلکہ وہ مُفسد ہوگا، اور قرآن کہتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں، اللہ اِن کے جھوٹ پر گواہ ہے۔سیدھی سیدھی بات ہے، اللہ اِن کے جھوٹ پر گواہ ہے۔خوارج نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اصلاح کا ارادہ کیا اور اُن پر اِعتراضات کو کُفر تک پہنچا دیا۔

سب سے پہلے اسلام لانے والے بچوں میں اور سب سے پہلے کافر قرار دیئے جانے والے؛ کیونکہ جب تفریق ہو گی تو پھر یہ تفریق مسلمان کی تکفیر (کافر کہنا) پر آمادہ کرے گی۔مَیں بہت اہم بات کہہ رہا ہوں علما سے کہہ رہا ہوں؛ جب تفریق پیدا ہو جائے گی تو یہ تفریق ایک دوسرے کی تکفیر پر آمادہ کرے گی۔فرق تو جب ہو گا جب آپ اِن کو کہیں گے کہ آپ غلط ہیں تو وہ آپ کو کہیں کہ آپ غلط ہیں۔تفریق دو چیزوں پر آمادہ کرتی ہے؛ غیبت پر اور تکفیر پر۔کیونکہ اگر ایک دوسرے کا انکار نہیں کریں گے تو اِفتراق باقی نہیں رہے گا، اِس اِفتراق کو باقی رکھنے کے لئے ایک دوسرے کی تکفیر پر آدمی آمادہ ہو جاتا ہے۔میری بات توجّہ چاہتی ہے۔

مَیں بہت اہم بات عَرض کررہا ہوں، سب سے کہہ رہا ہوں؛ کسی بے اُصولی کرنے والے سے قطعِ تعلق کرنا اِس کی شریعت نے کہیں گنجائش نہیں رکھی ہے۔ اگر محمد ﷺ کا کسی فرد سے قطع تعلق کرنا ہوا ہے تو صرف اور صرف اُس سے محبت کے بقدر ہوا ہے۔ ہمارے یہاں قطعِ تعلق مسلمان مسلمان سے نفرت کی بنیاد پر کرتا ہے، آپ ﷺ نے ''قطعِ تعلق، تعلق کی بنیاد پر کیا ہے۔ آپ میری بات پر بہت توجّہ دیں کہ مَیں کیا کہہ رہا ہوں! ایسی محبت آپ ﷺ کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے تھی کہ آپ ﷺ کا اِعراض اور آپ ﷺ کا رُخ پھیرنا کسی صحابیؓ سے اُس کی اِصلاح کے لیے کافی ہوجاتا تھا۔ آپ ﷺ کے اِعراض سے صحابہ اپنی غلطیاں یاد کرلیا کرتے تھے کہ مجھ سے کیا غلطی ہوگئی۔ مجھے عَرض کرنا ہے کہ اِس زمانہ میں مسلمان مسلمان سے لڑرہا ہے۔ مَیں کیا بتاؤں زمانۂ کُفر میں وہ جھگڑے کُفّار اور صحابہ کے درمیان نہیں تھے جو جھگڑے اِس زمانے میں مُسلمان مُسلمان کے درمیان ہیں۔ وہ دوریاں جو اِس زمانے کے مسلمان مسلمان کے درمیان ہیں وہ دوریاں بھی دورِ کُفر میں صحابہ اور کفار کے درمیان نہیں تھے۔ میرے پاس کچھ دلائل ہیں۔ عورتیں تک یہ کہا کرتی تھیں آپس میں کہ اَرے آؤ! بیٹھو! یہ تو مردوں مردوں کی لڑائی ہے، جو باہر ہورہی ہے کفر اور اسلام کی، حدیث میں ہے، کہ جھگڑا جو ہے وہ مَردوں کا مَردوں کا ہے، وہ جانیں؛ کہ کیا جھگڑا ہے!! کس بات میں ہے!! ہم عورتوں کے درمیان تو کوئی ایسی بات نہیں ہے؛ حالانکہ کُفر اور اِسلام کی جنگ ہے۔ مَیں نے عَرض کیا کہ یہ اِجتماعیت کیوں ٹوٹی ہے؛ اِجتماعیت کے ٹوٹنے کا جو اصل سبب ہے وہ شیطان کا دلوں میں یہ وَسوَسہ پیدا کرنا ہے کہ ''آپ حَق پر ہیں، آپ کا مُقابل باطِل پر ہے''۔

مجھے تو اِس بات پر تعجب ہے کہ اِس زمانہ کے مُسلمانوں نے معمولی چیزوں کو اور معمولی اُصولوں کو آپس کے اِفتراق کا سَبب بنالیا، حالانکہ اِسلامی مذاہب: مذہبِ حنبلی، مذہبِ شافعی، مذہبِ مالکی، مذہبِ حنفی چاروں مذاہب حَق ہیں۔ چاروں مذاہب سُنّت پر ہیں۔ ہر مذہب پر عَمل کرنا سُنّت پر عَمل کرنا ہے۔ لیکن باوجود ان کے اپنے دلائل کے اور باوجود اُن کے اپنے طریقہ کے ہمیں یہ ملتا ہے؛ کہ اِمام شافعی علیہ الرحمۃ نے اِمام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی قبر پر زیارت کے لیے چلے گئے۔ وہاں نماز کا وَقت ہوگیا۔ فجر کی نماز پڑھی اُس مسجد میں؛ بلکہ پڑھائی؛ اِمام شافعی تھے، اُن کے شاگرد بھی ساتھ تھے، علاقہ والوں نے بھی کہا کہ اِمام صاحب! آپ نماز پڑھاؤ۔ اِمام شافعی علیہ الرحمۃ نے نماز پڑھائی اور اپنے مذہب پر عَمل نہیں کیا۔ بِسمِ اللہ اور قنوت بھی زور سے نہیں پڑھا حالانکہ اُن کے یہاں قنوت میں بھی جَہر ہے اور بِسمِ اللہ میں بھی جَہر ہے!! (مَیں بہت اہم بات کہہ رہا ہوں؛ مَیں اَپنی ساری بات کا خُلاصہ کررہا ہوں اِس واقعہ میں؛ غور سے سنیں) نہ بِسمِ اللہ زور سے پڑھی اور نہ قنوت؛ دونوں کاموں میں اپنے

مذہب کے خلاف امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے مذہب پر عمل کیا۔ جب نماز ہوگئی؛ تو امامِ شافعی علیہ الرحمۃ کے مذہب والوں نے اور اُن کے طریقہ والوں نے اعتراض کیا! امام صاحب! یہ کیا کیا۔ آپ نے بِسمِ اللہ بھی زور سے نہیں پڑھی اور آپ نے قنوت بھی زور سے نہیں کیا!! امام شافعی نے فرمایا: مجھے شرم آئی اِس قبر والے سے۔ آپ سوچئے تو صحیح! غور تو کریں! کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ وہاں تو مسلک چھوڑا جارہا ہے (اور یہاں معمولی معمولی باتوں پر تکفیر کی جارہی ہے)۔ میں نہیں کہتا کہ آدمی اپنا مسلک چھوڑے؛ بلکہ ہر آدمی اپنے امام کے مذہب پر عمل کرے کہ تقلید تو لازم ہے، بغیر قلادہ کے تو جانور پھرتا ہے تقلید تو لازم ہے؛ ورنہ تو آزاد جانور ہے۔

مَیں عرض کر رہا ہوں کہ انہوں نے، امام شافعی علیہ الرحمۃ نے نماز اپنے مذہب کے خلاف امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے مذہب پر پڑھی، لوگوں نے کہا: یہ کیا کیا!! فرمایا کہ اِس قبر والے سے شرم آتی ہے۔ آپ غور کیجئے! جو آدمی دُنیا سے چلا گیا ہے اُن کے مخالف مذہب والا اُن کے مذہب پر عمل کر رہا ہے صرف اُن کی قبر کے قریب نماز پڑھنے کی وجہ سے۔ کہ مجھے اِس مرنے والے کی شرم ہے، کہ مجھے یہاں اِن کے مذہب کی مخالفت کرنے سے شرم آتی ہے، وذکر بعض من کتب علی المنهاج أن الشافعي صلی الصبح عند قبره فلم يقنت، فقيل له: لم؟ قال: تأدبا مع صاحب هذا القبر. وزاد غيره أنه لم يجهر بالبسملة. وأجابوا عن ذلك بأنه قد يعرض للسنة ما يرجح تركها عند الاحتجاج إليه كرغم أنف حاسد، وتعليم جاهل ولا شك أن أبا حنيفة كان له حساد كثيرون، والبيان بالفعل أظهر منه بالقول، فما فعله الشافعي رضي الله عنه أفضل من فعل القنوت والجهر (حاشيه ردالمحتار - ابن عابدين - ج١ - الصفحة ٥٩) اِمامِ شافعیؒ؛ حالانکہ وہ (امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ) مر چکے ہیں!!۔ آپ سوچئے تو صحیح! میں کیا کہہ رہا ہوں۔ وہاں جو دوسرے مذہب والے ہیں اپنے مخالف مذہب کے طریقہ کا احترام کر رہے ہیں، اُس کے مرنے کے بعد، اَپنا طریقہ چھوڑ کر؛ اور یہاں کام کا حال یہ ہے کہ معمولی اُصولوں میں ساتھی آپس میں لڑ رہے ہیں، اور کہتے ہیں: کہ آپ غلط ہیں، کہ آپ غلط ہیں۔ میری بات پر غور کیجئے کہ مَیں کیا کہہ رہا ہوں، مَیں نے بہت اچھی اور سچّی مثال پیش کی ہے اور اگر واقعی شُعور ہے کسی میں تو وہ اِس کو سمجھے، اور جب کوئی آدمی شُعور ہی کھو چکا ہو کیا عرض کروں گا، اِس لیے مَیں کہتا ہوں: شُعور کا مُردہ ہوجانا آدمی کا بذاتِ خود مُردہ ہوجانا ہے۔ اَفۡلَحۡتَ لَوۡ نَادَیۡتَ حَیًّا وَلٰکِنۡ لَّا حَیَاۃَ لِمَنۡ تُنَادِیۡ اَپنی پکار میں کامیاب ہوجاتا، اگر تو کسی زندہ کو پکارتا۔ جسے تو پکار رہا ہے وہ اُس میں حیات ہے ہی نہیں۔ مَیں بہت اہم بات عرض کر رہا ہوں، اسلام نے اُمت کی اِجتماعیت کے پیشِ نظر جو وُسعتیں رکھی تھیں مسلمانوں کے تعصب نے اُن وسعتوں کو ختم کیا ہے۔

میری بات توجّہ چاہتی ہے، مَیں آپ سب سے بہت اہم بات عَرض کررہاہوں: اسلام نے مسلمانوں کی اجتماعیت کے پیشِ نظر جو وُسعتیں رکھی تھیں مسلمانوں کے تعصب نے اُن وُسعتوں کو ختم کیا ہے۔اور ہر ایک لڑ رہا ہے اُصول پر، اور مَیں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ: ''بے اُصولی پر لڑنا سب سے زیادہ بے اُصولی ہے''۔ایک صاحب نے آکر حضرتؒ سے کہا کہ: جی! دُعاء کر دیجئے! مَیں حالات کو ٹھیک کرنے کے لیے الیکشن لڑنے جارہا ہوں، دَنگا فساد بہت ہے؛ اِس لیے مَیں نے اِرادہ کیا ہے کہ الیکشن لڑنے کا' آپ میری کامیابی کیلئے دُعاء کر دیجئے؛ اگر مَیں اِس الیکشن لڑنے میں کامیاب ہوگیا تو حالات ٹھیک ہوجائیں گے!۔ حضرت (حضرت جی مولانا یوسف صاحب علیہ الرحمۃ اللہ) نے فرمایا: جب تمہارا اِرادہ پہلے لڑنے کا ہے تو تمہارے سے اصلاح کیسے ہوجائے گی!؟ پوری دُنیا میں چلے جایئے آپ! امریکہ، یوروپ، ہندوستان، پاکستان، جہاں چاہے چلے جاؤ! ایک میئر بھی یہ کہتا ہے کہ مَیں لڑنے جارہا ہوں الیکشن!! اَرے بھئی! تیرا اِرادہ تو پہلے لَڑنے کا ہے' تو تجھ سے کس اصلاح کی' کس خیر کی اُمید کی جاسکتی ہے۔سیاسی لوگ لڑتے ہیں اپنے عہدوں کے لیے اور کام کرنے والے لڑتے ہیں' یا مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ اصلاح کے لئے لڑتے تو اصلاح کے لئے نہ لڑتے، اگر یہ اصلاح کیلئے لڑتے تو نہ لڑتے؛ لَڑنے والا کبھی اصلاح نہیں چاہتا۔اور مَیں آپ سے کہہ چکا ہوں یہ بات؛ کہ لَڑنے کی گنجائش صرف باطِل سے لَڑنے کی گنجائش ہے، مسلمان سے لڑنے کی کہیں شریعت میں گنجائش نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا کہ دوسرا جو بنیادی اُصول بتایا تھا مَیں نے کہ ''اُمت کی اِجتماعیت''۔آپ ﷺ کو حکم ہے کہ ہم نے آپ کو اُن کا دَروغہ نہیں بنایا؛ کہ آپ ڈنڈا لے کے اُن کی اصلاح کریں!! اَرے! اِس کی حیثیت چلے گئی، کون ہے دُنیا میں ایسا جو ڈنڈا لے کر اصلاح کرے ساتھیوں کی یا لوگوں کی؛ ایک ثابت کردے کوئی، اگر محمد ﷺ کے بارے میں یہ کہہ دیا گیا ہے تو آپ ﷺ کے بعد کونسی ایسی شخصیت ہے جو اپنے آپ کو مجاز سمجھے اِس کا حقدار سمجھتی ہو: ذرا غور کیجئے! مَیں کیا کہہ رہا ہوں، کہ ہم اصلاح کریں، حدیث میں آتا ہے کہ اِس کو دوسرے کی آنکھ کا بال نظر آتا ہے اور اِس کو اپنی آنکھ کا شہتیر (چھت کی بڑی لکڑی یا کڑی) اِس کو محسوس نہیں ہوتا۔(**يُبْصِرُ أحدُكم القذَى في عينِ أخيهِ ويَنْسَى الجِذْعَ في عينِهِ أخرجه ابن المبارك في الزهد (212) و ابن حبان (5761)** دوسرے کی آنکھ کا بال نظر آتا ہے کہ یہ فلاں کی آنکھ کا بال ہے' اپنی آنکھ میں شہتیر (اللہ اکبر)۔شہتیر کسے کہتے ہیں؟ یہ جو گاڈر ہوتا ہے نا چھتوں کو روکنے کے لئے اُس کو شہتیر کہتے ہیں؛ چھت کو روکنے میں جو گاڈر لگایا جاتا ہے ڈولے کا یا بَلّی لگائی جاتی ہے یا بِھم ڈالا جاتا ہے اِس کو شہتیر کہتے ہیں۔حدیث میں کیا عجیب بات ہے! کہ دوسرے کی بے اُصولی تو آپ کو

محسوس ہورہی ہے، کہ اُس کی آنکھ کا بال آپ کو نظر آجاتا ہے؛ بہت' بہت معمولی چیز ہے، اور اپنی آنکھ کے اندر شہتیر ہے یہ محسوس نہیں ہورہا ہے؛ جبکہ آدمی کی پَرکھ کا بال ٹوٹ کر اگر آنکھ میں چلا جائے تو آدمی کی آنکھ سُرخ ہوجاتی ہے' ملتار ہتا ہے' رَگڑتا رہتا ہے، آپ دیکھئے! کتنی تکلیف ہوتی ہے اُس کو، جب تک بال نکل نہ جائے آنکھ کی پُتلی سے آدمی کو سکون نہیں ہوتا۔ مجھے اِس بات سے سخت اِختلاف ہے اور دُکھ ہے اِس بات کا کہ لوگ آپس میں لڑ رہے ہیں ایک دوسرے کی اصلاح اور مَیں کیا بتاؤں حضرتؒ کی باتیں آپ کو؛ فرماتے تھے: ''جو آدمی اِس کام کی اصلاح کا اِرادہ کرے گا وہ اِس کام کے دائرہ سے باہر نکل جائے گا''۔ تو میرے بُزرگو' دوستو' عَزیزو! آپ غور کیجئے! سیرت پر، کہ آپ ﷺ کا بے اُصولی کرنے والوں کے ساتھ معاملہ کیا ہوتا تھا۔ معاملہ کیا کیا۔ آپ جانتے ہیں کہ نبی کی بعثت تعلیم کے لیے ہے؛ تعلیم کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کتاب پڑھئے!! علم حاصل کیجئے!! نہیں؛ تعلیم کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی بے اُصولی کرے تو آپ اُس کو اُصول کی تعلیم دیں۔

دو مثالیں ہیں؛ ایک پیشاب کرنے والے کی مسجد میں۔ اور ایک مسجد میں نماز پڑھنے والے کی؛ دونوں چونک گئے۔ پیشاب کرنے والے سے بھی غلطی ہوئی اور نماز پڑھنے والے سے بھی غلطی ہوئی۔ لیکن آپ ﷺ کے طرزِ تعلیم نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ قیامت تک بھی اگر کسی مسجد میں ایسا ہو تو آپ کو چاہیے کہ آپ اُس کو صحیح طریقے کی تعلیم دیں۔ آپؐ کی مسجد میں ایک آدمی نے پیشاب کیا، صحابہؓ دوڑے پیشاب روکنے کے لیے؛ کہ یہ پیشاب نہ کرے، اور ظاہر سی بات ہے کہ پیشاب پورا کرے گا تو گندگی زیادہ ہوگی، اُس نے شروع ہی کیا تھا پیشاب کرنا' صحابہؓ نے روکنا چاہا، فرمایا: اِس کو چھوڑ دو، اُس کا پیشاب بند مت کرو۔ پیشاب کرنے دو اُس کو۔ اُس نے پیشاب مسجد میں پورا کیا۔ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي المَسْجِدِ، فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ، فَقَالَ لهمُ النبيُّ ﷺ: دَعُوهُ وهَرِيقُوا علَى بَوْلِهِ سَجْلًا مِن مَاءٍ، أوْ ذَنُوبًا مِن مَاءٍ، فإنَّما بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ، ولَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ. (صحيح البخاري: 220) آپ سوچئے! کہ اُس زمانہ کی کچی مسجد ہے، پیشاب کرے گا بھی تو پیشاب بہے گا نہیں' مٹی میں جذب ہوجائے گا!! لیکن آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا: اس کو پیشاب پورا کرنے دو، اُس نے پیشاب پورا کیا، کیونکہ بے اُصولی کرنے والے کے ساتھ اگر معاملہ شفقت کا نہیں ہے تو آپ اُس کو تعلیم دے ہی نہیں سکتے، آپ نے اُس کو تعلیم دینے سے پہلے ہی اپنا مقابل بنالیا ہے اُس کو اِلزام دے کر۔ اِس زمانہ میں آپ دیکھیں گے کہ ایک دوسرے کو اِلزام دیتے ہیں اصلاح سے پہلے۔ ہاں! اور یہ حدیث میں صراحتاً کہہ دیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص مُنکر کرنے والے کے علاوہ کسی اور کو اِس کی غلطی کی خبر کسی اور کو کرتا ہے تو یہ آدمی مصلح نہیں ہے۔ اَرے! یہ بہت اہم بات مَیں کہہ رہا ہوں۔ کوئی شخص اگر غلطی کرنے والے کے علاوہ کسی دوسرے سے کہہ رہا ہے کہ فلاں ایسا کر رہا ہے؛ تو یہ آدمی مفسد ہے مُصلح نہیں؛ اِس کو ڈَبل گناہ ملے گا، ایک گناہ ملے گا غیبت کا۔

میری بات توجّہ سے سُنو! جاگ کر، ایک گناہ ملے گا غیبت کا، مُنکر کرنے والے کے علاوہ کسی اور کو اُس کے مُنکر سے باخبر کرنا غیبت ہے۔ ایک گناہ تو غیبت کامل گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ قرآن وحدیث سے یہ بات خوب واضح ہے کہ آدمی اگر غلطی کرنے والے کے علاوہ کسی اور جا کر اس کی اطلاع کرتا ہے تو یہ آدمی مُفسد ہے مصلح نہیں ہے، اگر یہ اصلاح چاہتا تو یہ غلطی کرنے والے سے کہتا۔ مُجاہدِ اُمت اور فِدائے ملت حضرت مولانا اسعد مدنی علیہ الرحمۃ اللہ اَمیرُالہند مولانا ارشد مدنی کے بڑے بھائی بنگلہ دیش تشریف لے گئے، جانا ہوتے رہتا تھا؛ سفر کے دوران کسی مسجد میں نماز پڑھی، راستہ میں نماز پڑھنے لگ گئے، نماز ہو رہی تھی؛ تو جا کر آپ بھی شریک ہو گئے۔ نماز ہو گئی۔ اُس مسجد کے اِمام صاحب نے مجھے خود سنایا یہ واقعہ۔ کہنے لگے مجھ سے: نماز میں مجھ سے قرأت میں کچھ غلطی ہو گئی، اور غلطی بھی ایسی نہیں جو مُفسدِ صلوٰۃ ہو؛ بلکہ ایک جگہ ذرا غُنّہ کر دیا؛ حالانکہ وہ وہاں غُنّہ کرنا نہیں تھا، کوئی ایسی غلطی نہیں ہو مفسد صلوٰۃ ہو، نماز کے بعد حضرتؒ نے مجھ سے کہا کہ: مجھے آپ سے تنہائی میں کچھ کہنا، مَیں ایک طرف آ گیا' اور حضرت سے فرمایا کہ: بتائیے! کیا بات ہے، حضرت کے ساتھ جو لوگ تھے وہ ساتھ کھڑے ہوئے تھے، حضرت نے فرمایا کہ: یہاں نہیں، یہاں تو یہ لوگ ہیں، الگ کوئی جگہ پر چلیں گے۔ پھر ایک طرف کو ہوئے تو وہاں بھی لوگ کھڑے ہوئے تھے' فرمانے لگے: نہیں، تمہارا حجرہ نہیں ہے یہاں، کہا کہ جی! میرا حُجرہ ہے مسجد کے ساتھ؛ فرمایا کہ: اُس حُجرہ میں چلو، حضرت کے جو رُفقاء ساتھ تھے سفر کے اُن کو بھی باہر بٹھا دیا، اب وہ سوچ رہے ہیں کہ یہ کون آدمی ہے، حضرت کا کیا تعلق ہے اِس سے، کمرے میں گئے' دروازہ بند کیا' اِمام صاحب سے فرمایا کہ: آپ نے سورۂ والتین پڑھی ہے، اور اُس میں آپ نے غلط جگہ غُنّہ کر دیا ہے، اور قرآن اِس طرح نہیں اِس طرح پڑھا جاتا ہے۔ مَیں نے کہا: حضرت آپ نے یہ ٹھیک کیا' آپ وہیں بتا دیتے، فرمایا: نہیں، مَیں اگر تمہیں تمہارے مُقتدیوں کے سامنے کہتا کہ تمہاری قرأت میں غلطی ہے، تو تمہارے مقتدیوں کا تم سے اِعتماد ختم ہو جاتا۔ کیا لوگ تھے؛ اللہ اکبر۔ اُمّت میں یوں نماز کی رغبت نہیں ہے، جو پڑھتے ہیں وہ آپ سے بدظن ہو جائیں گے۔ اِس لئے مَیں نے یہ اِہتمام کیا کہ آپ کو آپ کی قرأت میں غیر مفسد صلوٰۃ غلطی کو بتانے کے لئے آپ کو کمرہ میں اِس لئے لایا ہوں تاکہ آپ کو مقتدیوں کے سامنے مَیں آپ کو نہ ٹوکوں، اِس سے ایسا نہ ہو کہ آپ کے مقتدی آپ کی نماز سے بدظن ہو جائیں۔

لیکن یاد رکھنا ہماری بات: جب مسلمانوں میں تعصب پیدا ہو جائے گا، جب ایک دوسرے کی علمی اور عملی خدمات سے حسد پیدا ہو جائے گا تو اِس کا کوئی کام نہیں رہے گا کہ یہ بے چارہ مُنکر کو دیکھے گا کسی کے ..... ہو گا یا نہیں ہو گا لیکن اِس پر شور مچائے گا؛ صرف اِس لیے کیونکہ وہ چاہتا یہ ہے کہ اِس کام کو روکا جائے کہ اِس کام کو چلایا جائے یوں!!۔ مَیں صاف طور پر عَرض کر رہا ہوں۔

جب حسد پیدا ہو جاتا ہے تو واقعی مَیں کہتا ہوں کہ حسد سے بڑھ کر آپس میں فرقے اور آپس میں جماعتیں بننا اصل حسد سے بھی ہوتا ہے۔ مَیں بہت اہم بات عَرض کر رہا ہوں؛ چنانچہ آپ پڑھئے

روایت میں ہے کہ جس نے پیشاب کیا مسجد میں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اِس کو پیشاب پورا کرنے دو۔ جب وہ پیشاب کر کے فارغ ہوا تو اُس کی بے اُصولی کو ساتھیوں کی نظر میں چھوٹا کیا، یہ نہیں کہ مدینہ میں شور ہوتا' کہ فلاں نے مسجد میں پیشاب کیا ہے!! بلکہ اُس کی بے اُصولی کو چھوٹا کیا اور یہ فرمایا صحابہ سے کہ کیا بات ہے، کہ بھئی! پیشاب کیا مسجد میں، ایک ڈول پانی کا بہادو۔ ایک ڈول پانی کا بہادو' بس!۔ کیوں؟ آپ ﷺ نے یہ عمل صرف اِس لیے کیا ہے کہ ایک مسلمان کا کیا مقام ہے، اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کا درجہ بتلانے کے لیے مسجد کے ناپاک ہونے کو معمولی بنایا اور ایک مسلمان کے پیشاب روکنے کی تکلیف کو غیر معمولی بنایا؛ یہ نہیں' کہ مسجد کا احترام کرو اور مسجد کا اَدب کرو اور ایک مسلمان کو تکلیف پہنچائی جائے!!۔ جب ساری دُنیا کی مسجدیں بیت اللہ سے ادنیٰ ہیں اور ایک مسلمان بیت اللہ سے اعلیٰ ہے تو آپ اِس سے اندازہ کر لیجئے کہ اِس مسلمان کو پیشاب روکنے یا ڈانٹ ڈپٹ کرنے کی کہاں گنجائش ہے کیونکہ ایک مسلمان کا درجہ بیت اللہ سے اُونچا ہے۔ تو یہ ہے۔ آپ ﷺ نے بیت اللہ کو مخاطب کر کے کہا تھا: ایک مسلمان کا درجہ تجھ سے اُونچا ہے۔ تیری حُرمت واجب ہے، اور تیری خُوشبو عمدہ ہے' سب کچھ صحیح؛ لیکن پھر تجھ سے کہتا ہوں کہ ''ایک مسلمان کا مقام تجھ سے اُونچا ہے''۔ عن عبد الله بن عمر، قال: رأيت رسول الله ﷺ يطوف بالكعبة، ويقول: »ما أطيبك وأطيب ريحك، ما أعظمك وأعظم حرمتك، والذي نفس محمد بيده، لحرمة المؤمن أعظم عند الله حرمة منك، ماله، ودمه، وأن نظن به إلا خيرا۔ (سنن ابن ماجه، كتاب الفتن باب حرمة دم المؤمن وماله، حديث: 3932)

میرے دُوستو بُزرگو عَزیزو! ہم دین کی تعلیم اور اُصول کی تعلیم دینے میں نبوّت کے طریقہ سے مَیں کہتا ہوں قسم کھا کر سب کے سب اِس سے ہٹے ہوئے ہیں' اُنہیں آپس میں لڑنے کا ایک عنوان ملا ہوا ہے ''اصلاح'' کا اور لڑائی کو اصلاح کا عنوان بنانا فساد ہے اصلاح نہیں۔ سنو! مَیں کیا کہہ رہا ہوں: آپ ﷺ نے فرمایا ایک صحابیؓ سے' بُلا کر سمجھایا؛ فرمایا: مسجدیں تو ذکر و تلاوت کیلئے عبادت کیلئے ہیں' مسجدیں پیشاب خانے کے لئے نہیں۔ ان هذه المساجد لا تصلح لشيء من هذا البول ولا القذر، انما هي لذكر الله عزوجل، والصلاة، وقراءة القرآن، قال: فأمر رجلاً من القوم فجاء بدلو من ماء، فشنّه عليه۔

(رواه مسلم، وأصله في البخاري)

اِس سے زیادہ کچھ ثابت نہیں ہے روایت میں۔ مَیں نے عَرض کیا کہ بے اُصولیاں ہوں گی لوگوں سے۔ اِس لیے کہ یہ فرشتے نہیں ہیں کہ اِن میں کوئی عَیب نہ ہو، اور فرشتے نہیں ہیں کہ یہ نافرمانی نہ کریں۔ یہ فرمایا کہ غلطی کرنے والے کے

ساتھ چند کام ضروری ہیں، پہلا معاملہ: شفقت کا' جو آپ ﷺ نے کیا۔ دوسرا معاملہ: اُس کی غلطی کو چھوٹا بنانے کا؛ فرمایا: پانی کا ڈول بہادو، چھپادو۔ تیسرا کام یہ کیا کہ اُس کو بُلا کر سمجھایا، کہ مسجد' پیشاب پاخانہ کی جگہ نہیں ہے۔ اِس لئے مَیں نے عرض کیا کہ کام کے لیے جو اُصول ہیں اُن اُصول کے لیے لڑنا تو سب سے بڑی بے اُصولی ہے؛ بلکہ مَیں تو سمجھتا ہوں: ''جو آدمی دماغ سے فسادی ہوگا وہ اُصول کے لیے لڑے گا۔ یہ آدمی کے فسادی ہونے کی علامت ہے''۔ آپ یہ مت سمجھئے کہ آپ کو دین کے مٹنے اور بے اُصولی کا بڑا غم ہے' آپ ذہن سے نکال دیجئے۔ جو آدمی اُصول کے لئے لڑ رہا ہے وہ فسادی ہے اور فساد ہی چاہتا ہے۔ اِس لیے میرے دوستو' بُزرگو اور عزیزو! یہ حکم ہے نبی کا، اور یہ حکم ہے آپ ﷺ کی اُمت کو، کہ آپ غلطی کرنے والوں سے درگزر کیجئے۔ اِس لئے کہ غلطی کرنے والے کو صحیح بات کے مذاکرہ کی ضرورت ہے۔ اور مذاکرہ کی ضرورت؛ پھر مذاکرہ کی ضرورت ہے۔ اگر آپ مذاکرہ کر چکے ہیں ایک مرتبہ تو ہمیشہ مذاکرہ کے ہی ضرورت ہے، مواخذہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے' کہ اِس کی پکڑ کی جائے ،نہیں۔ دیکھو! بہت اہم بات کہہ رہا ہوں: مذاکرہ کی ضرورت ہے، بس۔ آپ صحیح بات بتلاتے رہیے، ادب کرتے رہیے، بتلاتے رہیے' ادب کرتے رہیے!! اگر اُس کے مقدر میں تربیت ہے تو مربی اللہ کی ذات ہے آپ مربی نہیں ہیں۔ آپ مذکر ہیں مربی نہیں۔ اللہ مربی ہیں اور بندہ مذکر ہے۔ آپ کے ذمہ تذکیر ہے تربیت اللہ کے ذمّہ ہے۔ نہ آپ تربیت کے اہل ہیں اور نہ آپ کو تربیت کا ٹھیکہ دیا گیا ہے ان کی، کہ ہم تو ان کی اصلاح کے لیے کر رہے ہیں۔تم ان کی اصلاح کے لیے کر رہے ہو تمہاری اصلاح کون کرے گا؟ ہاں! بہت اہم بات عرض کر رہا ہوں: تمہاری اصلاح کون کرے گا؟! اگر تم ان کی اصلاح کر رہے ہو؟۔ اِس لیے فرمایا کہ آپ ان سے درگزر کیجئے اور آپ ان کا مواخذہ مت کیجئے؛ مذاکرہ کیجئے ،اس لیے تذکیر کا حکم ہے اور آپ اِن پر داروغہ نہیں ہیں کہ آپ ان کی اصلاح کے لیے ان پر ڈنڈا اُٹھائیں ؛نہیں۔ اِس لیے فرمایا کہ غلطی کرنے والوں کے آپ (ﷺ) کو پہلا حکم یہ تھا فاعف عنہم۔ اگر فاعف عنہم پر عمل نہیں ہوا، اگر آپ نے اِن کی بے اُصولی سے درگزر نہیں کیا تو آپ ان کو تعلیم نہیں دے سکتے۔ ان کو تعلیم دینے کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ آپ اِن سے درگزر کیجئے۔ آپ ان کے قریب ہوئیے۔ بہت اہم بات عرض کر رہا ہوں۔ لوگ الگ ہو کر اصلاح کرنا چاہتے ہیں حالانکہ یہ چاہئے کہ جو آپ کی اصلاح کرنا چاہتا ہو؛ مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: جس کو تم بے اُصولی کرتے دیکھو اُس کے اتنا قریب ہو جاؤ کہ تمہیں اِس بات کا یقین ہو جائے کہ یہ آپ کی بات کا انکار نہیں کرے گا قبول کر لے گا۔ آپ اُس کی مالی خدمت اور اُس کی جانی خدمت کیجئے، اُس پر تم اِتنے احسانات کر دو کہ تمہیں اِس بات کا یقین ہو جائے کہ

اب اِس کا مجھ سے تعلق اِتنا ہو گیا ہے کہ یہ اب میری بات کا انکار نہیں کرے گا، اُس کی غلطی کی اصلاح جب کرو جب تمہارا تعلق اُس سے اپنوں سے زیادہ ہو جائے۔

دیکھو میرے دوستو عزیزو! صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑی بڑی غلطیاں ہوئیں۔ اِتنے مواقع ایسے ملیں گے آپ کو سیرت میں، کہ عُمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی کہ مَیں اِس منافق کو قتل کر دوں!۔ دیکھو تو صحیح! زید ابن سعنہ نے جب آپ کا گریبان پکڑا اور آپ کو دھکہ دیا، اور آپ سے اپنے حَق کا مطالبہ قرض کی ادائیگی کی مدت سے تین دن پہلے کیا؛ حضرت عمرؓ نے چاہا کہ اِسے پکڑ لوں، لیکن اُصول یہ بتایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کہ ایک تو اِس زمانہ کی گندی سیاست کا اُصول ہے، کہ اپنے حمایتی کا ساتھ دو، اور اپنے مقابل سے مقابلہ کرو؛ اِس سے پارٹیاں بنتی ہیں اُمّت نہیں بنتی۔ مقابل کا مقابلہ کرنا اور حمایتی کا ساتھ دینا، یہ سیاسی مزاج ہے، کہ جو ہمارا ساتھ دیں گے' ہم اُن کا ساتھ دیں گے۔ جو ہمارا مقابلہ کریں گے ہم اُن کا مقابلہ کریں گے' یہ سیاسی مزاج ہے۔ لیکن نبوّت کا مزاج یہ ہے کہ جو آپ کا ساتھ دیں اُن کو آپ دبائیں، اور جو آپ کا مقابلہ کریں آپ اُن کو نوازیں۔) آپ دیکھئے تو صحیح! زید ابن سعنہ جب آپ کو دھکہ دیا اور آپ کا گریبان پکڑا، اور آپ کو بد معاملہ کہا تو حضرت عمر نے تلوار نکالی کہ مَیں اِسے قتل کر دوں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو دبایا؛ بجائے اِس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عُمرؓ سے خوش ہوتے، کہ مجھ سے محبت کرنے والے ہیں، فرمایا: ''عمر! تم نے یہ کیا کِیا!! تمہیں چاہیے تھا مجھ سے کہتے مَیں اِس کا حَق ادا کرتا''۔ کتنی بڑی بات ہے۔ اگر آج کوئی آدمی ایسا کرے گا تو لوگ اُسے بے عقل اور ناسمجھ اور بُدھو کہیں گے کہ یہ بڑا بے وقوف آدمی ہے، اِن کے اپنے آدمی اِن پر جان دیتے ہیں اور یہ اپنے آدمیوں کو دباتے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اُصول یہ ہے کہ اَجنبیوں کو نوازنا' اَپنوں کو دبانا۔ آپ نے حُنین کے جتنے غنائم آئے تھے سارا مال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار اور مشرکین میں تقسیم کیا، مکہ مکرمہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنھوں نے نکالا ہے اُن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال خرچ کیا۔ انصار پر مال خرچ نہیں کیا، یہ بتانے کے لئے کہ تالیفِ قلب کے محتاج پُرانے نہیں ہوتے، تالیفِ قلب کا محتاج نیا آدمی ہوتا ہے۔ اگر کوئی پُرانا یہ کہتا ہے کہ مجھے پوچھا نہیں گیا' مَیں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ آدمی نیا ہے پُرانا نہیں ہے۔ شکایت ہے لوگوں کو یہ کہ پوچھتے ہی نہیں ہیں!!؟۔ ہمیں بتلاتے ہی نہیں ہیں۔ مشورہ ہوا ہمیں نہیں بلایا گیا۔ بیان ہوا ہمیں نہیں پوچھا گیا؛ اچھا!!۔ اگر آپ تالیفِ قلب کے منتظر ہیں تو آپ بالکل تبلیغ میں نئے آدمی ہیں پہلے دن آپ آئے ہیں۔ ورنہ میرے دوستو عزیزو! مخلصین کی علامت یہ بیان کی گئی کہ مخلصین وہ لوگ ہوتے ہیں کہ اگر وہ غائب ہو جائیں تو کوئی اُن کو تلاش نہ کرے۔ یہ مخلصین کی علامت ہے۔ جو اللہ کے یہاں مقبول (پسندیدہ) ہوتے ہیں وہ بندوں میں مبغوض (ناپسندیدہ) ہوتے ہیں؛ جو بندوں میں مقبول ہوتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری تو قبولیت

انسانوں میں سے ایسے لوگ عند اللہ مقبول نہیں ہو سکتے۔ مَیں یہ بہت اہم بات عَرض کر رہا ہوں۔ اِس لیے کہ: شُہرت رقبولیت میں بڑا فرق ہے۔ آدمی مشہور ہو مقبول ہو یہ ضروری نہیں ہے؛ مشہور ہونا ہوتا ہے بندوں کے درمیان اور مقبول ہونا ہوتا ہے اللہ کے یہاں۔ اِس لیے شُہرت سے قبولیت کا دھوکہ بھی لگ جاتا ہے۔ ورنہ حدیث میں آتا ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ لوگ اُنہیں دروازوں سے دھکے دیتے ہیں اور لوگ اُن کی پَرواہ نہیں کرتے، حالانکہ اللہ کے نزدیک اُن کا درجہ اور مقام یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی بات میں قسم کھا بیٹھیں، تو اللہ اُن کے کہنے پر اُن کی چاہت پر اُن کی قسم کو پورا کردیں۔ (أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: رُبّ أشعثَ أغبرَ مدفوعٍ بالأبواب، لو أقسم على الله لأبره، مسلم شریف)

اُن کی چاہت کے مطابق فیصلہ کریں؛ اللہ کے یہاں اُن کا یہ مقام ہے۔ تو ہم نے عَرض کیا کہ اُصولی بات تھی، کہ **فاعف عنهم** آپ درگزر کیجئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عُمرؓ کو دبایا، کہ عُمر! تم نے یہ کیا کِیا؛ تمہیں چاہئے تھا اِس کو اِس کا حق دیتے! اور اِس کو مطالبہ کرنے کا اسلام نے طریقہ بتلادیا، اِسلام میں اپنے حَق کے مطالبہ کا طریقہ یہ ہے، فرمایا کہ: جاؤ! اُس کو اُس کا حَق دو، اور اُس کو اُس کے قرض کے علاوہ ۲۰ صاع کھجوریں مزید دینا۔ احسان کا وقت وہ ہے جس وقت آپ کو کوئی ستا رہا ہو۔

اِس کے علاوہ ایک موقع پر تو ایسا ہوا کہ حاتم ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کے اِرادہ کو اور آپ ﷺ کی مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کی تیاری کی مشرکین کو اس کی خبر کردی۔ (نعوذ باللہ) جاسوسی نہیں کی؛ مگر بظاہر جاسوسی کی، سنو! مَیں کیا کہہ رہا ہوں؛ ایک مسلمان! کافروں کو اطلاع کرے اِس بات کی کہ مسلمان مکہ پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں، مَیں سمجھتا ہوں کہ مجھے نہیں ملا کہ سیرت سے کوئی اِس سے زیادہ بڑی غلطی واقع ہوئی ہو؛ ہم تو بہت جلدی یہ فیصلہ کر لیتے ہیں کہ یہ جو فلاں صاحب ہیں نا! یہ ہماری جماعت کا آدمی نہیں ہے۔ مجھے بہت دکھ ہے اِس بات پر کہ اختلاف جب پیدا ہو جاتا ہے تو پھر کسی کو بھی متّہم کرنے کے لیے کوئی رُکاوٹ باقی نہیں رہتی۔ بہت اہم بات ہم آپ سے عَرض کر رہے ہیں۔ جب اختلاف پیدا ہو جائے گا تو آپ جس کو چاہیں جب چاہیں متّہم کریں، کہ یہ اِن کی پارٹی کا آدمی ہے، یہ اُن کی پارٹی کا آدمی ہے۔ صبح کو ایک پارٹی میں ہوگا شام کو ایک پارٹی میں ہوگا، اُس کے غصہ میں آکر مَیں کیا کروں؟ کہاں جاؤں!؟ آپ اپنی تنگ نظری اور آپ اپنی عصبیت کی بیماری کی وجہ سے آپ ایک مسلمان کے بارے میں یہ کہیں گے کہ یہ ہماری جماعت کا آدمی نہیں ہے۔

- قرآن تو یہاں تک کہتا ہے کہ اگر کوئی مشرک جس کو تم مشرک سمجھ رہے ہو کافر سمجھ رہے ہو اگر وہ مشرک تمہیں ملے اور وہ تمہیں کہے **السلام علیکم** تو تم اُس سے بھی یہ مت کہنا کہ تو مسلمان نہیں ہے!!۔ کیوں اُس سے یہ مت کہنا؟ قرآن کی آیت کا ترجمہ کیا ہے!!۔ اللہ تعالیٰ نے سارے ایمان والوں کو مخاطب کرکے کہا: **یاایھا الذین اٰمنوا** (اے

ساری دُنیا میں بکھرے ہوئے مسلمانو!) **اذا ضربتم فی سبیل اللہ** (جب تم اللہ کے راستہ میں جماعت میں نکلے ہوئے ہو) **فتبینوا** (تو دیکھو! ذرا' دھیان' توجہ کے ساتھ چلنا)، ایسا نہ ہو کہ کوئی آدمی تم سے کہے: **السلام علیکم**، تم جواب میں یہ کہہ دو کہ تم مؤمن نہیں ہو، کہو بھئی! کس لیے؟ کہ چھوٹا سا بکریوں کا ریوڑ اُس کے ساتھ ہے' اور آپ کو یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ یہ اپنی بکریوں کی حفاظت کے لیے سلام کیا ہے' تاکہ ہم حملہ کر کے اِس کے بکریوں کو مالِ غنیمت نہ بنائیں۔

اللہ نے اِس پر قرآن نازل کیا، کہ جس طرح یہ بکریوں والا اپنے ایمان کو چھپانے کے لیے تمہیں سَلام کر رہا ہے، فرمایا: تمہارا حال بھی تو یہی تھا، سوچو آپ! تمہیں جب کام مل گیا ہے اور تمہیں فتوحات حاصل ہو گئی ہیں، اور مدینہ تمہارا مرکز بن گیا ہے؛ اب تم باہر نکل کر یہ کہتے ہو لوگوں سے کہ تم ہماری جماعت میں سے نہیں ہو!!۔ مَیں تو اِس آیت سے حیران ہو گیا پڑھتے پڑھتے۔ اللہ تعالیٰ نے اگر تم پر احسان کر دیا' تمہاری اِجتماعیت کو بَرقرار کر کے' اور تمہاری اکثریت کو بَرقرار کر کے' اور تمہاری مرکزیت کو قائم کر کے' اور اللہ نے تم پر اِحسان کر دیا تو تم بھول گئے اپنا وہ زمانہ جب تم مکہ میں کفار سے اپنے ایمان کو چھپاتے تھے۔ اگر آج تمہیں کوئی مسلمان مل جائے' جو اپنے ایمان کو چھپا رہا ہے تو تم یہ کہتے ہو **لست مؤمنا**' کہ تم مؤمن نہیں ہو!!۔ **کذالک کنتم من قبل**، اَرے! تمہارا بھی کل حال یہی تھا جو آج اِس کا ہے؛ قرآن کہہ رہا، **فتبینوا**۔ مَیں نے بہت اہم اِشارہ' بَڑی اچھی مثال دی ہے آپ کو، وہاں جو ہے ایک کافر کو اِس خیال سے کہ یہ کافر ہے، اور اِس کی بکریوں کی حفاظت کے لیے سَلام کر رہا ہے' آپ نہیں کہہ سکتے **لست مؤمنا** (کہ آپ مؤمن نہیں ہیں)۔ کہاں حکم آیت کا' اور کہاں مسلمان' گرتے گرتے گرتے یہاں پہنچ گیا کہ کل جو اِس کے ساتھ کام کرتے تھے آج یہ کہتے ہیں کہ یہ ہماری جماعت کے آدمی نہیں ہیں۔ کل جن کے ساتھ کام کرتے تھے نا! آج کہتے ہیں: یہ ہماری جماعت کے آدمی نہیں ہیں!!۔ کل تک جو اِن کے ساتھ کام کرتے تھے؛ آج کہتے ہیں''یہ ہماری جماعت کے آدمی نہیں ہیں''۔ قرآن تو یہاں تک کہہ رہا ہے کہ تم کسی کافر کو کافر مت کہو۔ لو! تم کسی کافر کو کافر مت کہو۔ اور یہ یہاں پہنچ گئے ہیں' کہ یہ کل کے اپنے ساتھیوں کو کہتے ہیں کہ یہ ہماری جماعت میں سے نہیں ہیں۔ تو مَیں ایک بات کہہ رہا تھا کہ یہ کام کو نقصان پہنچا رہے ہیں، مَیں کہتا ہوں: یہ شیطان کا وَسوَسہ ہے' کہ یہ کام کا نقصان ہو رہا ہے، اور ہو گئی بات۔ حدیث میں آتا ہے: اگر کوئی آدمی مسلمانوں کے حالات کو دیکھ کر یہ کہہ دے کہ لوگ ہلاک ہو رہے ہیں' حدیث کہتی ہے: لوگ ہلاک ہو گئے کہنے والا سب سے زیادہ ہلاکت میں ہے۔

چنانچہ روایت میں ہے کہ حاطب ابن بلتعہ نے خط لکھا مکہ والوں کو' کہ محمد ﷺ تم پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں۔ اِدھر یہ خط چلا، اُدھر آسمان سے وحی آ گئی آپ ﷺ پر، کہ ایک عورت یہ خط لے کر روانہ ہوئی ہے' اور ابھی روضۂ خاخ پر' وہاں سے گزر رہی تھی، آپ ﷺ نے فوراً دو صحابہؓ کو بھیجا ایک گھوڑا دے کر' کہ جاؤ! ایک عورت تمہیں ملے گی فلاں مقام

پر، اُس سے خَط لے کر آؤ!۔ گئے، جا کر اُس سے کہا: خط نکالو، اُس نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، کہ نہیں، خط نکال دے، اللہ کے نبیؐ کی بات سچی ہے۔ اُس نے اپنے بالوں میں سے خط نکال کر دیا، وہ آ کر کھلا خط، اُس خط میں لکھا ہوا تھا کہ محمد ﷺ تم پر ایسا سیلاب لے کر آ رہے ہیں صحابہؓ کا اور ایسا جَیش لے کر آ رہے ہیں کہ تمہیں بہا کر لے جائے گا وہ، تمہاری بوٹیاں بنا دے گا۔ حاطب نے عَرض کیا: یارسول اللہؐ! میری بات سنئے! اللہ کی مدد آپ کے ساتھ حَق ہے۔ اگر سارے کفار کو بتا دیا جائے کہ ہم تیاری کر رہے ہیں تم پر حملہ کی اور وہ تیاری کر لیں آپ کے مقابلہ میں، تب بھی اللہ آپ کو غالب کر کے رہے گا، آپ کی تو مدد حَق ہے۔ حاطب تم نے ایسا کیوں کیا؟ کہنے لگے: یارسول اللہ ﷺ! میری کمزوری ہے۔ کیا بات ہے؟ کہ بات یہ ہے کہ مَیں نے کفّارِ مکّہ پر اِحسان کیا ہے اُن کو اِس کی اطلاع کر کے، تا کہ وہ میرے احسان کے بدلہ میں میرے بچوں کی حفاظت کر لیں، میرے بچوں کو وہاں کوئی دیکھنے والا نہیں ہے۔ ایک آدمی اپنے اندر کے اعتبار سے کمزور ہے اور اُس سے کوئی بے اُصولی اپنی طبیعت کی کمزوری کی وجہ سے ہو جاتی ہے، آپ کہتے ہیں: کہ نہیں؛ یہ تو کُفّار سے مِلا ہوا ہے!۔ آپ کہتے ہیں کہ نہیں؛ یہ تو جاسوس ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ نہیں؛ یہ تو منافق ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ نہیں؛ یہ دُشمن کا آدمی ہے ہمارا آدمی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے اُن کے عُذر کو قبول کیا، فرمایا: عُمر! حاطب ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ایک آدمی آپ کے ساتھ رہتے ہوئے، آپ کے دُشمن جس کی دُشمنی اللہ نے بیان کی ہے قرآن میں، آپ کا آدمی، آپ کے ساتھ رہ کر، آپ کی تمام اندر کی خبریں دُشمن کو پہنچا رہا ہے اور آپ اُس کا عُذر قبول کر رہے ہیں!۔ آپ ﷺ اُس کا عذر قبول کر رہے ہیں؛ فرمایا: عُمر! حاطب ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ فرمایا: آپ اجازت دیجئے! مَیں اِسے قتل کر دوں؛ فرمایا: تم اِسے قتل کیسے کر سکتے ہو، یہ تو بدری صحابیؓ ہے، جن کا نام ایک مرتبہ قربانی دینے والوں میں لکھ دیا جاتا ہے وہ نام وہاں سے کبھی ہٹتا نہیں، چاہے اُن سے کتنی بڑی بے اُصولی ہو جائے۔ اور آپ یہ چاہتے ہیں کہ: بے اُصولی کرنے والوں کو نکال کر الگ کر دیا جائے؛ تا کہ کام ٹھیک ہو جائے، عجیب بات ہے!!۔

ایک علاقہ کی شوریٰ بن رہی تھی، تو ہوتا نا اِختلاف؛! کہ فلاں کو لو فلاں کو نہ لو، تو اُن میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے مشورہ میں، کھڑے ہو کر کہنے لگے: پہلے آپ یہ بتائیے کہ جن لوگوں کو شوریٰ میں لینا ہے وہ کیسے ہونے چاہئیں؟!۔ تو ایک سوال کیا ایک صاحب نے کھڑے ہو کر، جو پُرانے ذمہ دار ساتھی تھے، مَیں نام نہیں لیتا، کہنے لگے: پہلے آپ یہ بتائیے! کہ جنہیں شوریٰ میں لینا ہے وہ کیسے ہونے چاہئیں؟ مَیں نے کہا: پہلی شَرط یہ ہے کہ وہ فرشتے ہونے چاہئیں۔ باقی شرائط بعد میں دیکھیں گے، پہلی شَرط یہ ہے کہ شوریٰ کے حضرات سب فرشتے ہونے چاہئیں، یہ پہلی شَرط ہے۔ وہ بے چارے خاموش ہو کر بیٹھ گئے، مَیں نے بہت پوچھا اُنہیں، بولئے تو صحیح! کہنے لگے: نہیں نہیں۔ اُن کا خیال یہ تھا کہ ایسا آدمی ہونا چاہیے جس میں کوئی عیب نہ ہو! مَیں نے کہا وہ تو فرشتے ہو سکتے ہیں، مخلوق میں فرشتے ہیں جو عیوب سے پاک ہیں۔ مَیں نے کہا: اِس کے علاوہ تو اور کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اگر آپ اِنسانوں میں سے مشورہ میں لینا چاہتے ہیں تو اُن

میں عیوب ہوں گے، اور اگر آپ بغیر عیب والی شوریٰ چاہتے ہیں تو پھر فرشتے چُن چُن کر اُن کی جو ہے شوریٰ بنائی جائے، تا کہ کام صحیح شروع ہو۔ جی ہاں!۔ تو وہ کہنے لگے صاحب! کہ جی: مجھے تو جواب مل گیا۔ آپ کہہ رہے ہیں کہ فرشتہ ہونا چاہئے۔ تُو مَیں نے عَرض کی ہے ایک بات: یہ اُصولی بات ہے، کہ ساتھیوں سے غلطیاں ہوتی ہیں؛ لیکن دو کام کرو: (۱) غلطی کی اچھی تاویل کرو؛ تا کہ مسلمان کا گناہ ثابت نہ ہو۔ (۲) غلطی کرنے والے کے عُذر کو قبول کرو۔ اعتراض کرنے والے کے عُذر کو بھی قبول کرنا چاہیے۔ معترض کے عُذر کو بھی قبول کرنا چاہیے، یہ نہیں کہ معترض کو باہر نکال دو۔ وہ تو موسیٰ علیہ السلام نے یہ کہہ دیا تھا کہ اگر مَیں نے اِس کے بعد سوال کیا تو بس پھر میرے آپ کے درمیان جُدائی ہو جائے گی۔ اگر یہ نہ کہتے؛ آپ ﷺ نے فرمایا: صحیح روایت میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے تو اور بھی عجائب دیکھتے۔ اگر صبر کرتے تو اور بھی عجائب دیکھتے، لیکن خود کہہ دیا موسیٰ علیہ السلام نے **قَالَ إِن سَأَلْتُکَ عَن شَیْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِیْ قَدْ بَلَغْتَ مِن لَّدُنِّیْ عُذْراً** (سورۃ الکھف، آیت: ۷۶) اگر مَیں نے اِس کے بعد آپ پر اعتراض کیا تو آپ مجھے اپنے پاس مت رکھئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت موسیٰؑ نے جلدی کی، اگر صبر کرتے تو اور بھی عجائب دیکھتے۔ مَیں عَرض کرنا چاہتا ہوں کہ مُعترف کے عُذر کو قبول کرو۔ اور غلطی کرنے والے کے عُذر کو بھی قبول کرو۔

مُعترض سے اِعراض کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ جو ہے نا **اعرض عن الجاهلين**، لوگ اِس میں سمجھتے ہیں کہ جاہلوں سے اِعراض...!! نہیں؛ **اَعْرِض عَنِ الْجَاهِلِيْنَ** سے صرف کُفّار مراد ہیں۔ اور اِس کا بھی یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کفار سے رُخ پھیر لیجیے!۔ اِعراض کیجئے!؛ نہیں۔ اعراض مُراد نہیں ہے بلکہ **اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْن** کا مطلب یہ ہے کہ آپ اِن سے بھڑیئے مت!۔ مَیں بہت اہم بات کہہ رہا ہوں۔ ورنہ محمد ﷺ تو ہر انسان کو جہنّم سے بچانے کے لیے آئے ہیں، اگر وہ کُفّار سے اعراض کرتے تو خیر کیسے بٹتا، آپ ﷺ کی بعثت کا مطلب کیا ہوتا؟۔ **وَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ**: آپ ان سے بھڑیئے مت! بحث نہ کیجئے! اپنی بات رکھئے اِن کے سامنے، اور بس!۔ تو مَیں عَرض کر رہا تھا کہ ایک حکم یہ ہے، کہ آپ ہر ایک نہ نکلنے والے کے عُذر کو قبول کر رہے ہیں۔ ایسی بے شمار مثالیں ہیں حدیثوں میں کہ آپ ﷺ نے غلطی کرنے والے کے عُذر کو قبول کر لیا۔ اِس لیے کہ اگر آپ غلطی کرنے والے کے عُذر کو قبول نہیں کریں گے تو آپ مجرم ہیں۔ اور غلطی کرنے والے کی غلطی کے اِعتراف کے بعد اُس کو معاف نہ کرنا یہ آدمی کے اندر تعصب کی علامت ہے۔ جب تعصب پیدا ہو جاتا ہے تو آدمی معاف کرنے کو اچھا نہیں سمجھتا؛ بلکہ میں عَرض کرتا ہوں: تکبّر ہمیشہ معاف کرنے سے روکتا ہے۔ جی ہاں! تکبّر روکتا ہے۔ تو کیا کرنا ہے، کہ ہم نے معاف کر دیا تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نیچے آ گئے۔ ہاں! کیسی اُلٹی سوچ ہے لوگوں کی۔ معاف کرنے کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنی غلطی مانگی ہے۔ حالانکہ اُصولی بات یہ ہے

کہ وہ آدمی مخلوق کو معاف کرنا پسند نہیں کرے گا جو خالق سے اپنے لیے معافی کو نہیں چاہے گا۔ جو آدمی خالق سے اپنے لئے معافی نہیں چاہے گا وہ مخلوق کو معاف کرنا پسند نہیں کرے گا۔ فَاعْفُوْ اَوْ اصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ، (سورۃ النور، آیت:۲۱) (کہ تم معاف کردو، درگزر کردو، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کردے)۔ معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کے اپنے گناہوں کی معافی دوسروں کو معاف کرنے میں ہے۔ ہاں!۔ اپنے گناہوں کی معافی دوسروں کو معاف کرنے میں ہے۔ تو مَیں نے عَرض کیا کہ غلطیاں ہوں گی ساتھیوں سے۔ مَیں بہت اچھی طرح' آپ کو بار بار کہہ رہا ہوں؛ کہ یہ آپ کے اپنے اندر کی تنگ نظری' تنگ دلی ہے کہ آپ اُصول کو لے کر لڑ رہے ہیں، آپ کو اُصول مقصود نہیں؛ آپ کو لڑنا مقصود ہے۔ جو آدمی لڑنا چاہتا ہے وہ مُقابل کے اندر عیوب تلاش اور لڑنے کی وجوہات تلاش کرتا ہے، کہ لڑنے کی وجوہات تلاش کی جائے۔ اِس لیے فرمایا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ مسلمان کا گناہ ثابت نہ ہونے دو۔ ماعز اسلمیؓ نے چارمرتبہ اپنے بارے میں زنا کا اقرار کیا؛ چاروں مرتبہ آپ نے اُن سے رُخ پھیرا۔ فرمایا: نہیں، جاؤ! تم نے زنا نہیں کیا۔ چارمرتبہ کہا کہ میں نے زنا کیا ہے' لیکن آپ ﷺ اِس کوشش میں ہیں کہ مسلمان کا گناہ ثابت نہ ہو؛ ہم اِس کوشش میں رہتے ہیں کہ مسلمان کا گناہ ثابت ہوجائے۔ یہ باتیں جب ہوتی ہیں' جب آدمی میں عُجب پیدا ہوجاتا ہے تو وہ دوسرے کو گناہ گار ثابت کرنا چاہتا ہے' اپنی خود پسندی کیلئے اور اپنے آپ کو اُس سے بہتر ثابت کرنے کی، اصل وجہ یہ ہے۔

مسلمان کا گناہ ثابت کرنے کی کوشش وہ کرتا ہے جس کے اندر عجب پیدا ہوجاتا ہے۔ جس میں عجب پیدا ہوجاتا ہے' کہ ہم ان سے بہتر جب ہی ہوسکتے ہیں جب اُن کو ہم اپنے سے بدتر ثابت کریں۔ اِس لئے ایک دوسرے کی غلطیوں کو اُچھالنا اور ایک دوسرے کے عیوب کو بیان کرنا یہ اِس لیے ہوتا ہے' تاکہ ہم کسی طرح اِن سے بہتر ہوجائیں۔

اِس لیے میرے دوستو بزرگو اور عزیزو! یہ مَیں نے عرض کیا تھا کہ یہ ہیں آپس کی اِجتماعیت کے اُصول۔ اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرتیں جو اُترتی ہیں' مَیں شروع سے کہہ رہا ہوں کہ اُس کے دو سبب ہیں: (۱) اِنفرادی دعوت؛ اور (۲) آپس کی اِجتماعیت۔ آپس کی اجتماعیت کے لیے بتائے گئے تھے یہ کام، کہ درگزر بھی کریں اور غلطی کرنے والے کی غلطی کی اچھی تاویل کریں۔ اچھی تاویل کیجئے' کہ نہیں، مسلمان ایسے نہیں کرسکتا۔ چنانچہ آپ دیکھیں ایک روایت میں ہے، اُس نے چوری کا اِعتراف بھی کرلیا، کہ جی! مَیں نے یہ اونٹ چُرایا ہے؛ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اونٹ سب ایک شکل کے ہوتے ہیں، تم اپنا سمجھ کر کھول رہے ہوں گے، لوگوں نے تمہیں چُور کہہ دیا، وہ کسی اور کا اونٹ تھا، فرمایا: نہیں' نہیں، مَیں نے کسی اور کا سمجھ کر نہیں چُرایا۔ فرمایا: بُلاؤ! جلاّد کو اس کا ہاتھ کاٹنے کے لیے۔ جلاد آگیا، تیل گرم کیا گیا، تاکہ خون روکا جاسکے، حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینے سے اُٹھ کر چلے گئے، اور کہہ کر گئے کہ جب تک مَیں واپس نہ آجاؤں کوئی کام مت کرنا۔ کچھ دیر بعد واپس آئے، آکر چور سے پوچھا: کیا آپ نے چُوری کی ہے، ہاں!۔

جو آدمی ایک مرتبہ اِعتراف کر چکا ہے چُوری کا' اور اُس کے لیے جلاد کو بلا لیا گیا ہے اور لوگ منتظر تھے کہ حضرت علیؓ حکم فرمائیں اِس کا ہاتھ کاٹ دیا جاوے۔ روایت میں ہے' حضرت علیؓ نے آکر پوچھا: اُس چُور سے کہ کیا آپ نے کوئی چُوری کی ہے، اُس نے کہا: نہیں، مَیں نے کوئی چوری نہیں کی ہے۔ آپ سوچئے تو صحیح! ۔شریعت کا حکم ہے، اور وہ آدمی نے اعتراف کرلیا ہے چُوری کا، اُس نے کہا کہ نہیں' چُوری نہیں کی ہے۔ حضرت علیؓ نے اُس کو چھوڑ دیا، جاؤ! تم۔ فرمایا: اے امیر المؤمنینؓ! یہ آپ نے کیا کِیا؟ ۔ اُس نے اِعتراف کیا' آپ نے جلاد کو بلالیا' اُس نے اِنکار کر دیا آپ نے چھوڑ دیا کیوں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: مَیں نے اُس کو پکڑا تھا اُس کے اِعتراف کی وجہ سے، اُس کو چھوڑ دیا اُس کے انکار کی وجہ سے، کیا کریں، بات ختم۔ مَیں کہنا یہ چاہتا ہوں: ساتھی اِس بات پر لَڑتے ہیں' جھگڑتے ہیں' کہ نہیں؛ آپ نے غلطی کی ہے، آپ نے غلطی کی ہے، وہ کہہ رہا ہے: مَیں نے نہیں کیا ہے، آپ کہہ رہے ہیں اعتراف کر چکے ہیں، اب آپ اِنکار کر رہے ہیں' کہ اب انکار کر رہا ہے قبول کرلو۔ حالانکہ اللہ کے حُدود ہیں یہ۔ یہ اللہ کے حدود ہیں جنہیں قائم کرنا فرض ہے اِمام کے ذمہ۔ لیکن حضرت علیؓ فرما رہے ہیں: جاؤ! تمہاری چھٹی، کیونکہ تم یہ انکار کر رہے ہو چُوری کا' ہم نے تمہیں پکڑا تھا اعتراف پر' ہم چھوڑ رہے ہیں تمہیں انکار پر۔ (حیاۃ الصحابہؓ)

پیارے دوستو عَزیزو! یہ داعی کا مزاج تھا' اَب ختم ہوگیا۔ یہ داعی کا مزاج تھا کہ سب سے پہلے اِس کے دل میں وُسعت پیدا کی گئی تھی۔ کیونکہ تنگ دلی سے فرقے بنتے ہیں اُمّت نہیں بنتی۔

فرقہ بنے گا' فرقہ کا فرقہ بنے گا، جماعت بنے گی' جماعت کی جماعتیں بنیں گی، صرف مسلمانوں کی تنگ دلی کی وجہ سے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ یہاں تک فرماتے ہیں: مسلمانوں میں جتنے فرقے بنے ہیں وہ مسلمانوں کی تنگ دلی کی وجہ سے بنے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کے تعصب کی وجہ سے، کہ جتنے فرقے بنے ہیں مسلمانوں میں وہ مسلمانوں کے تعصب کی وجہ سے بنے ہیں۔ اِس لیے میرے بزرگو عَزیزو! یہ آپ سے درخواست ہے، کہ بے شک! آپ کے اُصول ہیں، مگر اُصول کے لیے لڑنا سب سے بڑی بے اُصولی ہے۔ اُصول جو جَڑیں ہیں نا جَڑیں! اُصول کو جڑیں کہا جاتا ہے: اُصول کی حفاظت کرو، اُصول کے ساتھ نرمی اختیار کرو۔ اُصول نرمی کے ساتھ سمجھائے جاتے ہیں۔ اُصول تھوپے نہیں جاتے؛ بلکہ اُصول سمجھائے جاتے ہیں۔ اُصول سمجھائے جاتے ہیں۔ اِس لئے! ہمیں چاہئے کہ ساتھیوں کا اِکرام کریں۔ اور ہر حال میں اِجتماعیت کو قائم رکھیں۔ بے اُصولی ہوگئی' کیا بات ہے!!۔ بے اُصولی ہوتی' ہُوا کرے' آپ کے ذمہ اُصول کی ترغیب دینا' اور اُس کو یاد دلانا آپ کے ذمہ ہے بس!، اِس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ اِس لیے کہ میرے دوستو بزرگو اور عزیزو! ساری خیریں وہ آپس کی اجتماعیت کے ساتھ ہیں؛ فرمایا: **يد الله على الجماعة** (اللہ کا جو ہاتھ ہے،

یعنی اللہ کی جو تائید اور مدد ہے وہ جماعت کے ساتھ ہے) (عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: **لا يجمع الله هذه الأمة على ضلالة أبداً قال يد الله على الجماعة فاتبعوا السواد الأعظم فإنه من شذّ شذّ في النار۔** ترمذی: ۲۱۶۷) (کہ اللہ کی تائید جماعت کے ساتھ ہے) اور جماعت یوں کہیں کہ جماعت صرف اجسام کا جمع ہونا نہیں ہے، جماعت کہتے ہیں قلوب کے جمع ہونے کو'۔ ورنہ اجسام کا جمع ہونا اور قلوب کا جمع نہ ہونا یہ کفار کی صفت ہے۔ **تَحْسَبُهُمْ جَمِيعاً وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى،** (سورۃ الحشر، آیت: ۱۴) یہ کُفّار کے لیے فرمایا' مسلمان کے لیے نہیں ہے، یہ مثال' کہ آپ اِنہیں جمع رکھتے ہیں' لیکن دل ان کے پھٹے ہوئے ہیں، کہ نہیں۔ مسلمان اگرچہ اجسام کے اعتبار سے مجتمع نہ ہوں لیکن مسلمانوں کے قلوب مجتمع ہیں اور کفار چاہیں اجسام کے اعتبار سے جمع ہوں لیکن دل اُن کے منتشر ہیں۔ اِس لئے میرے دوستو عزیزو! اجتماعیت کے اُصول اَپناؤ۔ اِجتماعیت کے اُصول اپناؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیروں پر احسان کرکے اپنے صحابۂ کرامؓ کو اِس کی تعلیم دی ہے، کہ اگر تم اُمت بنانا چاہتے ہو تو اُمت بننے کے لیے ایک بنیادی اُصول ہے، کہ آپ ستانے والوں پر احسان کریں۔ کہ اِس سے اُمّت بنتی ہے۔

ہمیں عرض یہ کرنا تھا کہ یہ دو بنیادی سبب ہیں اِجتماعیت کے۔ یہ دو بنیادی سبب ہیں غیبی مددوں کے نازل ہونے کے؛ (۱) اِنفرادی دعوت۔ (۲) آپس کی اِجتماعیت۔

اِس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی مددیں نازل ہوتی ہیں۔ لیکن صرف دو آدمیوں کے درمیان کا نزاع (جھگڑا) خبر نہیں اُمّت کتنے خیروں سے محروم ہوگی، صرف دو آدمیوں کا نزاع (جھگڑا) اگر شبِ قدر جیسی نعمت کو اور اس خیر کو اُمت سے اُٹھا سکتی ہے، **عن عبادة بن الصامت قال: خرج رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ليخبر الناس بليلة القدر فتلاحى رجلان من المسلمين قال النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: خرجت لأخبركم فتلاحى فلان وفلان، وإنها رفعت، وَعَسٰى أَنْ يَّكُوْنَ خَيْرٌ الَّكُمْ، فالتمسوها في التاسعة والسابعة والخامسة۔** بخاری شریف: ۶۰۴۹) تو پھر امت کا اجتماعی اختلاف کتنی خیروں سے اُمت کو محروم کردے گا۔ صرف دو آدمیوں کا اختلاف اگر شب قدر اُٹھا لے سکتا ہے تو اُمت کا اجتماعی اختلاف اُمت کو کتنی خیروں سے محروم کردے گا!!۔ اِس لیے فرمایا کہ یہ دو کام لازم پکڑلو (۱) اِنفرادی دعوت؛ اور یہ انفرادی دعوت' یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا مستقل کام یہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مستقل کام تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر حضر کا عمل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح تھکاتے تھے عبادت میں' اِتنا ہی

تھکا یا کرتے تھے اپنے آپ کو اِنفرادی دعوت میں۔ ایک ثمامہ ابن اُثال اپنی قوم کے سردار، آپ ﷺ اِن کو سمجھانے گئے تھے، اور اِتنا سمجھایا، اِتنا سمجھایا' اِتنا سمجھایا کہ آپ ﷺ تھک گئے۔ عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عَرض کیا کہ یا رسول اللہ! اِس کے سمجھ میں آئے گی نہیں یہ بات، اِس کا ٹھکانہ جہنّم ہے، آپ میرے حوالہ کیجئے، یہ آپ کی بات نہیں سن رہا ہے، مَیں اِسے جہنّم میں پہنچادوں۔ حضرت عُمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے میری بات کی طرف کوئی توجہ نہیں دی، آپ ﷺ دعوت دیتے رہے، یہاں تک کہ ثُمامہ نے آپ کی بات کو قبول کرلیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عُمر! میں اگر تمہاری بات مان لیتا تو یہ جہنّم میں جاتا، حضرت عُمرؓ سے آپ ﷺ نے اعراض کیا' اِس اعراض کا مطلب یہ تھا کہ آپ ﷺ کسی آدمی کے بارے میں یہ نہ کہیں کہ یہ ہدایت پر نہیں آئے گا۔ دیکھئے تو صحیح! مَیں بہت اہم بات کہہ رہا ہوں۔ ایک کافر کے بارے میں حضرت عُمرؓ کا یہ کہنا کہ یہ ہدایت پر نہیں آئے گا؛ آپ ﷺ نے اِس سے اعراض کرلیا، آپ مسلمان کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ تو وہ لوگ ہیں' یہ بات سنیں گے ہی نہیں، چھوڑ دو اِن کو۔ کیا کہنا۔ ایک کافر کے بارے میں حضرت عُمرؓ یہ کہتے ہیں کہ یہ بات نہیں مانے گا' آپ ﷺ نے اس سے اِعراض کرلیا تو آپ اِس سے اندازہ کرلیجئے!! آپ ﷺ سے تو اللہ نے وحی سے کہہ دیا تھا کہ یہ مکہ والے آپ کی بات ماننے والے نہیں ہیں۔ اِن میں کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے۔ ہم یہ دو پہاڑ جبلِ احمر اور ابو قبیس دونوں کو ملا کر اِس میں سب کو کچل کر ختم کردیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مَیں یہ نہیں چاہتا۔ اللہ نے فرمایا: کوئی اِن میں ایمان لانے والا نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اِس بات کی اُمید ہے کہ اِن کی پشتوں سے جو اولاد پیدا ہوگی مَیں اُن کو دعوت دوں گا وہ اِسلام میں لے آئیں گے۔ (حدثني عروة بن الزبير، أن عائشة، زوج النبي ﷺ حدثته، أنها قالت لرسول الله ﷺ: يا رسول الله، هل أتى عليك يوم كان أشد من يوم أحد؟ فقال: " لقد لقيت من قومك وكان أشد ما لقيت منهم يوم العقبة، إذ عرضت نفسي على ابن عبد ياليل بن عبد كلال فلم يجبني إلى ما أردت، فانطلقت وأنا مهموم على وجهي، فلم أستفق إلا بقرن الثعالب، فرفعت رأسي فإذا أنا بسحابة قد أظلتني فنظرت فإذا فيها جبريل، فناداني، فقال: إن الله عز وجل قد سمع قول قومك لك، وما ردوا عليك، وقد بعث إليك ملك الجبال لتأمره بما شئت فيهم "، قال: " فناداني ملك الجبال وسلم علي، ثم قال: يا محمد، إن الله قد سمع قول قومك لك، وأنا ملك الجبال وقد بعثني ربك إليك لتأمرني بأمرك، فما شئت، إن شئت أن أطبق عليهم الأخشبين "، فقال له رسول الله ﷺ: بل أرجو أن يخرج الله من أصلابهم من يعبد الله وحده لا يشرك به شيئا (مسلم شریف: ۳۲۶۰) آپ سوچئے تو صحیح!! کتنی وُسعت داعی کے دل میں ہونی چاہئے۔ ستانے والوں کو باقی رکھنا چاہتے ہیں، تاکہ ان کی اولاد پیدا ہو تو اُن کو دعوت دیں۔ آپ غور تو کرو!! آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اِن کو ہلاک کردیا گیا تو اِن کی پیٹ میں جو اولادیں چھپی ہوئی ہیں، جو آئندہ پیدا ہونے والی ہیں وہ بھی مرجائیں گی' ختم ہوجائیں گے، مَیں اِنہیں باقی رکھنا چاہتا ہوں، تاکہ یہ اگر نہیں

مانیں گے تو اِن کی اولاد مانے گی۔ ایک نبیؑ کے دل میں ستانے والوں کے لیے اِتنی وُسعت ہے کہ وہ ستانے والوں کو باقی رکھنا چاہتے ہیں، اُن کی پیدا ہونے والی اولاد کو دعوت دینے کے لیے؛ آپ اِس سے اندازہ کرلیجئے کہ پھر ایک مسلمان کے دل میں مسلمان کے لیے کتنی وُسعت ہونی چاہیے، جب آپ ﷺ کے دل میں نہ ماننے والوں کے لیے اِتنی وُسعت ہے کہ آپ ﷺ اُن کو باقی رکھنا چاہتے ہیں، اُن کی پیدا ہونے والی اولاد کو دعوت دینے کے لیے۔

اِس لیے میرے دوستو بزرگو اور عزیزو! یہ کام وُسعتِ قلبی سے چلے گا۔ دیکھئے! آپ اپنے چاہنے والے، آپ اپنی جماعت اور آپ اپنے ساتھ اِتفاق کرنے والوں کے ساتھ اکرام کریں؛ نہ یہ کوئی اخلاق کا معیار ہے اور نہ یہ کوئی اکرام کا معیار ہے کوئی، یوں کہیں کہ اخلاق کا معیار اختلاف سے معلوم ہوتا ہے۔ آپ کے اخلاق کتنے بلند ہیں اِس کا اندازہ کس سے ہوگا؛ آپ باپ کا اکرام کرتے ہیں اِس سے آپ کے اخلاق کا اندازہ نہیں ہوگا' آپ اپنی ماں کا اکرام کرتے ہیں، پیر صاحب کا اکرام کرتے ہیں، اپنے اُستاذ کا اکرام کرتے ہیں؛ اخلاق یہ نہیں ہیں کہ آپ اپنے متعلقین کے ساتھ اخلاق سے پیش آئیں یہ کوئی اخلاق نہیں ہیں؛ اخلاق اِسے کہتے ہیں کہ آپ اپنے دُشمن کے ساتھ اور آپ اغیار کے ساتھ اور آپ ستانے والوں کے ساتھ اخلاق سے پیش آئیں، یا آپ اَجنبی جن کو آپ جانتے نہیں ہیں اُن کے ساتھ اخلاق سے پیش آئیں یہ اخلاق کا معیار ہے۔ اِس لیے حضور اکرم ﷺ کے بارے میں فرمایا گیا کہ آپ کے اخلاق سب سے اونچے، آپ ﷺ کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔ آپ ﷺ نے اُمت بنانے کے لیے' آپ ﷺ نے اُمّت بنانے کے لیے اَجنبیوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے! یہ سننے کی بات ہے؛ ہم سوچتے ہیں کہ بھئی! یہ منصب ہے' یہ عہدہ ہے' یہ ذمہ داری ہے' میرا آدمی کون ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دین کے کاموں میں اور دین کی ذمہ داریوں میں اپنے تعلق کی وجہ سے کسی کو آگے بڑھائے گا تو اللہ تعالیٰ نہ اِس کے فرض قبول کریں گے، نہ اِس کی نفلیں قبول کریں گے اور تمام ملائکہ' تمام مسلمان اِس پر لعنت کریں گے' اور اللہ تعالیٰ اِس کو اِس کے منہ کے بَل جہنم کے اندر ڈال دیں گے۔ (**یا یزید، إنّ لك قرابة عسيتَ تؤثرهم بالإمارة، وذلك أكبر ما أخاف عليك، فإنّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: »من وُلّي من أمور المسلمين شيئاً فأمّر عليهم أحداً محاباة له بغير حق فعليه لعنة الله، لا يقبل الله منه صَرْفاً ولا عَدْلاً حتى يدخله جهنّم،** (باب الہجرة وصایا عمر رضی اللہ عنہ، حیاۃ الصحابہؓ ج:۱) یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبہ کا حصہ ہے، جو مَیں نے عَرض کیا ہے۔ مَیں کچھ کہہ رہا ہوں؛ اگر کوئی شخص کسی کو بھی اپنے ذاتی تعلق کی وجہ سے آگے بڑھائے گا' دین کی کسی خدمت میں اور دین کے کسی تقاضہ میں اور دین کے کسی عہدہ میں' تو فرمایا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ اللہ تعالیٰ نہ اُس کے فرض قبول کریں گے' نہ اُس کی نفل قبول کریں گے اور اللہ تعالیٰ اُس کو اور نئے مجاہدے میں ڈالیں گے، اور تمام ملائکہ اور مسلمان اُس پر لعنت کریں گے۔ مَیں

نے ایک بات عرَض کی ہے، کہ آپ ﷺ نے اُمّت بنانے کے لیے دور کے لوگوں کو آگے رکھا۔ حضرت بلالؓ کو مؤذن بنایا، جبکہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ مؤذن بننے کی تمنا کرتے تھے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے نواسوں کو مؤذن بنانا چاہتے تھے؛ اپنے دونوں بیٹوں کو مؤذن بنانا چاہتے تھے۔ **عن علي رضی اللہ عنہ: ندمت أن لا أكون طلبت إلى رسول الله ﷺ فيجعل الحسن ؓ والحسين ؓ مؤذنين۔** (حیاۃ الصحابہؓ ج:۱، اقوال باب صحابۃ فی الاذان والمؤذنین) لیکن بلال رضی اللہ عنہ کو مؤذن بنایا، نہ آپ کی زُبان کے ہیں، نہ آپ کے رنگ کے ہیں، نہ آپ کی قوم کے ہیں، حبشہ کے؛ بلکہ آپ ﷺ کے اخلاق کی بات یہ تھی کہ اگر آپ کا قریب تر رشتہ دار، یا آپؐ کے قبیلہ کا آدمی اگر کوئی کارنامہ انجام دیتے تو آپ ﷺ اَجنبیوں کی تعریف اپنوں سے زیادہ کرتے۔ ایک موقع پر ایک غزوہ سے واپسی ہوئی، کارگزاری ہورہی تھی، تو کسی نے کہا کہ آج جو کارنامہ اور آج جو کام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا وہ کسی نے نہیں کیا، آپ ﷺ نے فرمایا اِن صحابیؓ کی اِس بات پر، کہ نہیں نہیں، علیؓ نے کیا کِیا ہے جو آج ابوُ جانہؓ نے کیا ہے۔ حضرت علیؓ کہاں، کہاں ابوُ جانہؓ، عجیب بات ہے!!۔ اَرے نہیں! علیؓ نے کیا کِیا ہے جو ابوُ جانہؓ نے کیا ہے۔ اَجنبیوں کو اپنوں سے آگے رکھا، چھوٹے کو اپنوں سے آگے رکھا، آپ ﷺ کے اِس بات کے، اِس جملہ کے کہنے پر کہ علیؓ نے کیا کِیا ہے جو ابوُ جانہؓ نے کیا ہے آسمان سے جبرئیل علیہ السلام اُتر کر آئے اور آکر آپ ﷺ سے یہ کہا کہ ہاں! بے شک! آپؐ کے اخلاق ایسے ہی ہیں کہ آپؐ اپنوں کو پیچھے رکھتے ہیں اور اجنبیوں کو آگے رکھتے ہیں۔ اِتنی سی بات پر، اِتنی سی بات پر جبرئیلؑ آسمان سے اُتر کر آئے اور آپؐ کو آکر بتایا کہ بے شک! آپؐ کے اخلاق بہت اعلیٰ ہیں (وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ، سورۃ القلم، آیت:۵) اور یہ آپؐ کے اخلاق کے اونچا ہونے کی علامت ہے کہ آپؐ نے حضرت علیؓ کے بارے میں جو کہہ دیا کہ نہیں، علیؓ نے وہ نہیں کیا جو ابوُ جانہ نے کیا ہے! حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ اُس دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی محنت کی تھی، لیکن آپؐ نے حضرت علیؓ کے مقابلہ میں ابوُ جانہ کو ترجیح دی۔ یہ مَیں بہت اُصولی بات عرَض کر رہا ہوں، یہ مزاج تھا سیرت کا، اَپنوں کو پیچھے رکھا، اَجنبیوں کو آگے رکھا۔ اِس بات پر جبرئیلؑ نے آکر آپؐ کے اِس عمل کی تعریف کی ہے کہ مَیں یہ بتانے کے لیے آیا ہوں آسمان سے کہ بے شک! آپؐ کے اخلاق ایسے ہی ہیں کہ آپؐ اَپنوں کو پیچھے رکھتے ہیں اور اَجنبیوں کو آگے رکھتے ہیں۔ کتنے سیرت میں ایسے مواقع ہیں۔ اس لیے میرے دوستو بزرگو اور عزیزو! یہ اِس کام کا مزاج ہے، کہ ہر آدمی کو اپنا سمجھو۔ مَیں یہ بات سارے عالم سے کہہ رہا ہوں، کہ کسی کو اِس بات سے متہم کرنا کہ یہ آدمی ہماری جماعت کا نہیں اُن کی جماعت کا آدمی ہے مجھے اِس بات سے بڑی سخت نفرت ہے۔ مَیں کہتا ہوں: اپنا کام کرو، اور سب کو اپنا کام بتاؤ، اور سب کا احترام کرو؛ اِس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔ اپنا کام اپنے کام کی طرح کرو، اِس لیے کہ اپنے دوستوں، متعلقین، دوست احباب، اُن کے تعلق کی وجہ سے حق کو

چھپادینایاحَق کوچھوڑ دینایہ مداہنت ہے،اِس کی گنجائش نہیں۔حَق کے بارے میں کسی کی پَرواہ نہیں کرنی چاہئے۔لیکن یہ بات غلط ہے کہ آپ حَق کے نام سے لوگوں سے لڑیں اور جھگڑیں'نہیں؛ بلکہ آپ کو چاہئے کہ حَق کے بارے میں کسی کی ملامت کی کوئی پَرواہ نہ کریں۔حَق کے بارے میں کسی کے ملامت کی کوئی پرواہ نہ کریں۔ یہ کام ہے' جو آپ کو بتایا گیا' یہ ہم کررہے ہیں۔کوئی آپ کو آکر یہ کہے گا کہ ہم آپ سے آکر اِتفاق کرلیں گے آپ یہ چھوڑ دیجئے!!، کہ نہیں۔ اِسلام میں مُداہنت نہیں ہے۔آپ یہ کہیے: کام تو یہی ہے، اور طریقۂ کام تو یہی ہے، ہماری آپ سے درخواست ہے کہ آپ بھی ایسا کرلیں۔ یہ کہنا کہ آپ کا کام الگ' ہمارا کام الگ؛نہیں، ہمارے یہاں ایسی کوئی تقسیم نہیں ہے۔ ہمارے یہاں کوئی ایسی تقسیم نہیں ہے کہ یہ آپ کا کام ہے' یہ ہمارا کام ہے۔اِس لیے ساتھیوں کو بجائے کسی اور جماعت کا فَرد ہونے سے متّہم کرنے کے بجائے ساتھیوں کو قریب کر کے اور پیار محبت سے بات کو سمجھائیں' کہ دیکھو! یہ بات ہے۔میرے کو اِس کی مثال جو تھی آپ سے عَرض کر چکا ہوں کہ کافر سے بھی یہ کہنے کا خیال مت کیجئے لست مؤمنا (کہ آپ مؤمن نہیں ہیں)۔مطلب یہ نہیں کہ آپ کافر کو مؤمن کہیں' مطلب یہ ہے کہ کسی کے بارے میں آپ کو شبہ ہوگیا کہ یہ آدمی مؤمن نہیں ہے' تو آپ مت کہیے:لست مؤمنا (کہ تم مؤمن نہیں ہو)۔دیکھئے تو صحیح !اگر کسی انسان کے بارے میں آپ کو شبہ ہوجائے کہ یہ مؤمن نہیں ہے' تو آپ کو چاہیے کہ آپ تحقیق کریں، آپ یہ مت کہیے کہ یہ مؤمن نہیں ہے؛ جب کسی کافر کو کافر خیال کرکے نہیں کہہ سکتے کہ آپ مؤمن نہیں ہیں تو کسی مسلمان کے بارے میں کیسے کہہ سکتے ہیں کہ آپ ہماری جماعت کے آدمی نہیں ہیں!!۔

اِس لیے میرے دوستو عزیزو! یہ کام کرنا ہے مگر یہ سیرت کے مزاج سے کرنا ہے۔اگر سیرت کو چھوڑ کر سیاست کے مزاج سے کام کروگے تو مَیں کہتا ہوں کہ امت کبھی جمع نہیں ہوگی، امت کبھی جمع نہیں ہوسکتی۔ سیاست کو چھوڑ کر سیرت کی روشنی میں کام کرو، اور سیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی وُسعتِ قلبی سے امت کو بنایا ہے۔اِس لیے یہ ساری نقل وحرکت اِن اُصولوں کے ساتھ ہے اور اِس مزاج کے ساتھ ہے۔قربانی بیشک! لوگ دے رہے ہیں لیکن مَیں عَرض کرتا ہوں کہ اگر قربانیوں کے ساتھ یہ صفات نہیں ہیں' اِن قربانیوں کے ساتھ یہ مزاج نہیں ہے تو جو خیر مطلوب ہے وہ تو حاصل ہوگا ہی نہیں، اِس لیے کہ صرف قربانی دینا مُشقت ہے' اگر سُنّت کے مطابق نہ ہو؛ اور اگر سُنّت کے مطابق ہے تو آپ کی مشقت مجاہدہ ہے، اور اگر سُنّت کے خلاف ہے تو آپ کا مجاہدہ مشقت ہے؛ مشقت پر کوئی وعدہ نہیں ہے، ہدایت کا وعدہ اِتباعِ سُنّت پر ہے۔اِس لیے! سب سے بُنیادی بات یہ ہے کہ دعوت کو سُنّت پر لاؤ، اور سُنّت صرف خدا کی قسم! صرف یہ سُنّت ہے کہ آپ خود جا کر دعوت دیجئے، اِس کے علاوہ دین کی دعوت کو اُمّت

تک پہنچانے کا کوئی اور طریقہ سُنّت نہیں ہے۔ جتنے طریقے آپ چلائے ہیں اور آپ چلا رہے ہیں یہ سارے طریقے رِواجی طریقے ہیں اور رِواجی طریقوں پر ہدایت کا وعدہ نہیں ہے۔ سُنّت طریقہ صرف ایک ہے، کہ آپ خود جا کر دعوت دیجئے، اِس کے علاوہ کوئی طریقہ سُنّت نہیں ہے۔ اِس کے علاوہ کوئی طریقہ سُنّت نہیں ہے، مَیں بار بار کہہ رہا ہوں، بار بار کہہ رہا ہوں۔ آپ اِسے غُلو سمجھتے ہیں تو یہ آپ کی جہالت ہے۔

اگر مَیں کہتا ہوں کہ نقل وحرکت کے علاوہ کوئی اور طریقہ سُنّت دعوت کا نہیں ہے اور آپ اِس کا انکار کردیں یہ آپ کی جہالت اور ناواقفیت ہے۔ اِس لیے کہ آپ اگر غور کریں گے سیرت پر تو آپ کو اُمت تک دین کے پہنچانے کا نقل وحرکت کے علاوہ اور اِس راستہ کے اسفار کے علاوہ آپ کو کوئی اور ذریعہ دین کی دعوت کو اُمّت تک پہنچانے کا ملے گا نہیں۔ چاہے وہ دعوت ہو یا تعلیم ہو۔ چونکہ رِواجی طریقے غالب آ گئے ہیں اور رِواجی طریقوں کا مسلمان عادی بن چکا ہے اور یہ اِنسان کا مزاج ہے کہ جس چیز کا یہ عادی ہو جاتا ہے اُس سے ایسی محبت ہو جاتی ہے کہ اُس کے خلاف سننا برداشت نہیں ہوتا، اِس لیے! مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ”جو لوگ رواج پر چلیں گے سُنّت کے دُشمن ہو جائیں گے“۔

(حضرت جی دامت برکاتہم)

بوقت قبل الظہر، بروز اتوار ۹/شوال المکرم ۱۴۴۴ھ - 30/اپریل 2023ء

- اگر کوئی اللہ کے راستے میں نکل کر اپنے گھر کے کام کے بارے میں سوچے گا تو یہ پوری جماعت کے لیے اللہ کی مدد کے رکاوٹ کا ذریعہ ہوگا۔

- راہ خدا میں نکلنے والے یکسو ہوں، اسی لئے حضرت یوشع بن نون نے فرمایا تھا: میرے ساتھ تین قسم کے لوگ نہ آئیں (۱) جس نے شادی کی ہو اور رخصتی نہ ہوئی ہو۔ (۲) جس نے مکان بنایا ہوا ہو اور چھت پڑنی باقی ہو۔ (۳) جس کے یہاں حاملہ اونٹنیاں ہوں۔ **حديث أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: غزا نبي من الأنبياء - صلوات الله و سلامه عليهم - فقال لقومه: لا يتبعني رجل ملك بضع امرأة وهو يريد أن يبني بها ولما يبن بها، ولا أحد بنى بيوتا لم يرفع سقوفها، ولا أحد اشترى غنما أو خلفات وهو ينتظر أولادها۔** (بخاری، کتاب فرض الخمس، رقم: ۳۱۲۴)

- ''خوداعتمادی کا علاج اپنے کام کو اپنے مشورے میں پیش کرنا ہے۔ اگر کہا جائے ٹھیک ہے تو کرتے رہو اور اگر منع کیا جائے اس کام کے جائز ہوتے ہوئے بھی اور اپنا معمول ہوتے ہوئے بھی چھوڑ دو''۔

- سال کا خروج نہ ہونا مقامی کام کی کمزوری کی علامت ہے۔

- روزانہ کی وصولیابی روزانہ کی محنت ہے، اسی لیے ہمارا خروج صرف پانچ اعمال قائم کرنے نہیں ہے بلکہ جہاں جائیں وہاں کی عوام کو اللہ کے راستہ میں نکالنے کیلئے ہے۔

- آپ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکالنے میں آبادی کی تعداد دیکھیں جماعت کی تعداد نہ دیکھیں۔

- آپ کی ہدایات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات سے خالی ہیں تو پھر خدا کی قسم! آپ ہدایات نہیں دے رہے بلکہ اپنے تجربات سنا رہے ہو۔

- آپ حضرات اپنے اپنے صوبوں کے علمائے کرام سے ملاقات کی زیادہ کوشش کریں، میرے نزدیک مرکز کو علمائے کرام کی آمد عوام کی آمد سے کہیں بہتر ہے، مولانا الیاس صاحب علیہ الرحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے: ''عوام کو کام میں دیکھتا ہوں تو کہتا ہوں، یہ میرے کہنے کی وجہ سے کر رہے ہیں، علماء کو کام میں دیکھتا ہوں تو کہتا ہوں کہ ہاں انہوں نے کام لیا ہے''۔

- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر کام پر نظر نہیں رکھو گے تو تمہاری ذمہ داری پوری نہیں ہوگی۔ (اَلنَّظْرُ فِی الْعَمَل، حیاۃ الصحابہ عربی، ج:۲،ص:۱۱۰)

- ملائیشیا، انڈونیشیا، سری لنکا اور بنگلہ دیش؛ میں ان کو بیرونِ ملک نہیں کہتا' یہ گھر کے آنگن ہیں۔ میرے نزدیک ایک لاکھ سے کم کی جماعت بیرون کی نہ ہو کیونکہ میں نے پورا قرآن دیکھ لیا کہ صرف

اللہ کے راستہ کے علاوہ کہیں پر بھی نفلی صدقات کے خرچ نہ کرنے پر ہلاکت کی وعید نہیں آئی سوائے زکوٰۃ کے۔

● اگر مسلمانوں کے بچوں کی تعداد مکاتب کے مقابلہ میں اسکولوں میں زیادہ ہے تو پھر ہم خسارہ میں ہیں، مکتب کا تعلق مسلمان سے ہے، بالغ، نابالغ، بچے، بوڑھے۔

● جو حق کا معاون نہیں وہ باطل کا معاون ہے، اس لیے کہ حق کو بغیر تعاون چھوڑنا باطل کا تعاون کرنا ہے۔

● چار ماہ کی اتنی آواز لگاؤ کہ ہر مسلمان یہ جان لے کہ سالانہ چار ماہ لگانا میرے لیے ضروری ہے، ورنہ میرے لیے اور اُمت کیلئے خسارہ ہے، کیونکہ آپ جس چیز کی دعوت دینے میں ہچکچائیں گے اُس کے خیر سے محروم ہو جائیں گے، جو امت کے دنیوی مشاغل دیکھ کر تشکیل کر رہے ہیں وہ امت کی صلاحیت کو دنیا کی آگ میں جھونک رہے ہیں، جو امت کے ضعف (کمزوری) کو دیکھ کر کام کریں گے وہ کام کو کمزور کریں گے۔

● ہمارے اپنے استغناء کی وجہ سے بہت سے علماء سے استفادہ نہیں ہو رہا ہے۔

● ڈھائی گھنٹے کی محنت ہی میں مسجد کی آبادی کی محنت کرنا ہے، اس لیے ملاقاتوں کے دوران مسجد کو خالی نہ چھوڑو، کوئی نا کوئی عمل اس میں ہو۔

● بیرون کی جماعتوں کو ایسی ایسی مسجد سے گزارو جہاں سارے کام عملی ہو رہے ہوں، تاکہ وہ یہ عزم لے کر جائیں کہ ہم بھی سارے ملک میں ایسے ہی کام کریں گے۔

● اگر وحدتِ کلمہ نہ ہو تو غیبی مدد نہیں ہوگی، وحدتِ کلمہ اور وحدتِ فکر سے بڑھ کر کفر کو مایوس کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے، کارگزاری کی اہمیت بھی اسی لیے ہے۔

● حضرت حذیفہؓ کی ملاقات ۳۰ فرشتوں سے ہوئی تھی اور فتح کی خوشخبری بھی ملی تھی، وجہ یہ تھی کہ اُنھوں نے حضور ﷺ کی ہدایات پر عمل کیا تھا۔ عن حُذيفةَ، قال: لقد رأَيْتُنا ليلةَ الأحزابِ ونحن صافُّونَ قُعودًا، وأبو سُفيانَ ومَن معه مِن الأحزابِ فوقنا، وقُريظةُ اليهودِ أسفَلَ مِنَّا، نخافُهم على ذَرارِينا، وما أَتَتْ علينا ليلةٌ قطُّ أشدُّ ظُلمةً، ولا أشدُّ رِيحًا، في أصواتِ رِيحِها أمثالُ الصَّواعِقِ، وهي ظُلمةٌ ما يرى أحدٌ مِنَّا أصبعَه، فجعَلَ المُنافِقونَ يستأْذِنونَ رسولَ اللهِ ﷺ ويقولونَ: إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ (الأحزاب: 13) فما يستأْذِنُ أحدٌ منهم إلَّا أذِنَ له، فينْسَلُّونَ، ونحن ثلاثُ مئةٍ أو نحوُ ذلك، إذِ استقبَلَنا رسولُ اللهِ ﷺ رجُلًا رجُلًا، حتَّى مَرَّ عليَّ وما عليَّ جُنَّةٌ مِن العدُوِّ ولا مِن البَرْدِ إلَّا مِرْطٌ لامْرأَتي ما يُجاوِزُ رُكْبتي، فأَتاني وأنا جاثٍ على رُكْبتي، فقال: مَن هذا؟ فقلْتُ: حُذيفةُ. قال: حُذيفةُ؟ فتقاصَرْتُ إلى الأرضِ، فقلْتُ: بلى يا رسولَ اللهِ؛ كراهيةَ أنْ أقومَ. قال: قُمْ. فقُمْتُ، فقال: إنَّه كان في القومِ خبَرٌ، فأْتِني بخبَرِ القومِ. قال: وأنا مِن أشدِّ القومِ فزَعًا وأشدِّهم قُرًّا، فخرَجْتُ، فقال رسولُ اللهِ ﷺ: اللَّهُمَّ احفَظْه مِن بين يدَيْه ومِن خلْفِه، وعن

يمينِه وعن شمالِه، ومِن فوقِه ومِن تحتِه. قال: فواللهِ ما خلَقَ اللهُ فزَعًا ولا قُرًّا في جوفِي إلَّا خرَجَ مِن جَوفِي، فما أَجِدُ منه شيئًا. فلمّا وَلَّيتُ قال: يا حُذيفةُ، لا تُحدِثَنَّ في القومِ شيئًا حتّى تأْتِيَني. فخرَجتُ حتّى إذا دَنَوتُ مِن عسكَرِ القومِ نظَرتُ في ضوءِ نارٍ لهم توقَدُ، وإذا رجُلٌ أدهَمُ ضخْمٌ، يقولُ بيدِه على النَّارِ ويمسَحُ خاصِرَتَه، ويقول: الرَّحيلَ الرَّحيلَ. ثمّ دخَلْتُ العسكَرَ فإذا أَدْنى النّاسِ مِنّي بنو عامرٍ يقولون: يا آلَ عامِرٍ، الرَّحيلَ الرَّحيلَ، لا مُقامَ لكم، وإذا الرِّيحُ في عسكَرِهم ما تجاوِزُ شِبرًا، فواللهِ إنّي لأَسمَعُ صوتَ الحِجارةِ في رِحالِهم وفُرُشِهم، الرِّيحُ تضرِبُهم. ثمّ خرَجتُ نحوَ النَّبيِّ ﷺ فلمّا انتصَفتُ بِيَ الطَّريقُ أو نحو ذلك، إذا أنا بنحوٍ مِن عشرينَ فارسًا مُعْتَمِّينَ، فقالوا: أخبِرْ صاحِبَك أنَّ اللهَ كَفاهُ القومَ. فرجَعتُ إلى رسولِ اللهِ ﷺ فأخبَرْتُه وهو مُشْتَمِلٌ في شَمْلَةٍ يُصَلِّي، وكان إذا حزَبَه أمْرٌ صلّى، فأخبَرْتُه خبَرَ القومِ، أنّي ترَكْتُهم يترَحَّلونَ، وأنزلَ اللهُ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ (الأحزاب: ٩)

(فتح القدیر، رقم: 376/4)

● جو کہا جائے وہ کر گزرو، کسی کی ملامت کا خوف نہ کرو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: جو کام تمہیں دیا جائے تو اُس کو کرو، ورنہ یہود و نصاری تمہاری گردنوں پر سوار ہو جائیں گے۔ وأخرج بن أبي شيبة عن شمر عن رجل قال: كنت عريفا في زمن علي رضي الله عنه، فأمرنا بأمر فقال: أفعلتم ما أمرتكم؟ قلنا: لا، قال: والله لتفعلن ماتؤمرون به أو لتركبن أعناقكم اليهود والنصارى. (کذا فی الکنز)

● سالانہ خروج کی کمی مقامی کام کی کمزوری کو بتلاتی ہے۔

● کم از کم فی گھر ایک آدمی کو اللہ کے راستہ میں نکالا جائے اور اگر فراغت کا وقت ہو تو گھر میں صرف ایک آدمی کو رکھا جائے۔

● اگر تمہیں گشت میں بچے نظر آئیں اور تم ان کے مکتب کی فکر نہیں کرتے تو تم ان کو آگ کی طرف دھکیل رہے ہو، اور گشت لوگوں کو آگ سے نکالنے کیلئے ہے۔

● اگر وحدتِ کلمہ نہ ہو تو غیبی مدد نہیں ہوگی، وحدتِ کلمہ اور وحدتِ فکر سے بڑھ کر کفر کو مایوس کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے، کارگزاری کی اہمیت بھی اسی لئے ہے۔

دینی وعصری طلبہ میں کام کی اہمیت اور طریقۂ کار

(مولانا یوسف صاحب زید مجدہٗ) بعد عصر، بروز اتوار، ۹رشوال المکرم، ۱۴۴۴ھ، 30/اپریل 2023ء

- عوام پر جتنے حالات آتے ہیں وہ علما کے ساتھ ربط نہ ہونے کی وجہ سے آتے ہیں۔
- دلوں کے لیے علم اسی طرح زندگی ہے جس طرح بینہ سے زمین زندہ ہو جاتی ہے حدثني عن مالك أنه بلغه أن لقمان الحكيم أوصى ابنه فقال يا بني جالس العلماء وزاحمهم بركبتيك فإن الله يحيي القلوب بنور الحكمة كما يحيي الله الأرض الميتة بوابل السماء (شرح الزرقاني)

علم جہالت کو دل سے اسی طرح دور کر دیتا ہے جس طرح چاند گھپ اندھیرے کو۔

- علم وحکمت عزّت دار آدمی کو اور زیادہ عزّت بخشتا ہے اور غلام کو بلند کرتے کرتے بادشاہوں کے تخت پر بٹھا دیتا ہے قال ابن القيم رحمه الله: إن العلم يرفع صاحبه في الدنيا و الآخرة ما لا يرفعه المُلْك و لا المال و لا غيرهما فالعلم يزيد الشريف شرفًا و يرفع العبد المملوك حتى يُجلِسه مجالس الملوك. (مفتاح دار السعادة، ۱/ ۲۸۵)
- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم مال سے ۷ طریقوں سے افضل ہے:

(۱) علم خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا اور مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔

(۲) مال محافظ کا محتاج ہے اور علم خود صاحب علم کی حفاظت کرتا ہے۔

(۳) علم میراثِ انبیاء ہے اور مال میراثِ فراعنہ ہے۔

(۴) آدمی کے مرنے کے بعد مال پیچھے رہ جاتا ہے اور علم قبر میں بھی ساتھ جاتا ہے۔

(۵) مال مومن و کافر دونوں کو ملتا ہے اور حقیقی علم صرف مومن ہی کو حاصل ہوتا ہے۔

(۶) دین کے معاملات میں سبھی لوگ عالم کے محتاج ہیں اور مال والے کا ہر شخص محتاج نہیں۔

(۷) علم آدمی کو پل صراط پر گزرنے میں قوّت بخشے گا اور مال بوجھل بنا دے گا۔ العلم أفضل من المال بسبعة: الأول: أنه ميراث الأنبياء والمال ميراث الفراعنة، الثاني: العلم لا ينقص بالنفقة والمال ينقص بها، الثالث: يحتاج المال إلى الحافظ والعلم يحفظ صاحبه، الرابع: العلم يدخل في الكفن ويبقى المال، الخامس: المال يحصل للمؤمن والكافر والعلم لا يحصل إلا للمؤمن، السادس: جميع الناس يحتاجون إلى العالم في أمر دينهم ولا يحتاجون إلى صاحب المال، السابع: العلم يقوي الرجل على المرور على الصراط والمال يمنعه۔

- قومِ عمالقہ سے جہاد کیلئے بنی اسرائیل کے اندر طالوت کو حکمراں اور بادشاہ بنایا گیا اور وجہ فضیلت اور سببِ بادشاہت علم اور جسمانی قوت کو بیان کیا؛ پس فرمایا: وَزَادَهُ بَسطَةً فِي العِلمِ وَالجِسمِ (سورۃ البقرہ، آیت: ۲۴۷) علم کو جسمانی قوت سے پہلے ذکر کیا۔
- اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیزِ مصر سے کہا: قَالَ اجعَلنِي عَلَى خَزَائِنِ الأَرض (سورۂ یوسف، آیت: ۵۵) کہا کہ ملکی خزانے پر مجھے لگا۔
- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مال اللہ اپنے اور غیر سب کو دیتے ہیں اور علم صرف چاہنے والوں کو دیتے ہیں۔
- باطل کا سب سے بڑا حملہ یہ ہے کہ اُس نے اہلِ علم اور عوام کے درمیان دوری پیدا کر دی اُس کیلئے ایسے آلات پیدا کر دیئے جن کو علمائے کرام کا متبادل سمجھا جانے لگا، جبکہ اہل علم عوام کے ساتھ ایسے بیٹھتے تھے کہ کوئی فرق باقی نہیں رہتا تھا۔ لوگ آ کر پوچھا کرتے تھے کہ تم میں محمد کون ہے؟
- ان آلات نے فرشتوں کے پروں میں چلنے سے اور اُن کی دُعاؤں سے محروم کر دیا ہے۔
- ہمارا تعلق 700 سو سال سے مدارس سے ہے۔ ہم نے کبھی الگ سمجھا ہی نہیں۔
- دعوت اور علم کی محنت انبیائے کرام ساتھ لے کر آئے تھے اور قیامت تک ایسے ہی چلے گا۔
- اب تو طلب پیدا کرنے والی اور بات پہنچانے والی جماعت الگ ہو گئی حالانکہ پہلے دو کام ایک ہی شخص کر لیتا تھا۔
- جس طرح ایک ایک علاقہ کی ہمیں فکر کرنی ہے ایسے ہی اپنے اپنے علاقوں کے مدرسوں کی بھی فکر کرنی ہے، کیونکہ علمائے کرام کا کام میں لگنا کام کی تائید بھی ہے اور کام کا تحفظ بھی ہے۔
- مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کام کا مقصد امت کو باعتبار دعوت وعبادت کے اُس سطح پر لانا ہے، جس پر امت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا اور وہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک علمائے کرام خود چل کر اُمت کے پاس نہ جائیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے افسوس کے ساتھ فرمایا ہے: افسوس کہ جن باتوں پر انبیاء علیہم السلام فخر کرتے تھے وارثینِ انبیاء اُن میں عار محسوس کر رہے ہیں۔

- مدارس میں کام کو لے جانے کی کوشش اور اہل علم کے خروج کی فکر کرنا ہے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں قُراء اور مفتیان کی بھی تشکیل ہوا کرتی تھی۔ ۷۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین سکھانے جا رہے تھے اور شہید کر دیئے گئے۔ (حیاۃ الصحابہ عربی، ج:۱، ص:۶۶۵)

- اللہ جزائے خیر دے گجرات اور تمام اہلِ ہند کو کہ اپنے سفروں میں ملکوں میں مدارس قائم کر کے آئے ہیں۔
- دوسرے سال کا مقصد وہ ہے جو صحابہ کرامؓ کا مدینہ چھوڑ کر دوسرے علاقوں میں پڑنے کا ہوا کرتا تھا۔
- امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے شیوخ ہیں ٦ ماہ پڑھاتے اور چھ ماہ اللہ کے راستہ میں نکلا کرتے تھے؛ حالانکہ شاگرد اتنے تھے کہ ایک مرتبہ چھینکا تو الحمدللہ کا جواب شاگردوں نے دیا تو آواز اتنی بلند ہوئی کہ بادشاہِ وقت سمجھا کہ دُشمن کا حملہ ہو گیا ہے۔
- حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود جا کر حضرت شیخ سے فرمایا کہ ابھی تمہاری چھٹی ہونے والی ہے تمام کو اللہ کے راستے میں نکالو امت مرتد ہو رہی ہے۔
- عصری طلبہ پر محنت کی خوب ضرورت ہے، کیونکہ جہاں صبح سے شام تک دہریت پڑھائی جا رہی ہو، احکام سے کچھ نا ہونا سکھایا جا رہا ہو ان کے سامنے خوب اللہ کی قدرت کو بولنا۔
- حضرت نے فرمایا کہ: جو اپنے فن پر علم کے مقابلے میں فخر کرے تو یہ بعینہٖ قارون کا مزاج ہے۔
- ایک مسجد کی فکر کی طرح ایک ایک اسکول کی فکر کرنا ہے۔

اہم تقاضے

- ابتدائے سال کے جوڑوں کا خوب اہتمام ہو، دائرہ کم ہو تا کہ سو فیصد طلبہ جمع ہوں، کوئی ایسا نہ رہے جو اس محنت سے نہ جڑا ہو۔
- شوال المکرم کے اخیر سے محرم الحرام تک سارے جوڑ کر لیں تا کہ جلدی نظام قائم ہو سکے۔
- جوڑ صرف اعلانات سے نہ ہو، ورنہ ساتھی وصول نہ ہوں گے۔
- روزانہ صرف دس بارہ منٹ کا مشورہ ہو۔
- 12،10 منٹ تعلیم ہو۔ سو فیصد طلبہ حاضر ہوں یا مسجد کی تعلیم میں شریک ہوں۔
- روزانہ کچھ دیر ملاقاتیں ہوں۔
- قریب والی مسجد میں مشورہ سے دوسری گشت ہو۔

- اہتمام سے پورے سال خروج کی ترتیب بنائی جائے۔مفتی زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جومسئلہ بھی درسگاہ میں استاذ سے پڑھتے مقامی مسجد میں جا کرنماز کے بعد کھڑے ہوکر وہ مسئلہ بیان کرتے،کسی دن نہ جاسکتے تومسجد والے خودمسئلہ سننے آجاتے۔
- جس کمزورمسجد کومضبوط مسجد کے حوالے کیا جاتا ہے ایسے ہی کمزور مدرسے کومضبوط مدرسے کے حوالے کیا جائے۔
- روزانہ کے مشوروں میں،جوڑوں میں،شب گزاری میں طلبہ کی فکرکیجائے۔
- سنجیدہ اور باشعورعصری طلبہ کی بھی جماعت مرکز نظام الدین بھیجی جائے،ان کے ساتھ پرانے سنجیدہ ساتھیوں کوجوڑاجائے تاکہ انکے اعمال اوروقت محفوظ ہو۔
- جوڑ کے کام:پہلی مجلس:کام کی ترغیب دلانا،دوسری مجلس:مدارس کی کارگزاری لینااورعزائم کرانا تیسری مجلس:مقامی کام خوب کھول کرسمجھانا(جوڑ ۲۴ گھنٹے کے ہوں)۔
- حضرت نے فرمایا تھا کہ:عصری طلبہ کواتوار کے دن اور دوسری ایک دوروزہ چھٹیوں ۲۴,گھنٹے مسجد میں جمع کرنا،آبادی کی محنت کروانا،کھانے وغیرہ کاانتظام نہ ہو،ورنہ اصل کام رہ جائے گا،اگرمسجد نہ ہوتو ٹھیئے قائم کرکے طلبہ کوجوڑاجائے۔

بقیہ صوبوں کی کارگزاری

بعدمغرب،بروزاتوار/۹رشوال ۱۴۴۴/ ۳۰،اپریل ۲۰۲۳

حیاۃ الصحابہؓ

مال کی محبت عہدہ کی محبت سے زیادہ خطرناک ہے

حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم

بروز اتوار، ۹ رشوال المکرم ۱۴۴۴ھ-30 / اپریل ۲۰۲۳ء، بنگلہ والی مسجد، مرکز نظام الدین، نئی دہلی، انڈیا۔

- اِس کام کو جتنا خطرہ مال سے ہے اُتنا عہدوں سے نہیں ہے کیونکہ عجیب بات یہ ہے حُبِّ مال پہلے پیدا ہوتی ہے اور حُبِ جاہ بعد میں، پھر اشراف پیدا ہوتا ہے۔ اگر مال کا سوال دعوت کی بنیاد پر کیا تو دعوت کا اثر جاتا رہا۔
- ہجرت کے موقع پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دو اونٹ ہیں؛ ایک آپ کا ایک میرا، تو فرمایا کہ نہیں، یہ ہجرت ہے، ہم آپ کے مال کو قبول نہیں کریں گے، ذاتی کام کے لیے قبول کریں، ہاں! اجتماعی کام کے لئے ہو تو الگ بات ہے۔ فرمایا: ہم اِس کی قیمت مدینہ طیبہ جا کر دیں گے۔
- حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آگے اِس لیے بڑھ گئے کہ اعراض کے زمانہ میں (وہ زمانہ جس میں لوگ دعوت قبول نہ کر رہے ہوں) مال خرچ کرنا کمال ہے، اِستقبال کے زمانہ میں خرچ کرنا کمال نہیں ہے۔
- سارا مال خرچ کر کے کہا ابو بکرؓ بار بار خرچ کریں گے۔
- حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مال اللہ تعالیٰ سے لینے کا کوئی ذکر نہیں کیا، جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے لیے اللہ کے پاس مال ہے۔ اِس جملہ کے فرق کی وجہ سے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری کمان میں تانت نہیں ہے، کوئی اور چیز ہے (کتنی لطیف اور بنیادی بات فرمائی)۔
- جو دیتے ہوئے لینے کا ذکر کر رہا ہے وہ مزید دینے والے سے پیچھے ہے۔
- اگر اس راستہ میں مال خرچ کر کے کسی عہدہ کو طلب کرے تو اُس نے اپنے عہدہ کا کرایہ بھرا ہے، اُس نے قربانی نہیں دی ہے؛ چنانچہ یہ مزاج بنایا گیا تھا کہ مال رَد کرو۔
- ہاں! اُمّت کو مصارف بتائیں مال کے، داعی کا کام مال کا مصارف بتانا ہے، اُمّت سے لینا نہیں ہے۔
- وہ مالِ غنیمت جو اِس اُمّت کی خصوصیت ہے، صحابہؓ کا ایسا مزاج بنایا تھا کہ مالِ غنیمت بھی صحابہؓ نے رَد کیا۔

- ایسے صحابیؓ جو ابھی اِسلام میں داخل ہوئے ہیں اُنہوں نے بھی رَد کیا اور کہا کہ اِس کو واپس لے جاؤ، ہم نے اِسلام اِس لیے تھوڑے ہی قبول کیا ہے کہ مالِ غنیمت لیں۔
- سوال اور اشراف دعوت کی روح اور جان نکال دیتے ہیں۔
- صحابہؓ کا مال قبول کرنا لینے سے زیادہ محتاجوں پر خرچ کرنے کے لئے ہوتا تھا۔
- لوگ ہدیہ دیتے ہیں لیکن سلیقہ بھی معلوم نہیں؛ کسے دیا جائے! اور کیا دیا جائے!۔
- کسی بھی اجنبی عورت کو اُس کے شوہر کی اجازت کے بغیر ہدیہ دینا دُرست نہیں ہے۔
- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو ڈانٹا کہ اُنہوں نے آپؓ کی زوجہ محترمہ حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک چھوٹا سا تکیہ ہدیہ میں پہنچایا۔

حضرت عمر بن خطابؓ کا مال واپس کرنا

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: حضور اقدس ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک عطیہ بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے واپس کر دیا۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا: تم نے یہ کیوں واپس کیا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: آپ نے ہی ہمیں بتایا ہے کہ ہمارے لئے بہتر یہ ہے کہ ہم کسی سے کچھ نہ لیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میرا مقصد یہ تھا کہ مانگ کر نہ لیا جائے اور اور جو بغیر مانگے مل رہا ہو تو وہ اللہ کا دیا ہوا رزق ہے اسے لے لینا چاہئے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے! آپ کے بعد میں کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگوں گا اور جو بغیر مانگے آئے گا اُسے ضرور لوں گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت عاتکہ بنت زید بن عمرو بن طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک بچھونا ہدیہ میں بھیجا۔ میرا خیال یہ ہے کہ وہ ایک ہاتھ لمبا اور ایک بالشت چوڑا ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس آئے اور وہ بچھونا دیکھا تو پوچھا یہ تمہیں کہاں سے ملا ہے؟ اُنہوں نے کہا: یہ مجھے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے ہدیہ کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اُٹھایا اور اس زور سے ان کے سر پر مارا کہ ان کے سر کے بال کھل گئے اور پھر فرمایا کہ ابوموسیٰ کو فوراً جلدی سے میرے پاس لاؤ (یعنی دوڑاتے ہوئے اتنی جلدی لاؤ کہ وہ تھک جائیں؛ چنانچہ وہ بڑی تیزی سے چلتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس

آئے اور آتے ہی اُنہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ میرے بارے میں جلدی نہ کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم میری عورتوں کو ہدیہ کیوں دیتے ہو؟ پھر وہ بچھونا اُٹھا کر اُن کے سر پر مارا اور فرمایا: اسے لے جاؤ! ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔

حضرت لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں (اسکندریہ کے بادشاہ) مقوقس نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ سے کہا کہ وہ مقطم پہاڑ کا دامن ستر ہزار دینار میں اسے بیچ دیں۔ اتنی زیادہ قیمت سن کر حضرت عمروؓ بہت حیران ہوئے اور مقوقس سے کہا: میں اس بارے میں امیر المؤمنینؓ! کو خط لکھ کر پوچھوں گا۔ چنانچہ حضرت عمروؓ نے حضرت عمرؓ کو اس بارے میں خط لکھا۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں یہ لکھا کہ اس سے پوچھو وہ تمہیں اتنی زیادہ قیمت کیوں دے رہا ہے؛ حالانکہ وہ زمین نہ کاشت کے قابل ہے اور نہ اس سے پانی نکالا جاسکتا ہے اور نہ وہ کسی اور کام آسکتی ہے؟ حضرت عمرو نے مقوقس سے پوچھا تو اُس نے کہا: ہمیں اپنی آسمانی کتابوں میں اس جگہ کی یہ فضیلت ملی ہے کہ اس میں جنت کے درخت ہیں۔ حضرت عمروؓ نے یہ بات حضرت عمرؓ کو لکھی۔ حضرت عمرؓ نے انہیں جواب میں لکھا ہم تو صرف یہی جانتے ہیں کہ جنت کے درخت صرف مومنوں کو ملیں گے؛ لہٰذا! تم اس زمین میں اپنے ہاں کے مسلمانوں کو دفنایا کرو، اور اسے قبرستان بنالو اور کسی قیمت پر اسے مت بیچو۔

بیان: حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ

سب سے بڑی طاقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان ٹھیک کرنا ہے

بتاریخ ۱۱؍شوال المکرّم ۱۴۴۴ھ۔ بمطابق یکم؍مئی ۲۰۲۳ء، بروزِ پیر

بوقت بعد نمازِ فجر، بمقام بنگلہ والی مسجد، مرکز نظام الدین، بستی حضرت نظام الدینؒ، نئی دہلی، انڈیا۔

میرے انتہائی محترم دوستو بزرگو عزیزو! سب سے بڑی طاقت‘ سب سے بڑی قوت ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے براہِ راست فائدہ اُٹھانے کا ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان ٹھیک کرنا ہے۔ اس لیے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے یا اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے بدگمان ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے بدگمان ہونا یہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے اِستفادہ کو بند کر دیتا ہے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے بدگمان ہونا آدمی کو بڑی مشکلات کے اندر ڈال دیتا ہے۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان ٹھیک رکھے۔ اِس لئے کہ سب سے بڑی طاقت اِنسان کے پاس وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان کا ٹھیک ہونا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گمان ہی تو تھا، کہ جبرئیل کی خدمات اور پیشکش کا اُس وقت اِنکار کیا جب ابراہیم علیہ السلام آگ اور توپ کے درمیان فضاء میں تھے۔

حضرت (مولانا یوسف صاحب علیہ الرحمۃ اللہ) فرماتے تھے: گمان سے بڑھ کر کوئی طاقت نہیں ہے۔ سب سے بڑی قوت اور طاقت بندہ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان ٹھیک کرنا ہے۔

مجھے عَرض کرنا ہے کہ جب بندہ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان بگڑ جاتا ہے تو پھر اِس کے لیے سوائے مایوسی کے اور سوائے نقصان اور خسارے کے اِس کیلئے کچھ نہیں ہوتا؛ اور یہ بات حق ہے کہ جیسا ایمان ہوگا ویسا گُمان ہوگا۔ اِس لئے پہلا سبق یہ سکھلایا گیا کہ آپ کیسے بھی حالات میں ہوں‘ آپ کی نظر ہمیشہ منتہیٰ پر اور نتیجہ پر ہونی چاہیے۔

جو لوگ موجودہ حالات کو دیکھ کر متأثر ہو جاتے ہیں وہ نتیجہ تک اور منزل تک نہیں پہنچ پاتے۔

مجھے عَرض کرنا ہے؛ حالات کیسے بھی ہوں! لیکن جس شخص کا گمان اللہ تعالیٰ کے ساتھ دُرست ہوگا اُس کی نظر نتیجہ پَر ہوگی۔ اور جو اللہ تعالیٰ سے بدگُمان ہوجائے گا' یوں کہیں: کہ وہ حالات سے متأثر ہوکر اور حالات سے متأثر ہوکر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوجائے گا۔

مجھے عَرض کرنا ہے' کہ حالات کیسے بھی ہوں لیکن کبھی بھی مؤمن کو نہیں چاہیے کہ وہ حالات کو دیکھ کر فیصلہ کرے۔ حالات کو دیکھ کر فیصلہ کرنا یہ مُنافقین کی صفت پائی جاتی ہے، قرآن میں بھی احادیث میں بھی سیرت میں بڑے واقعات ہیں' کہ حالات کو دیکھ کر مُنافق فیصلہ کرتا ہے۔ لیکن محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ پڑھایا گیا تھا کہ تم حالات دیکھ کر فیصلہ مت کرنا۔

جب مکہ مکرمہ سے نکالے گئے اور سراقہ ابن مالک نے آپؐ کا پیچھا کیا گیا تو آپ ﷺ نے سُراقہ ابنِ مالک سے اُس بے بسی اور بے کسی کی حالت میں' آپ اِس سے اندازہ کیجئے! آپ ﷺ اپنے بستر پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لٹا کر آپؐ یہاں سے نکلے، اور آپؐ کا پیچھا کیا گیا، سُراقہ نے آپؐ کو پالیا۔ آپؐ نے فرمایا: سُراقہ! مَیں تم سے آج ایک بات کہتا ہوں کہ اگر تم رہ گئے تو کسریٰ کے کنگن تمہارے ہاتھوں میں ہوں گے۔ آپؐ کا یہ فرمانا اِس موقع پر؛ حالانکہ اِس وعدہ کا پورا ہونا نہ آپؐ کے زمانہ میں ہوا' نہ ابوبکرؓ کے زمانہ میں ہوا؛ بلکہ آپؐ کے اِس وعدہ کا پُورا ہونا حضرت عُمرؓ کے زمانہ میں ہوا۔ مجھے عَرض یہ کرنا ہے کہ آپ کی نظر کتنی دور ہے اور آپؐ یہ وعدہ سُراقہ ابن مالکؓ سے کس حالت میں فرما رہے ہیں، کہ آپ کو گھروں میں سے نکالا جارہا ہے، اور آپ ﷺ سُراقہ ابن مالک سے کہہ رہے ہیں، اپنے کافر سے کہہ رہے ہیں' کافر سے!! اِس کا بھی خیال نہیں کہ وعدہ یقین کرنے والوں سے یا وعدہ اِطاعت کرنے والوں سے ہوگا؛ آپؐ نے اِس کا وعدہ سُراقہ ابن مالک سے کیا: سُراقہ! کسریٰ کے کنگن تمہارے ہاتھوں میں ہوں گے۔ تم جس دین کی وجہ سے مجھے یہاں سے نکالنا چاہتے ہو مَیں اُس دین پر تُم سے آج یہ وعدہ کر رہا ہوں۔

تُو مَیں نے ایک مثال عَرض کی ہے' کہ حالات کیسے بھی ہوں لیکن نبیؐ کی نظر ہمیشہ نتیجہ پر رہتی ہے۔ یہ کام وہ آدمی کرسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان ٹھیک رکھتا ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ گمان بگڑ جائے گا یوں کہیں کہ وہ مایوس ہوکر پیچھے ہٹے گا، اِس لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان ٹھیک کرو؛ پہلا کام: اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان ٹھیک کرو۔

آپ ﷺ ایک مَریض کی عَیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ کہ گمان ایسی چیز ہے، کہ اگر بندہ حالات کے خلاف اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان ٹھیک کرلے تو اللہ تعالیٰ نزدیک بندہ کے گمان کی قُوّت یہ ہے کہ اللہ رَبُّ العزّت بندہ کے گمان کے مطابق کر کے دکھلاتے ہیں۔

حالات کیسے بھی ہوں، آپ کے اِن حالات نقصانات کے کتنے بھی تجربات کیوں نہ ہوں لیکن اللہ رَبُّ العزّت بندہ کے گمان کے مطابق کر کے دکھلاتے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک بخار کے مریض کی عیادت کی، آپ نے فرمایا: **لا بأس طهور** (کوئی گھبرانے کی بات نہیں ہے اور یہ بیماری؛ یہ تمہیں گناہوں سے پاک کرنے والی ہے) اُس نے جواب میں یہ کہہ دیا کہ آپ کیا بات کررہے ہیں۔ یہ بخار تُو ایسا بخار ہے کہ مجھے قبرستان کی زیارت کرائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہارا خیال یہ ہے تو پھر یوں ہی صحیح۔

آپ مجھے سوچ کے دکھایئے! ایک معمولی چیز بخار، اگر اُس میں بندہ کا گمان ہلاکت کا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ہلاکت والی ہے۔

اگر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ایک نہیں کئی کئی لوگ آکر کہے ہیں کہ ابوالدرداء! آپ کا مکان جل گیا ہے، اور ابوالدرداءؓ یہ فرماتے ہیں کہ نہیں، میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان دُرست ہے اور اللہ تعالیٰ میرا مکان نہیں جلائیں گے۔ فرماتے تھے حضرتؒ کہ یہ ابوالدرداء کا گمان ہے کہ جس نے آگ لگتے ہوئے بھی مکان کو جلنے نہیں دیا' یہ اُن کا گمان ہے۔ میں آپ سے اِس کی مثال عَرض کررہا ہوں۔ جو پہلی بات مَیں نے عَرض کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان ٹھیک کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان ٹھیک کیا جائے؛ جس طرح حالات بدل جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ گمان ٹھیک کرنے سے؛ ایسے ہی مَیں آپ سے عَرض کرنا چاہتا ہوں کہ لوگوں کی طبیعتیں' لوگوں کی خصلتیں اور لوگوں کی صفات بدل جاتی ہیں اگر اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ اچھا گمان کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ گمان

''اِس لیے کہ سارے فتنوں اور سارے آپس کے جھگڑوں اور سارے آپس کے اِفتراق کا جو بیج ہے، جو اَصل سبَب ہے وہ ''مؤمن کا مؤمن سے بدگُمان ہونا ہے''۔

اللہ تعالیٰ سے بےتعلقی، اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی ہے اور مخلوق سے بےتعلقی، مخلوق کے ساتھ بدگمانی سے پیدا ہوتی ہے۔

مجھے بہت اہم بات عَرض کرنی ہے؛ یہ سب سے پہلا بیج ہے جو شیطان ایمان والوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے کہ: مؤمن مؤمن سے بدگُمان ہوجاتا ہے۔ پہلا بیج ہے یہ کہ مؤمن، مومن سے بدگمان ہوتا ہے۔ حالانکہ مَیں نے عَرض کیا کہ اگر مؤمن، مؤمن کے ساتھ اچھا گمان رکھے تو اللہ تعالیٰ مؤمن کے ساتھ اچھے گُمان کی لاج رکھ کر ایسا شخص جس کو آپ بُرا سمجھتے ہیں اور اُس کے ظاہری اعمال اور اُس کی پوری خصلتیں وہ آپ کو نظر آتی ہیں، لیکن اگر اِس میں بھی آپ اپنے دِل کو اِس بات پر آمادہ کریں کہ نہیں؛ مؤمن ایسا نہیں کرسکتا!؛ سنو تو صحیح! مَیں کیا کہہ رہا ہوں: کہ نہیں، مؤمن ایسا نہیں کرسکتا!! لیکن اللہ تعالیٰ آپ کے اِس گُمان پر مؤمن کے رَذائل وخصلتوں میں اور مؤمن کے عیوب کو صفات میں اللہ تعالیٰ صرف اِس گُمان کی وجہ سے اُس کے رذائل کو خصلتوں میں منتقل کردیتے ہیں۔ مَیں بہت اہم بات عَرض کررہا ہوں؛ اگر آپ یہ طئے کرلیں، کہ نہیں، مؤمن ایسا نہیں ہوسکتا!! مؤمن ایسا نہیں کرسکتا!! تو اللہ تعالیٰ آپ کے اپنے مؤمن بھائی کے بارے میں اچھے گُمان کی وجہ سے اُس کے رذائل کو خصلتوں میں اور اُس کے عیوب کو صفات میں اللہ تعالیٰ منتقل کردیتے ہیں۔

مَیں ایک واقعہ عَرض کرتا ہوں: سعید ابن عامر ابنِ ہیثم جُمحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ ملکِ شام پر اَمیر تھے، وہاں کے لوگوں نے آکر حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے امیر کی شکایت کی۔ بہت توجّہ سے سننا اور ایسی ایسی شکایتیں کیں کہ عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر شکایت کے بارے میں یہ کہتے تھے کہ: یہ شکایت تو پہلی شکایت سے بھی زیادہ بڑی ہے، اور یہ تو بہت ہی بڑی غلطی ہے اِس امیر کی، اور یہ والی غلطی تو اُس سے بھی زیادہ بڑی غلطی ہے۔ اور ساری شکایتیں سچّی سچّی شکایتیں کیں، کہ یہ جو امیر آپ نے طے کئے ہوئے ہیں

ملکِ شام پر اور یہ یہ اِن سے ہمیں یہ شکایتیں ہیں؛ حضرت عُمرؓ نے فرمایا: بتاؤ! کیا کِیا شکایتیں ہیں: کہ جی! پہلی شکایت تو یہ ہے کہ یہ آدھے دن تک باہر نہیں نکلتے، ہمارے جو اُمور ہوتے ہیں' مسائل ہوتے ہیں' ہمارے سوالات ہوتے ہیں' ہمارے آپس کے جھگڑے ہوتے ہیں؛ حضرت عُمرؓ نے فرمایا: یہ تو بہت بڑا عیب ہے اس کے اندر۔ اور کیا شکایت ہے؟ کہ جی! ایک شکایت یہ بھی ہے اِن سے: کہ یہ مہینہ میں ایک دن چھُٹی کرتے ہیں' اور یہ اُس دن کوئی کام اپنی رِعایا کا اور کوئی تقاضہ اپنی رِعایا کا پورا نہیں کرتے؛ بات ہی نہیں سنتے!!۔ فرمایا حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ یہ تو اِن کے اندر بہت ہی بَڑا عیب ہے!۔ اور کیا شکایت ہے؟؛ کہ جی! ایک شکایت یہ بھی ہے اِن سے کہ یہ بیمار ہے اور اچانک کسی بھی دن بے ہوش ہو جاتا ہے۔ اور ایسا بے ہوش ہوتا ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مَر چُکا ہے، فرمایا: یہ تو بہت بڑا عُذر ہے اِس کے اندر، اور یہ تو بہت بڑی بیماری ہے اِس کے اندر۔ ایسا آدمی کام کیسے کرسکتا ہے!۔ اور کیا شکایت ہے؟! کہ جی! ایک شکایت ہمیں اِن سے اَور بھی ہے؛ کہ مہینہ میں ایک دن ایسا آتا ہے کہ یہ پورے دن کام نہیں کرتے!!۔ یہ ۴ شکایتیں اُنہوں نے کیں۔ اب سننے کی بات یہ ہے؛

''ہماری طبیعتیں ایسی ہی ہیں، کہ اگر ہم سے کوئی ہمارے ساتھی کی شکایت کرتا ہے تو ہم سب سے پہلے یہ طئے کرتے ہیں کہ یہ آدمی کام کے قابل نہیں ہے؛ بلکہ ایک حدیث میں آتا ہے' کہ فرمایا حضور اکرم ﷺ نے لَا یُبَلِّغُنِیْ اَحَدًا مِّنْ اصحابی عن أحد شیئًا۔ (کہ کوئی میرا اصحابیؓ میرے پاس کسی کی شکایت لے کر نہ آئے)۔

بعض روایتوں میں لَا یَبْلِغُنِیْ آتا ہے، بعض نے لَا یُبَلِّغُنِیْ تشریح کے ساتھ کہا ہے؛ مَیں سمجھتا ہوں کہ اِس فرق کا مطلب یہ ہے کہ نہ بھول کر نہ عملاً کسی طرح بھی کوئی اپنے اَمیر سے اپنے ساتھی کی شکایت نہ کرے۔ مجھ تک تم میں سے کسی کی شکایت نہ پہنچے، لَا یَبْلِغُنِیْ...... لَا یُبَلِّغُنِیْ........ کوئی اِرادۃً بھی میرے پاس کسی کی شکایت نہ پہنچائے۔ اِس لیے کہ آپ نے فرمایا: میرا دل یہ چاہتا ہے کہ جب مَیں تمہارے سامنے نکلوں تو میرا سینہ سب کی طرف سے صاف ہو۔

اِس لیے کہ کسی سے کام لینے کے لیے یہ ضروری ہے اور لازم ہے کہ اُس کی طرف سے آپ کا گُمان اور اُس کی طرف سے آپ کا سینہ صاف ہو؛ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ آپ اپنے ملازم پر بھی اعتماد نہیں کرتے تو آپ اُس سے، بہت سے کام اُس سے لینا پسند نہیں کریں گے!، مَیں بہت اہم بات عَرض کررہا ہوں:

''عملہ کو چاہیے کہ وہ ذمہ داروں کے سامنے اپنے آپ کو ایسا ظاہر کریں کہ وہ ذمہ دار آپ پر اِعتماد کریں''۔

مَیں بہت ضروری بات عَرض کررہا ہوں؛ اِس لئے کہ ''جو آدمی اعتماد کھودیتا ہے وہ اپنے آپ کو ضائع کرلیتا ہے، اِعتماد بہت ضروری چیز ہے۔ جو آدمی اپنے عملہ سے اعتماد کھودیتا ہے وہ اپنے عملہ کو ضائع کردیتا ہے۔

اِس لیے صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: ہم تمہارے ساتھ معاملہ تمہارے ظاہر کے اعتبار سے کریں گے۔ چاہے تم اندر سے کیسے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے: کہ ہم ایک آدمی کو اِستعمال کریں گے، اُس کو قریب کریں گے، اُس پر اِعتماد کریں گے اُس کے ظاہر کے اِعتبار سے؛ اگرچہ اُس کے اندر کی چھپی ہوئی باتیں کیسی ہی ہوں ہم اُس کے مکلّف نہیں۔ اور جو آدمی ظاہری طور پر بے اُصولی کرے گا' اور جو آدمی ظاہری طور پر غلط کام کرے گا؛ نہ ہم اُس کو قریب کریں گے، نہ ہم اُس پر اِعتماد کریں گے، نہ ہم اُس کو اِستعمال کریں گے، اگرچہ وہ یہ کہے کہ وہ اندر سے بہت نیک ہے اور اُس کا اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی سے تعلق بہت اچھا ہے، اور اُس کی اِنفرادی عبادات بہت اچھی ہیں؛ فرماتے ہیں حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: کہ یہ اُس کا اللہ کا معاملہ ہے، کہ وہ اللہ کے ساتھ تنہائی میں کیسا رہتا ہے، ہم تو ظاہر کے اعتبار سے فیصلہ کریں گے۔ مجھے عَرض کرنا ہے، بہت کچھ کہنا ہے؛

فرمایا کہ اپنے اِعتماد کو باقی رکھو۔ لیکن جب کوئی کسی کی شکایت کرتا ہے تو لوگ شکایت اِس لیے کرتے ہیں تاکہ ہمیں قُرب حاصل ہوجائے اور دوسرا اپنے راستہ سے ہٹ جائے۔ ایک صاحب نے مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ساتھی کی شکایت کی، وقت لیا حضرتؒ سے؛ شکایت کرنے والا اِنتہائی معتمد حضرتؒ کا۔ جس کی شکایت کی گئی تھی وہ اِنتہائی معتمد!؛ حضرتؒ نے ساری بات سُنی اور سن کر یہ فرمایا: کہ بھئی! بات یہ ہے کہ مَیں بُرا ہوں، اگر مَیں اچھا ہوتا تو میرا عملہ، میرے ساتھی بھی اچھے ہوتے۔ کہنے لگے: مَیں نے قسم کھالی اُس دن کہ مَیں آج کے بعد حضرت سے کسی کی شکایت نہیں کروں گا۔

اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک صاحب نے آ کر کہا کہ فلاں آدمی ہے' آپ کے بارے میں یوں کہتا ہے، یوں کہتا ہے، یوں کہتا ہے، ساری بات سن کر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا جواب دیا اُس کو' بجائے اِس کے کہ اُس کو قریب کرتے اور اُس سے مزید باتیں معلوم کرتے اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا شکایت کرنے والے سے کہ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو' تو تمہاری باتیں بالکل دُرست ہیں' سچ ہیں، اور تم نے غلط کہنے والے کی طرف سے جھوٹ نقل نہیں کی ہے، تم بالکل سچے ہو؛ تو فرمایا: پھر تو تم چغل خور ہو۔ اور نمام اور چغل خور کے بارے میں بخاری شریف کی روایت ہے کہ یہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ کیسی عجیب بات ہے!!۔ اگر تم سچے ہو شکایت کرنے میں، تو فرمایا کہ تم نمام ہو' چغل خور ہو اور اگر تم اِس بات میں جھوٹ بول رہے ہو تو پھر تم فاسق ہو۔ آپ غور کریں مَیں کیا کہہ رہا ہوں!!۔ اگر تم سچے ہو اپنی بات میں تو تم ''چغل خور'' ہو اور اگر تم جھوٹ بول رہے ہو تو تم ''فاسق'' ہو۔ آپ مجھے بتایئے تو صحیح! سچی یا جھوٹی شکایت، یا کوئی بات' یا کسی کو پہنچانے کے لیے آدمی کے پاس دو باتوں میں سے ایک بات ہوگی: یا چغل خور ہوگا، یا فاسق ہوگا۔ سوچیے آپ!۔

مَیں یہ واقعات آپ سے اِس لیے عَرض کر رہا ہوں کہ بہت بَڑا حصہ تربیت کے علم کا؛ تربیت کے علم کا بہت بڑا حصہ اُمّت اُس سے بہت زیادہ ناواقف ہے، چاہے وہ عوام ہوں یا علما ہوں۔ بہت بڑا حصہ تربیت کا' اُس سے اُمّت بہت غافل ہے؛ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر اِنسان اپنی طبیعت کے اعتبار سے چلے تو دُنیا میں وہ فساد پیدا ہوگا کہ جس فساد کا کوئی علاج نہیں ہوگا۔ لیکن سیرت میں ایسے واقعات ہیں اور علماء اور خلفائے راشدین کے ایسے واقعات ہیں' جس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ تربیت کا ایک بہت بڑا حصہ اُمّت اُس کو بھولے ہوئے ہے؛؛! مجھے عَرض کرنا ہے۔

یہ حدیث جو مَیں نے عَرض کی ہے''کوئی ساتھی میرے پاس کسی کی شکایت لے کر نہ آئے.......'' مَیں اِس حدیث کی رُو اور روشنی میں عَرض کر رہا ہوں؛ کہ اِس تاکید کے ساتھ کیوں فرمایا کہ کوئی مجھ سے کوئی کسی کی شکایت نہ کرے۔ اِنِّی اُحِبُّ اَنْ اَخرُجَ اِلَیْکُمْ وَاَنَاسَلِیْمُ الصَّدْر (ترمذی:۳۸۹۶) اِس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ذمہ دار' عملہ کی طرف سے مطمئن نہیں ہیں تو یہ اِن سے کام نہیں لے سکتے۔

اِس لیے میرے بزرگو! مَیں تاکید سے عَرض کررہاہوں کہ یہ ایک معمول بن گیاہے کہ لوگ اپنے ذمہ داروں کے کان بھرتے رہتے ہیں ساتھیوں کی طرف سے، یہ ایک معمول بن گیا ہے۔ اور مجھے حیرت ہے اِس بات پر کہ ایسے آدمی کو قریب کیا جاتا ہے بجائے دُور کرنے کے' اور ایسے آدمی کو بَرائے اعتماد کیا جاتا ہے بجائے اُس کی اصلاح کرنے کے جو شکایت لے کر آئے؛ مَیں بہت اہم بات عَرض کررہاہوں۔

تُو مَیں نے عَرض کیا کہ یہ سب سے پہلا بیج ہے' جو شیطان ایمان والوں کے دلوں کے اندر' اِن کے درمیان تفریق پیدا کرنے کے لیے اِن کے دل میں ڈالتا ہے۔ تُو مَیں نے عَرض کی ہے عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اَمیر کی شکایتیں کی تھیں اور چار ایسے عیوب بیان کیے گئے کہ جس کے ساتھ اِمارت اور ذمہ داری کا کام نہیں چل سکتا؛ تو عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے دُعاء کی، سنو تو صحیح!! اَصل بات کیا تھی: حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے دُعاء کی کہ: ''اے اللہ! تُو اِس بات پر قادِر ہے کہ میرا جو گُمان اَپنے اِس اَمیر اور ذمہ دار جو مَیں نے طئے کیا ہے، میرا اِس کے بارے میں جو اَچھا گُمان ہے تُو اِس پَر قادِر ہے کہ اِن تمام شکایتوں کو خصلتوں میں اور اِن تمام عیوب کو خوبیوں میں اے اللہ! تو اپنی قدرت سے منتقل فرما، اور اے اللہ! میرا جو گُمان اپنے ساتھیوں کے بارے میں ہے' تُو اِس کے خلاف ہونے مَت دیجئے!۔''

بجائے اِس کے کہ حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گواہ طلب کرتے اور گواہ ملنے پَر اَمیر کو معزول کرتے؛ یہ بات سب کے ذِہن میں رہے: ''اِس کام کا کرنے کا ''معذور'' تو ہوسکتا ہے لیکن ''معزول'' نہیں ہوسکتا''۔ اور اگر دورِ خلافت میں کسی کو معزول کیا بھی گیا تو وہ معزولی اِس اِمتحان کے لیے ہوا کرتی تھی کہ جس طرح تمہیں کام دیا گیا کیا تم نے اِس میں اِطاعت کی ہے۔ اگر تم سے کام واپس لے لیا جائے تو کیا تب بھی تم اِطاعت کروگے یا نہیں۔

مَیں بہت اہم بات عَرض کررہاہوں؛ اِس لیے کہ: اِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ۔ قرآن یہ صفت مُنافقین کی بیان کرتا ہے۔ کہ اگر اِن کو مال ملے تو یہ آپ کے ساتھ رہیں گے اور مال ومتاع نہ ملے تو یہ ناراض ہوجائیں گے۔ یہ صفت مُنافقین کی بیان کی گئی ہے۔ ایمان والوں کی صفتیں بھی بیان کی گئی ہیں: کہ اگر آپ اُنہیں معزول کریں گے اور اِن سے کام' ذمہ داری جو دی گئی ہے واپس لیں گے تو یہ اِس پر اللہ تعالیٰ کا شُکر ادا کریں گے' اور اللہ تعالیٰ ہی کا نہیں بلکہ آ کر آپ کا بھی شُکریہ ادا کریں گے، کہ آپ کو اللہ جزائے خیر دے' کہ آپ نے ہمیں اِمارت سے یا آپ نے ہمیں ذمہ داری سے فارغ کردیا' اللہ! آپ کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔

مَیں عَرض کرتا ہوں؛ حضرت خالدؓ کو معزول کیا گیا، اور معزول کیا گیا ایسے موقع پر، جب خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ میدان فتح ہونے کے قریب تھا۔ اور یہ فتح حضرت خالدؓ کے حصہ میں آتی، حضرت خالد کو یہ اِعزاز ملتا فتح کا۔ میری بات توجّہ سے سنو! ۔لیکن عین موقع پر حضرت خالدؓ کو حضرت عُمرؓ نے معزول کیا دیکھنے کیلئے کہ ایک آدمی میدان میں کام کر رہا ہے، اور بہت زیادہ بڑے کارنامے انجام دے رہا ہے، ذرا دیکھنا تو چاہیے کہ اِس کام کرنے والے کے دل میں اخلاص کتنا ہے۔ (میری بات بہت ضروری ہے اِس لیے مَیں کہہ رہا ہوں)۔خوب جانبازی سے،اور خوب دل لگی سے کام کرنے والے کا اللہ تعالیٰ اچانک کوئی اِمتحان لیں گے، یہ یہ جو بات عَرض کر رہا ہوں اُس پر عَرض کر رہا ہوں؛ کہ ''معزولی'' کیوں؟۔معزولی کیوں ہوتی تھی، مَیں نے غَور کیا اِس بات پر، تو صحابہؓ کے زمانے میں معزولی جو ہوتی تھی وہ ''ترقی'' کے لیے ہوتی تھی، اِس زمانے میں لوگ سمجھتے ہیں کہ معزولی ''تنزّلی'' ہے۔ معزولی سے مخلصین ترَقی کریں گے۔ میری بات بہت ضروری ہے: ''معزولی سے مخلصین ترقی کریں گے اور جن میں نعوذ باللہ ثُمّ نعوذ باللہ ''اخلاص'' نہیں ہوگا ایسے لوگ معمولی کام کے چھوٹ جانے سے سارے کام کو چھوڑ بیٹھیں گے''۔ مجھے عَرض کرنا ہے؛ حضرت خالدؓ کو معزول کیا، اور یہ معزول کیا جانا یہ دیکھنے کے لیے ہوتا تھا کہ اِتنا بڑا کارنامہ انجام دیئے جانے والے کے اندر اخلاص کتنا ہے!!؛ آیا معزولی سے خوش ہوتے ہیں یا ناراض ہوتے ہیں!۔

میں نے جو مثالیں عَرض کی ہیں، سب سے پہلے یہ سمجھانے کے لیے؛ کہ مؤمن مؤمن کے ساتھ گمان ٹھیک کرے۔ بلکہ حدیثوں میں بہت تاکید سے فرمایا: اِیَّاکَ وَ الظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ۔ (ترمذی، 1988) حدیث میں فرمایا: مؤمن کے ساتھ بَدگُمانی سے بچتے رہو۔ ''اِس لئے کہ دُنیا میں جتنے جھوٹ بولے جائیں اُن میں سب سے بڑا جھوٹ مؤمن کے ساتھ بَدگُمانی ہے''۔ اور اللہ مجھے معاف فرمائے؛ ''یہ مجھے خوب نظر آرہا ہے کہ ساتھی ساتھیوں سے اِتنے بدظن ہیں، جو بات دل میں شیطان ڈال دیتا ہے لوگوں کے اندر وہ چیز حقیقت بن کر رہ جاتی ہے۔ اور لوگ اُس کے مطابق ایسے کام کرتے ہیں۔

اِس لیے میرے بزرگو اور عزیزو! پہلی بات یہ ہے، کہ بَدگُمانی پیدا ہوتی ہے شیاطین کے دلوں میں وَساوِس ڈالنے سے۔ شیاطین دلوں میں وَساوِس پیدا کرتے ہیں؛ اِس لئے قرآن نے بھی ترتیب قائم کی ہے،

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيْراً مِنَ الظَّنِ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَ لَا تَجَسَّسُوا وَ لَا يَغْتَب بَعْضُكُم بَعْضاً (سورۃ الحجرات، آیت: 12) (اے ایمان والو! مؤمن کے ساتھ بدگمانی سے بچو!) اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ آگے فرمایاوَ لاتَجَسَّسُوْا وَ لَایَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا معلوم ہوتا ہے ''بدگمانی سے تجسس ہوتا ہے اور تجسس سے غیبت ہوتی ہے''۔ تجسس کے بعد غیبت ہوتی ہے: بدگمانی، پھر تجسس، پھر غیبت۔ پہلے بدگمانی، تجسس، غیبت، یہ ترتیب ہے قرآن کی۔ پہلے بدگمانی پیدا ہوگی' پھر تجسس ہوگا' پھر جو چیز نظر آ جائے گی اُس پر غیبت ہوگی۔ اِس لیے سب کو فرمایا: پہلا کام یہ ہے کہ مؤمن کے ساتھ اچھا گمان کریں۔ یوں کہیں کہ: معترف کے ساتھ اچھا گمان کرو، اگر تم اپنی آنکھ سے کسی مؤمن کو کوئی گناہ کرتے ہوئے دیکھ لو تو تمھیں چاہیے مؤمن کے ساتھ اِتنا اچھا گُمان کرو کہ تمھیں اپنی آنکھ سے دیکھتے ہوئے کوئی جھٹلانا پڑے۔ نہیں' نہیں؛ میری آنکھ تو غلط دیکھ رہی ہے، مؤمن ایسا نہیں ہوسکتا۔ ہم تو مخبر کی خبر پر بدگُمان ہوجاتے ہیں۔ فلاں نے' فلاں! کے بارے میں یہ بتلایا ہے۔ اِس لیے لوگوں کی عادت یہ بن گئی ہے کہ جب وہ کسی کے بارے میں لوگوں کی بات سُنتے ہیں تو اُس بات کو آگے بڑھا دیتے ہیں؛ حالانکہ حدیث میں آتا ہے کہ ''ایک آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اِتنا کافی ہے کہ وہ سُنی ہوئی بات کو آگے نقل کردے''۔ جی ہاں!۔ ''آگے بڑھاتے ہیں فوراً سُنی ہوئی بات کو، سنئے تو صحیح!'' سُنّت یہ ہے کہ آپ معترف کی بات کا بھی یقین مت کیجیے! یہ سُنّت ہے۔ کہ آپ زِنا کا اِعتراف کرنے والے کی بات کا بھی یقین نہ کیجیے!!''۔

اَرے سنو تو صحیح!'' کیونکہ ایک مخبر ہوتا ہے، ایک معترف ہوتا ہے: مخبر تو جھوٹ بول سکتا ہے، خبر غلط لے کر آیا ہے، یہ کہیں سے سُن کر آیا ہے' خبر غلط ہوسکتی ہے، لیکن معترف اپنے بارے میں خود اعتراف کرنے والا ہے: کہ جی! مَیں نے ایسا کیا ہے!۔'' جب آپ ﷺ یہ تعلیم دے رہے ہیں اُمّت کو کہ آپ معترف کے بھی اِعتراف کے باوجود اُس کے زنا کا اِنکار کیجیے!! تو آپ اِس سے اَندازہ کرلیجیے پھر مخبر کی خبر پر یقین کرنے کی گنجائش کہاں ہوتی ہے''۔

یہاں تک لکھا ہے علمانے کہ: ''جج اور قاضی اور حاکم؛ اِن کو بھی اِس بات کی اِجازت نہیں ہے کہ اگر کوئی' آپ کے پاس کوئی شکایت آئے تو آپ اُس کی تحقیق کریں''۔

سنئے ! مَیں کیا کہہ رہا ہوں: ''اکثر لوگ سُنے جا رہے ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ بھئی ! ہم تحقیق کریں گے؛ کہ نہیں؛ مُسلمان کے عیب کی تحقیق کرنا حَرام ہے؛ اگر چہ آپ جو آپ کے خبر لانے کی والے کی بات ہے سچی کیوں نہ ہو''۔

مسلمان کے عیب کی تحقیق کرنا ''حَرام'' ہے۔ کہ جی ! فلاں صاحب ! یوں کرتے ہیں۔ جو سُنا کہ آپ تحقیق کریں گے؛ نہیں۔ ''مسلمان کے عیب کی تحقیق کرنا حرام ہے'' عام اِنسانوں کے لئے کہاں اِجازت ہوگی؛ جب ''قاضی'' کیلئے؛ جج کے؛ اور حاکم کیلئے بھی اجازت نہیں ہے۔ پڑھئے ! حدیثیں۔ اور پڑھئے ! علماء نے کیا لکھا ہے؛ تَرجمان السنۃ میں لکھا ہے کہ: ''قاضی کے لیے بھی اِس کی اجازت نہیں ہے، کہ اُس کے پاس کوئی شکایت آئے کسی مسلمان کی؛ اور وہ تحقیق کرے کہ یہ صحیح ہے یا غلط ہے، اور قاضی کو بھی اس کی اجازت نہیں ہے''۔

سنو ! مَیں کیا کہہ رہا ہوں: ''ہاں ! اگر کسی مسلمان کے مال کے ضائع ہونے یا کسی مسلمان کے عزّت کے ضائع ہونے کا یقین ہو جائے، تو قاضی کے لیے اَب اِجازت ہے کہ وہ خاموشی سے اِس کی تحقیق کرے''۔

سنئے ! ''ایک مسلمان پر گُناہ ثابت نہ ہو، اور ایک مسلمان مُسلمانوں کے درمیان مجروح نہ ہو؛ اِس کو بچانے کے لیے یہ شَرطیں لگائی گئی ہیں''۔

ایک مسلمان مجروح نہ ہو، ایک مسلمان کا عیب ثابت نہ ہو؛ آپ دیکھئے ! شَریعت نے کیا قیدیں لگائی ہیں۔

اِس لیے ! حدیث میں آتا ہے کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اِتنا کافی ہے کہ سُنی ہوئی بات کو آگے بڑھا دے۔

مجھے ایک بہت اہم بات عَرض کرنی ہے؛ اِس لیے قرآن یہ کہتا ہے کہ: اگر کوئی تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لائے، یہ کیسے پتہ چلے گا کہ خبر دینے والا ''فاسق'' ہے؟! یا مؤمن ہے !۔ اِس لیے کہ ''فاسق کی پیشانی پر یہ لکھا نہیں ہوگا کہ یہ فاسق ہے۔ اور مؤمن کی پیشانی پر یہ لکھا نہیں ہوگا کہ یہ ''مؤمن'' ہے! ہمیں کیسے معلوم ہو کہ مخبر ''فاسق'' ہے یا ''مؤمن'' ہے؟!! کہ بہت آسان بات ہے؛ قرآن کی آیت ہی یہ

بتارہی ہے کہ: اگر یہ خبر لانے والا مؤمن کے بارے میں اچھی خبر لایا ہے تو ''مؤمن ہے'' اور اگر مؤمن کے بارے میں بُری خبر لایا ہے تو ''فاسق'' ہے۔آسان بات ہے!! خود ہی غور کر لیں!!۔

اگر مخبر، خبر اچھی لایا ہے مؤمن کے بارے میں تو مؤمن ہے اور بُری خبر لایا ہے تو فاسق ہے۔آسان بات ہے۔ وہ تو خبر بتائے گی کہ جو بات یہ کہہ رہا ہے مؤمن کے بارے میں، اچھی کہہ رہا ہے یا بُری کہہ رہا ہے!!۔ اگر مؤمن کا ''عیب'' بیان کر رہا ہے تو ''فاسق'' ہے اور مؤمن کی ''خوبی'' بیان کر رہا ہے تو ''مؤمن'' ہے۔ بہت آسان بات ہے!!۔اِنَّ الشَّيَاطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰي أَوْلِيَآاِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ (سورۃ الانعام، آیت:21) شیطان یہ دلوں میں وساوس اور جھگڑے دل میں پیدا کرتا ہے؛ تاکہ تمہارے درمیان جھگڑے اور فساد پیدا ہو۔ تمہیں لڑوانے کے لیے۔ اور قرآن یہ کہتا ہے کہ اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تمہیں چاہیے کہ فاسق کے خبر لانے پر تحقیق ضرور کر لینا؛ کیونکہ فاسق جو تمہارے پاس خبر لایا ہے اگر تم نے تحقیق نہیں کی اور تم نے کسی مؤمن کے بارے میں غلط قدم اُٹھالیا تو پھر تمہارے لیے سوائے حادثہ اور ندامت کے کچھ نہیں ہوگا، جو نقصان ہوگا اُمّت کا تمہارے ہر خبر پر قدم اُٹھانے پر جو اُمّت کا نقصان ہوگا یہ اُس نقصان ہونے کی پھر کوئی تلافی نہیں ہوسکتی۔

لیکن مَیں تمہیں کیا بتاؤں!! کہ اِس زمانہ میں تُو اِن موبائیلوں نے غیبت کو اِتنا بڑھا دیا ہے کہ اَب غیبت کرنے کے لیے کسی کے پاس جا کر بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اَب تو مُسلمان کا گوشت کھانے میں، ایک آدمی امریکہ میں بیٹھا ہوا ہے ایک ہندوستان میں بیٹھا ہوا ہے، دونوں مل کر مُسلمان کا گوشت کھا رہے ہیں، اِن کو غیبتیں کرنے کی مُوبائیل نے وہ سہولتیں دی ہیں؛ اور مسلمانوں کا نقصان کرنے کی وہ سہولتیں دی ہیں؛ اب تو آپ کو غیبت کرنے کیلئے نہ کوئی سَفر کرنے کی ضرورت ہے، نہ کسی کے پاس جا کر بیٹھنے کی ضرورت ہے؛ آپ اپنی جگہ پر بیٹھ کر غیبت میں شریک ہوسکتے ہیں۔

اِس لیے مَیں عَرض کرتا ہوں؛ قرآن یہ کہتا ہے: إِن جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا (سورۃ الحجرات، آیت:٦) اگر تمہارے پاس کوئی شخص خبر لے کر آتا ہے کوئی فاسق تو تم تحقیق کرنا!!۔

اِس آیت کے نازل ہونے کا موقع یہ ہوا: ایک قبیلہ تھا بنو مستلق ؛ مالدار قبیلہ تھا؛ اِسلام لایا، آپؐ نے فرمایا اُن سے کہ: دیکھو! تم اسلام لائے ہو، اب تمہارے اوپر تمہارے مال کی زکوٰۃ واجب ہے۔ فوراً اسلام قبول کرتے ہی

زکوٰۃ واجب کردی۔ اُنہوں نے کہا: یارسول اللہؐ! یہ فرمایئے! کہ زکوٰۃ کا مال ہم لے کر آپ کے پاس آئیں یا آپ کا آدمی آکر ہم سے زکوٰۃ وُصول کرے گا' فرمایا: نہیں، ہم آدمی بھیجیں گے اور فلاں فلاں دن ہمارا آدمی آئے گا آپ کے پاس زکوٰۃ وُصول کرنے کیلیئے؛ آپ کے حضرت ولیدؓ کو اُن کی زکوٰۃ کے وُصول کرنے کیلیئے اُسی دن بھیج دیا جس دن کا وعدہ کیا تھا۔ سننے کا مسئلہ ہے' مَیں جو کچھ کہہ رہا ہوں اِس پر کہہ رہا ہوں!! کہ لوگ اُڑتی اُڑاتی خبروں پر یقین کر لیتے ہیں اور یقین ہی نہیں کر لیتے بَڑے بڑے قدم اُٹھا بیٹھتے ہیں' اُٹھا لیتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ بھئی! اب تو ہو گیا' اب کہاں آپس میں ملاقات ہوگی، اب کہاں ملنا ہوگا ہم کو، فیصلہ اِس چیز کا ہو گیا، اور اب تو افتراق ہو گیا، اب کہاں اتفاق ہوگا؛ حالانکہ اگر غور کیا جائے تو سارا کا سارا نظام ہی اِفتراق کا ہے' جھوٹ پر قائم کیا گیا ہے۔ یہ رہے جھوٹ۔ مَیں عَرض کروں: ''ہمارے لئے یہ واقعات سنگِ میل کی طرح ہیں، منزل پر پہنچنے کے لیئے اِن واقعات کو یاد رکھنا ضروری ہے''۔

چنانچہ روایت میں ہے کہ آپؐ نے بھیجا ولیدؓ کو کہ جاؤ! بنو مصطلق سے زکوٰۃ وصول کر کے لاؤ، آدمی چلا، راستہ میں تھا، کہ ایک مُنافق نے یہ دیکھا' کہ اِن میں آپس میں ایسی اِجتماعیت ہے، یہ نئے مسلمان؛ ابھی مسلمان ہوئے' اور زکوٰۃ دینے کا یہ شوق!! کہ اب کیا کیا جائے، کہ اِن کے اور اِن کے نبیؐ کے درمیان دوریاں پیدا ہوں، اور اِن کی اِجتماعیت اور اِن کی اِطاعت کس طرح ختم ہو' اِس کیلیئے کیا کِیا جائے' چنانچہ یہ مُنافق راستہ میں مِلا ایک صحابیؓ کو؛ پوچھا: کہاں جارہے ہو؟ اِنہوں نے کہا کہ مَیں بنو مصطلق سے زکوٰۃ وصول کرنے کیلیئے جارہا ہوں، اُدھر بنو مصطلق کو معلوم تھا کہ آج آپؐ کا آدمی آئے گا ہم سے زکوٰۃ وصول کرنے کیلیئے، اُنہوں نے عمدہ مال چھانٹ کر زکوٰۃ کا الگ الگ رکھا ہوا تھا اور یہ خیال آیا اُن کو کہ کیوں کہ اللہ کے نبیؐ کی طرف سے اُن کے صحابیؓ آرہے ہیں زکوٰۃ وصول کرنے کیلیئے' ساعی آرہا ہے' تو روایت میں ہے کہ اُن کا پورا قبیلہ اِن صحابیؓ کے استقبال کیلیئے اپنی بستی سے باہر نکل کر کھڑا ہو گیا۔ کہ ہم آپؐ کی طرف سے آنے والے صحابیؓ کا اِستقبال کریں گے اور اُن کو اپنا عمدہ مال زکوٰۃ کا پیش کریں گے۔ یہ تو صورت حال تھی حقیقت۔ اِس منافق نے یہ کہا صحابیؓ سے' کہ حالات کا تمہیں علم نہیں ہے، میں سچ بتلا رہا ہوں اور سچ بول رہا ہوں؛ اور یہ بات یاد رکھنا کہ جو لوگ جھوٹے ہوتے ہیں وہ پہلے یہ کہتے ہیں کہ بھئی دیکھو! ہماری بات کا آپ یقین نہیں کریں گے' ہم سچ بول رہے ہیں، کہ جھوٹ بولنے والے کا معمول

ہوتا ہے، کہ وہ اپنے آپ کو پہلا سچّا ثابت کرتا ہے، جی ہاں! قرآن میں بھی اِسی طرح ہے: وَمَآ أَنتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ۔ (سورۂ یوسف، آیت: ۱۷) یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تھا یعقوب علیہ السلام سے، ہماری بات کا آپ یقین نہیں کریں گے؛ حالانکہ ہم سچ بول رہے ہیں''۔ یہ وہ اندر کا جھوٹ تھا جو کہہ رہا ہے کہ ہم سچ بول رہے ہیں۔ ورنہ جو آدمی سچا ہوتا ہے نہ اُس کو قسم کھانے کی ضرورت ہے، نہ اُس کو اپنی بات کا یقین دلانے کی ضرورت ہے، سچی بات تو بغیر تاکید کے کہہ دی جاتی ہے۔ سچی بات بکے پکے بغیر کہہ دی جاتی ہے۔ اور جھوٹی باتوں کے لئے آدمی قسمیں کھا کر اپنی جھوٹی بات کو مضبوط کرنے کی کوشش کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جھوٹی بات کمزور ہے، وہ اُس کو مضبوط کرنے کے لیے قسم کھا رہا ہے۔ جی ہاں! قسمیں کھانے سے جو روکا گیا ہے، اُس کی بنیادی وجہ یہ ہے، کہ جس بات کو قسمیں کھا کر مؤکد کیا جائے اِس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات بذاتِ خود قوت نہیں رکھتی؛ یہ اِس کو قسمیں کھا کر مؤکد کرنا چاہتے ہیں۔ قسموں کے کھانے سے جو روکا گیا ہے اُس کی وجہ یہی ہے۔

تو مَیں نے عَرض کیا کہ اس نے آکر یہ خبر دی کہ مَیں سچ بول رہا ہوں پورا قبیلہ آپ کو قتل کرنے کیلئے بستی سے باہر کھڑا ہوا ہے، آپ پہنچیں گے، وہ آپ کو قتل کر دیں گے۔ اور پورا قبیلہ زکوٰۃ دینے سے انکار کر رہا ہے۔ یہ مَیں آپ کو یہ سمجھانے کیلئے کہہ رہا ہوں کہ جب کوئی خبر آئے تو تحقیق کرنا چاہیے!! یہ صحابیؓ یہاں سے واپس ہو گئے۔ کہ اَب مَیں کیا کروں؟ وہ مجھے قتل کر دیں گے، مَیں اکیلا ہوں، اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر رہے ہیں؛ یہ خبر ملی۔ یہاں سے یہ صحابیؓ واپس ہو گئے۔ اُدھر انہوں نے اِنتظار کیا، کہ آپ ﷺ کا آدمی کیوں نہیں آیا، اُنہیں اِس بات کا اندیشہ ہوا کہ ہمارے کمائی دھمائی کمائی میں کوئی حصہ حَرام کا داخل ہو گیا ہے، جس سے ہماری زکوٰۃ مَردُود ہو گئی ہے، اِس لیے اللہ تعالیٰ نے نبیؐ سے کہہ دیا ہے کہ اِن کا مال زکوٰۃ میں قبول کرنے کے قابل نہیں ہے، شاید ہم سے مال کے کمانے میں غلطی ہوئی ہے، یا ہماری زکوٰۃ کا مال آپ ﷺ نے قبول نہیں فرمایا؛ اِس لیے آپ ﷺ کا آدمی نہیں آیا۔ سنئے تو صحیح! لوگوں کو اِتنا اندیشہ ہوتا تھا، اپنے عَمل کے قبول کرانے کی کتنی فکر ہوا کرتی تھی۔ یہ قبیلہ یہ سمجھا کہ آپ ﷺ کے آدمی کے نہ آنے کا یہ مطلب ہے کہ آپ ﷺ نے ہمارے زکوٰۃ کے مال کو قابلِ قبول نہیں فرمایا۔ وہ قبیلہ اِنکار کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اِدھر آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا؛ کہ بھئی دیکھو! یہ قبیلہ بنو مصطلق زکوٰۃ سے بھی اِنکار کر رہے ہیں اور ہمارے آدمیوں کو قتل کرنا چاہتے ہیں!!۔ ہمارے

آدمیوں کو قتل کرنا چاہتے ہیں اور زکوٰۃ دینے سے انکار کررہے ہیں۔صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ اِن کے ساتھ کیا کرنا چاہیے؛ اِن کے دو جُرم ہیں' ایک زکوٰۃ سے انکار' اور ایک زکوٰۃ وصول کرنے والے کے قتل کا اقدام؛ کیا کرنا چاہئے!۔صحابہؓ نے مشورہ کیا' اور فیصلہ یہ ہوا کہ رات کا انتظار کیا جائے اور رات کو اچانک شب خون مار کر اور جماعتیں' دستہ بھیجیں فوج کا' صحابہؓ کی' اور وہ جا کر پورے قبیلہ کو قتل کردے، (اللہ اکبر)۔شوق سے زکوٰۃ دینے والے' عمدہ مال زکوٰۃ کیلئے چھانٹ کر الگ کرنے والے، آپؐ کی اِطاعت کرنے والے؛ ایک غلط خبر پر آپؐ کے یہاں یہ مشورہ ہوا اور یہ فیصلہ ہوا کہ پورے قبیلہ کو جڑ سے ہی ختم کردیا جائے!۔

میری بات پر غور کریں' مَیں کیا کہہ رہا ہوں!۔اُس زمانہ میں جبکہ نشر واشاعت کے بھی ذرائع نہیں ہیں' اُس زمانہ میں ایک آدمی کو صرف آ کر ایک مُنافق غلط خبر دے دے، اور اُس پر آپ ﷺ کے مشورہ میں یہ فیصلہ ہوجائے کہ اُس قبیلہ کو قتل کردیا جائے!؛ آپ مجھے بتایئے کہ اِس زمانہ میں' اِتنی بدگُمانیوں کے ساتھ' اِتنا ایمان کمزور ہونے کے ساتھ اور اِتنے نشر واشاعت کے ذرائع کے ساتھ مسلمان مسلمان سے کتنا بدگُمان ہوگا اور کیا غلط اقدامات مسلمان کرے گا مسلمان کے خلاف آپ سوچیئے تو صحیح!۔وہاں تو وحی کا سلسلہ تھا؛ اِدھر یہ فیصلہ ہوا' اُدھر یہ آیت نازل ہوگئی کہ اگر کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لے کر آئے' تمہیں چاہیے کہ اُس کی تحقیق کرلینا۔ایسا نہ ہو کہ تم نادانی اور ناواقفیت کی وجہ سے' تحقیق نہ کرنے کی وجہ سے تم کوئی اقدام کر نہ بیٹھو، اور تمہارے لئے سوائے نَدامت کے اور کچھ حاصل نہ ہو۔

مَیں نے یہ واقعہ اِس لیے عرض کیا ہے کہ تاکہ ہم اِس سے اندازہ کریں کہ بھئی! کتنا فساد ہوتا اور کتنا ظلم ہوتا اگر نعوذ باللہ ثُمَّ نعوذُ باللہ اِس پر عَمَل ہوجاتا۔تو مَیں نے عَرض کیا کہ شیطان یہ بدگُمانی پیدا کرتا ہے۔اِس لئے فرمایا کہ خبر دینے والے کی خبر کا یقین کرنا تو بہت دور کی بات ہے' سُنّت یہ ہے کہ معترف کے اِعتراف کا بھی انکار کریں۔معاذ بن مالک اسلمیؓ نے چار مرتبہ خود کھڑے ہو کر آپؐ کے سامنے کہا: مَیں نے زِنا کیا ہے! آپؐ نے ہر مرتبہ یہ کہا کہ نہیں؛ مؤمن زنا نہیں کرسکتا، جاؤ!۔

میرے دوستو بزرگو عزیزو! ہمارا کام یہ ہے کہ ایمان والوں کی خوبیاں بیان کرو' خرابیاں نہیں۔آپ غور کیجئے! یہاں تو خبر لانے والے کو نوازا جاتا ہے، اور وہاں دَورِ صحابہؓ میں سچی خبر لانے والے کو دھمکی دی جاتی ہے۔اَرے سنو تو صحیح مَیں کیا کہہ رہا ہوں: زنا کرنے والے سے زیادہ دھمکی' خبر لانے والے کیلئے۔

پڑھئے آپ واقعات؛ حیاۃ الصحابہؓ کے پڑھنے پر جو زور دیا جاتا ہے یہاں سے اُس کی بنیادی وجہ یہی ہے۔حیاۃ الصحابہؓ میں ایسے واقعات حضرتؒ نے جمع کیے ہیں' جس کی کام کرنے والوں کو قدم قدم پر ضرورت ہے۔

عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زنا کرنے والے سے زیادہ ناراض خبر لانے والے سے ہوتے تھے۔اور زنا کرنے والے سے زیادہ دھمکی سزا کی اور عقوبت کی خبر لانے والے کیلئے کر رہے ہیں؛ آپ اِس پر غور کیجئے!!۔

ایک جَوان لَڑکی سے زِنا ہوا۔اور زنا ہو کر اُس کی بکارت زائل ہوگئی اور کنوارہ پن ختم ہو گیا، اور لڑکی میں عیب پیدا ہو گیا۔ایک عرصہ کے بعد اِس لڑکی کا شادی کیلئے کہیں سے پیام آیا؛ اِس کے والدین کو خیال ہوا کہ لڑکی میں عیب ہے اور لڑکی کی بکارت ختم ہو چکی ہے اور لڑکی میں ایک عیب پیدا ہو گیا ہے' لڑکے والوں کو ہم اِس کی خبر کر دیں، خود چاہیں شادی کریں' چاہیں نہ کریں' کیا بات ہے؛ لیکن عقد ہونے جا رہا ہے' معاملہ ہو رہا ہے' لڑکی میں عیب ہے' ہمیں لڑکی کا عیب بیان کر دینا چاہیے؛ لڑکے والوں کے سامنے، اِس خیال سے دونوں ماں باپ نے مشورہ کیا' پھر یہ خیال آیا کہ چلو! پہلے حضرت عُمرؓ سے مشورہ کر لیتے ہیں؛ عُمر کیا فرماتے ہیں۔آئے، آ کر حضرت عُمر سے کہا کہ جی! ہماری لڑکی ہے؛ ماں باپ دونوں آئے۔عرض کی کہ لڑکی سے زنا ہو گیا تھا لیکن اب کہیں سے اس کا شادی کا پیام آیا ہے، اَمیر المؤمنینؓ! آپ اجازت دیجئے! ہمیں مشورہ دیجئے کہ کیا ہم لڑکے والوں کو لڑکی کا حال بتا دیں!!۔عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لڑکی کا تو کوئی ذکر نہیں کیا؛ لڑکی کے والدین سے حضرتِ عُمرؓ نے فرمایا: اگر تم نے میرے علاوہ اور کسی سے اس کے زنا کا ذکر کیا اور اِس کے عیب کا ذکر کیا تو مَیں تم دونوں کو اِتنا مَاروں گا کہ سارے ملکوں کیلئے عبرت ہو جائے گی۔وہ سزا تمہیں دوں گا جو سزا مَیں نے کسی کو نہیں دی۔حضرت عمرؓ نے یہ دھمکی دی اُن کے والدین کو۔فرمایا: جاؤ! اِس لڑکی کی شادی کرو اور اِس طرح شادی کرنا اِس لڑکی کی جس طرح پاک دامن' نیک عورت' جس نے کبھی کسی مرد کو نہ دیکھا ہو، ایک شادی جس طرح کی ہوتی ہے؛ حیاء والی' عفیفہ عورت کی' اِس طرح اِس کی شادی کرو۔اور اگر تم نے کہیں سے اِس کے زنا کا ذکر کر دیا تو مَیں تم دونوں کو وہ سزا دوں گا جو سزا مَیں نے کسی کو نہیں دی۔

معلوم ہوتا ہے کہ زنا کرنے والے سے زیادہ مجرم زنا کی خبر کرنے والا ہے، اِس لیے کہ آپ جانتے ہیں، قرآن یہ کہتا ہے: کہ زنا کرنے والے کیلئے تو آخرت کا عذاب ہے، وہ بھی اگر اللہ معاف نہ کریں،

لیکن زنا کی خبر کرنے والے کے لئے دُنیا میں بھی عذاب ہے اور آخرت میں بھی عذاب ہے۔ زانی کے لیے تو ایک عذاب ہے؛ آخرت۔ اور مخبر کیلئے دونوں جگہ عذاب ہے۔ کیا بتاؤں میں آپ کو! ہم کہاں ہیں!!۔ سنو تو صحیح! خبر کرنے والے کیلئے دونوں جگہ عذاب؛ حضرت عمرؓ کی یہ دھمکی خواہ مخواہ ہی نہیں ہے' قرآن کی آیت کی روشنی میں ہے: ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم، فی الدنیا و الآخرة۔ (سورۃ النور، آیت: ۱۹)

تقاضوں پر بیرون جانے والی جماعتوں کی کارگزاری

بعدظہر، بروز پیر/ ۱۰، شوال ۱۴۴۴ھ/ یکم/ مئی 2023ء

(۱) کام کرنے والوں کو امت کے احوال سنانا ہے، کمیاں نہیں۔

(۲) کارگزاری ہمت بڑھانے اور حوصلہ بنانے کے لئے ہے۔

آذربائیجان: 28، دن کا سفر تھا، 100 سے زائد چار ماہ والے ہیں، 30 مستورات لگائی ہوئی ہیں، ابھی وہاں پابندیاں ہیں، دوتین سے زائد کو جمع ہونے نہیں دیتے، ممبئی کے ساتھی گئے تھے، بعض جگہ کچھ اجازت ملی، پرانے ساتھیوں نے مصلیٰ بنایا ہوا ہے، وہیں کام ہوتا ہے، بیرون کے لئے پڑوس ملک جاتے ہیں، 30 ساتھیوں سے ملاقات کی، اکثر نے ہندوستان میں وقت لگایا ہوا ہے، 90، فیصد مسلمان ہیں، 60 یا 70 فیصد شیعہ ہیں، لیکن مضبوط نہیں۔ اور بہت ساروں نے توبہ بھی کرلی ہے، جماعتوں کی نقل وحرکت سے، نرم دل ہیں، تھوڑی سی تشکیل پر تیار ہو جاتے ہیں، 1990 کے بعد سے اب تک ایک جماعت گئی تھی دوسری ممبئی کی گئی تھی ابھی، مستورات کا تقاضہ ہے، صرف 3، جوڑے طلب کئے ہیں، تاکہ ملاقات کروانا آسان ہو، اور کہا کہ پہلے ہی اطلاع دے دو تاکہ نظام بنایا جائے۔

افریقہ کے مغربی حصہ میں گینی کوناکری: دو ماہ کا سفر تھا، چھ اجتماعات تھے، چار احباب گئے تھے، ہماری جماعت کو ہی جا کر کام شروع کرنا تھا اجتماع کا، 3 یا 4 دن پہلے اجتماع کی محنت کا مکمل کرنا تھا، اسلئے انہوں نے کہا کہ مکمل 5، ماہ کی جماعت بھیجی جائے اور ہر اجتماع کے لئے ایک ماہ محنت ہو۔ مسجد میں اجتماعات ہوئے، فلسطینیوں سے ملاقات ہوئی تو مرکز آنے سے انکار کر رہے تھے، تشکیل کی تو بات سمجھ آئی، دو یا چار ماہ کے اندر آنے کا ارادہ کیا، کام ابھی شروعات میں ہے، اس لئے جماعتوں کا بھیجنا بہت ضروری ہے، بعض صوبوں میں ایک جماعت بھی مستورات کی ابھی تک نہیں گئی، اسلئے خصوصاً مستورات کی جماعت کا تقاضہ ہے۔

ملاوی: 2015 کے بعد سے جماعت کو منع کر دیا تھا، 2018 میں ممبئی کی جماعت گئی تھی، دس ساتھیوں کو تنزانیہ کے اجتماع میں لائے تھے، تو حضرت کا چہرہ دیکھ کر کہا کہ یہ چہرہ چھوٹے کا نہیں ہوسکتا، اور خوب روئے، جولائی کے اخیر میں اجتماع ہے ان کا، اسکے لئے جماعتوں کی ضرورت ہے، ایشین بھی بہت ہیں اور وہ گھس کر کام کرنے نہیں دیتے، لیکن ہم نے گھس کر کام کیا، اور مقامیوں پر محنت کی تو 99 فیصد مقامی مرکز سے جڑ گئے، ایک مقامی کو کھانے پر بلایا، تو تعجب کرنے لگا، اور بڑے بڑے اصرار پر آیا، ہاتھ سے کھانا کھلایا گیا تو خوب رویا اور کہا کہ میں مرکز ضرور آؤں گا، پیسے جمع کر کے آؤں گا۔

یوروپ کا مشورہ جو مراکش میں ہوا: 7 یا 8 سال سے کام بند تھا، 33 ملک جڑے تھے، ان ملکوں کے اکثر میں ہندوستان کی جماعت نہیں گئی تھی، انکم ٹیکس مکمل کرو اور بینک اکاؤنٹ مضبوط رکھو، ٹورسٹ ویزا آسانی سے مل جائے گا۔

عزائم کی بات ـــ (مولانا فاروق صاحب بمبئی والے)

بعد ظہر، بروز پیر/۱۰، شوال ۱۴۴۴ھ/یکم مئی 2023ء

(۱) مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: غیبی نصرتیں وہ اذیتوں کے بعد ہیں، جب اذیتوں کی انتہا ہوگی تو نصرتوں کی ابتداء ہوگی۔

(۲) ہماری منزل حضراتِ صحابہؓ ہیں، بیچ میں ٹھہرنا نہیں ہے۔

(۳) حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: جو عمل صحابہؓ کے نقشِ قدم پر ہوگا وہ مقبول ہوگا۔

(۴) داعی ہمت والا ہوتا ہے، اور کارگزاری کا عمل عملے میں حوصلہ پیدا کرتا ہے، مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ جب یہ سنو کہ ساتھی ملکوں میں جا کر جان دے رہے ہیں تو سمجھ جاؤ کہ اللہ نے ہدایت دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

(۵) مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: صحابہؓ کی نگاہوں میں جان و مال کے بے قیمت ہونے نے پوری دنیا میں دین پھیلایا تھا، اور ہماری نظروں میں جان، مال کی وُقعت نے پوری دُنیا کو اُجاڑ کر رکھ دیا ہے۔ اور فرمایا کہ: جتنا نیتوں کا اثر پڑتا ہے اُتنا محنتوں کا بھی نہیں پڑتا۔

(۶) ویزا کے نہ ملنے پر دہلی کی مختلف مساجد میں جماعت روک کر خوب روؤ گے، تو صلحِ حدیبیہ کی طرح مدد آئے گی۔

(۷) مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ساتھی تشکیل کر کے دوسرے کا ایمان بگاڑ کر آتے ہیں۔ پوچھا گیا وہ کیسے؟ فرمایا: کہ تم تشکیل کرتے ہو وہ اعذار پیش کرتا ہے، اور تم چھوڑ کر آجاتے ہو تو وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ میرے ہونے سے ہی میرا کام ہوگا، اس لیے خوب جم کر تشکیل کرو عُذر کا حل بتاؤ۔

(۸) ملکوں میں جماعتوں کے بہتات کی نہیں صفات کی ضرورت ہے (مولانا الیاس صاحبؒ) شیخ مصطفی تیونس سے آئے ہوئے تھے، ممبئی آئے، انہوں نے کارگزاری سنائی کہ جب میں ہندوستان کے لئے نکل رہا تھا تو بچہ نے کہا: میں بھی آؤں گا، میں نے کہا نہیں لے جا سکتا، تو خوب لپٹ کر رویا اور کہا کہ میرا بستہ لیجاؤ تا کہ میں اپنے دوستوں میں کہہ سکوں کہ میں ہندوستان نہیں گیا تو کیا ہوا، میرا بستہ تو جا کر آیا۔

(۹) صحابہؓ کو جو لوگ تکلیف پہنچاتے ان کے لئے اپنے دلوں میں ہدایت کا جذبہ رکھتے تھے، اُن کے چہروں سے اُمّت کی ہدایت کی فکر نظر آتی تھی۔

(۱۰) انفرادی دعوت میں سب سے زیادہ اذیت بھی ہے اور نصرت بھی۔

(۱۱) سو کروڑ مسلمان ایمان، نماز سے مکمل خالی ہیں، ان کو ایمان اور نماز پر لانا ہے۔

(۱۲) ملکوں کو جماعت بھیجو تو پل پل کی خبر لو، ملکی جماعتوں کی نصرت بھی خوب کرو، اُن کا استقبال کرنے جاؤ، وہ مکمل چار ماہ قربانی سے لگائیں گے۔

(۱۳) چار ماہ صرف ایک ہی علاقہ میں لگاؤ تاکہ مضبوط کام ہو۔

(۱۴) روانگی کی بات مکمل ہوگی تو کام مکمل ہوگا۔

(۱۵) دل بھی وسیع رکھو اور دسترخوان بھی وسیع رکھو۔

(۱۶) عزائم اور حوصلے بلند رکھے جائیں، اور عزائم پر محنت کرنی ہوگی، ضلع اور صوبے کی سطح سے تقاضے دیں گے تو کام مکمل ہوگا۔

(۱۷) ابھی ہندوستان کے 75 فیصد علاقوں میں کام پہنچا ہی نہیں، ابھی بھی مسلمان شادیوں میں سات پھیرے لگا رہے ہیں، اور میت جلائی جا رہی ہے، اس لیے چار ماہ کے لئے اتنا اہتمام کرو کہ جو چار ماہ نہ لگائے وہ لگانے والے کے سامنے آئے تو نظروں میں ندامت ہو۔

(۱۸) حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ غلبۂ حال کے بغیر کوئی چیز وجود میں نہیں آتی۔

(۱۹) مستورات کے کام کو جی پر لینا ہے، ایک امام صاحب جماعتوں کا ساتھ دیتے تھے، لیکن نکلتے نہیں تھے، بڑی مشکل سے سہ روزہ میں مع مستورات تیار ہو گئے، اُن کے ساتھی نے پوچھا کہ تم جماعت میں کیسے چلے گئے تو کہا کہ میری بیوی کی وجہ سے، دوست نے پوچھا: کیا فائدہ محسوس کیا؟ تو کہا کہ پہلے میری بیوی کی فجر ہمیشہ خطرے میں رہتی تھی، جب دو دو مرتبہ جگانا پڑتا تھا، جب سے یہ سہ روزہ لگا کر آئی ہے مجھ کو تہجد میں جگا رہی ہے۔

(۲۰) جب کام اعلانات پر آجائے گا تو کام کی جان نکل جائے گی، اس لئے کہ نصرت غیبیہ رَسمیت پر نہیں، حقیقت پر آتی ہے۔

(۲۱) خوش نصیب ہیں وہ جو شب گزاری میں بڑا توشہ لیکر جاتے ہیں، ایک ساتھی بڑا ڈبہ لاتے تھے، کسی نے وجہ پوچھی، اکیلے ہو دو چار کا کھانا لائے ہو، تو کہا کہ بعض لوگ آفس وغیرہ سے آتے ہیں، کھانے کا انتظام کرنے تک دیر ہو جاتی ہے، ان کے لئے لاتا ہوں تاکہ میرے ذریعہ دو چار کی شب گزاری صحیح ہو جائے، اور اللہ کے فضل سے دو کا کھانا چار کو کافی ہو جاتا ہے۔

(۲۲) غزوۂ تبوک میں حضور ۳۰ ہزار صحابہ کرامؓ میں تین کی حاضری لے رہے ہیں، اور ہم تیس ساتھیوں میں سے پندرہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔

(۲۳) اللہ تعالیٰ کو بے نیاز کہتے کہتے کہیں ہم بے نیاز تو نہیں ہو گئے۔

(۲۴) عملہ اپنے ذمہ داروں کا اعتماد بڑھائے تا کہ تم پر اُن کا اعتماد بڑھے۔

(۲۵) اپنے جوانوں کی ہمّت اَفزائی کرو، آگے بڑھاؤ، اُن پر اعتماد کر کے اُن کو کام دو۔

(۲۶) تم عزائم کرو؛ اللہ تعالیٰ وہاں تک پہنچائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان کر کے عزائم کرو، غیبی نصرت ہو گی۔

يقولُ اللهُ عزَّ و جلَّ : أنا عند ظنِّ عبدي بي فليظُنَّ بي ما شاء. (أحمد: 16016، والدارمي: 2731، وابن حبان: 633)

(۲۷) صحابۂ کرام والے جذبہ کو اپنے عملہ میں پیدا کرنے کے لیے صحابۂ کرام والی جان مال کی قربانی دینا ہو گا۔

(۲۸) تم اپنے عملے پر اعتماد کرو، وہ خود کو تمہارے حوالے کر دیں گے۔

(۲۹) ایک پٹھان سے ملاقات کرنے گئے، گھر پر دستک دی، اسکی بیوی باہر آئی، تو اسکے شوہر کا پرانا نام لیکر پوچھا، تو اس نے کہا کہ اس نام کا کوئی آدمی یہاں نہیں ہے، کسی طرح اس سے اسکے شوہر کا نام پوچھ لیا، تو کہا جون خان، ہم نے پوچھا وہ کہاں ملے گا، تو دکان کا نام لکھ کر دیا، ہم بازار میں پہنچے تو اس نام کی دکان تلاش کی، تو شراب کی دکان پر وہی نام لکھا ہوا تھا، بہت بھیڑ تھی، جب لوگ ہٹ گئے تو اسکو سلام کیا۔ وہ چونک گیا اور پوچھا تم کون ہو؟ ہم نے کہا: کیا تمہارا فلاں نام ہے، اس نے کہا تم کو کیسے معلوم؟ ہم نے کہا ہم مسلمان ہیں، ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور پھر اسکو خوب سمجھایا تو وہ رونے لگا، اور کہا کہ میں کیا کروں، ۲۰ سال سے یہاں ہوں، آج تک کسی مسلمان نے مجھ سے ملاقات نہیں کی، جس خاتون نے میرا ساتھ دیا اسی کے ساتھ میں نے نکاح کر لیا، اسی نے مجھے یہ دکان لگا کر دی ہے۔

مولانا شریف صاحب بارہ بنکوی دامت برکاتہم

کام کرنے والوں کی صفات کیسی ہوں

بعد عصر، بروز پیر ۱۰ ؍شوال المکرم ۱۴۴۴ھ۔ یکم ؍مئی 2023ء

(۱)اللہ کا کرم ہے کہ ہم گناہ گاروں کو اس عظیم کام کے لئے قبول کیا ہے۔

(۲) نبوت کے لئے دو بنیادی چیزیں ہیں (۱) امانت ،(۲) صداقت، اسلئے نبی کا کام کرنے والوں میں بھی یہ دو چیزیں ہونی چاہیئے۔

(۳) کام صرف اللہ تعالیٰ کی مدد ہی سے ہوگا، اسلئے وہ تمام طریقے اختیار کرنا ہوگا جن کو انبیاء نے اختیار کیا تھا۔

(۴) سنت کے مطابق خود کو لانا ہے، کیونکہ کام نبوت کا ہے اور مزاجِ نبوت ہی سے چلے گا، لہذا سنت کے چھوٹنے پر اندر سے درد ہو، چوٹ لگے، ایک میواتی کی مسواک نہ ملنے پر کہا کہ ہائے افسوس! میری ستر گنا والی نماز چلی گئی۔

(۵) اب تک ہمارے گھر بھی پورے دین پر نہیں آئے، اپنی لڑکی کو کالج سے نہیں روکا ہے، حالانکہ بغیر محرم کے سفر حج بھی ممنوع ہے۔

(۶) ملک، مال اور حکومت سے متاثر ہونا ہمارا کام نہیں ہے، ہم تو صرف اللہ سے متاثر ہوتے ہیں۔

(۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے میں کامیابی یقین کر کے پورے معاشرے کو سنت پر لانا ہے۔

(۸) دعوت کے تقاضوں کو مقدم کرنا اور ذاتی تقاضوں کو دبانا ہوگا۔

(۹) ہماری عادت بولنے کی بن رہی ہے، حالانکہ خاموش رہنا ہے، مولانا الیاس صاحب نے فرمایا: اپنی زبان کو صرف اتنا تھکاؤ جتنا اسکا وزن ہے اور بدن کو اتنا تھکاؤ جتنا اسکا وزن ہے، آدمی پاؤں سے کم، زبان سے زیادہ پھسلتا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ زبان کو کھینچا کرتے کہ تو ہی ہلاکت کی جگہوں میں اتارنے والی ہے۔

(۱۰) انفرادی دعوت کا مزاج کم ہوتا جارہا ہے، ہم اسپیکر کے عادی بن گئے ہیں، اسی لئے گھر بستی اور علاقے کا ماحول دینی نہیں بن رہا ہے۔

(۱۱) مولانا انعام الحسن صاحب کے زمانے میں کسی نے خواب میں حضور کی زیارت کی تو آپ نے فرمایا کہ کام کرنے والوں میں دو چیزوں کی کمی ہے (۱) ذکر کی اور (۲) رونے کی۔

(۱۲) کسی چیز کو غالب کر کے کسی چیز کو چھوڑ دینا کام نہیں ہے، بلکہ اعتدال کے ساتھ سب کام کرنے ہیں۔

(۱۳) ہماری زندگی، عورتوں کی زندگی، گھر والوں کی زندگی سب سنت کے مطابق ہو جائیں، لاکھ دنیا کچھ کہے، ملامت کرے، پھر بھی سنت پر کامیابی کا یقین کرنا ہے۔

(۱۴) اپنے ساتھیوں کی پوری رعایت کرنا ہے، درگزر کے ساتھ چلنا ہے، ہر وقت ٹوکنا اچھی عادت نہیں ہے، ہم ساتھیوں پر جبر کرتے ہیں اس طور پر کہ دوسرے کا نام دیتے ہیں، اپنا نہیں دیتے، جبکہ ترغیب وہ نعمت ہے جس سے بندہ جڑ جاتا ہے۔ (جبکہ تکلیف اپنے لئے اور ترغیب دوسروں کے لئے ہے)

(۱۵) دعوت، تعلیم، عبادت، اخلاقیات، معاشرہ سب اپنی جگہ پر ہیں، سب کی فکر کرنا، اور معاشرہ اسوقت تک قابو میں نہیں آئیگا جب تک سنت زندہ نہ ہو، جسکا معاشرہ برباد ہوگا، وہ قوم دنیا سے مٹ جائیگی۔

(۱۶) ہم فن کے لئے راس المال لگاتے ہیں اور علم کے لئے زائد مال لگانے تیار نہیں۔ ڈگریوں کے لئے لاکھوں خرچ کرتے ہیں اور مدرسہ میں داخل ہوتے ہی یتیم بن جاتے ہیں، سب ارادہ کرو کہ اپنے بچوں کو عالم بنائیں گے اور دوسرے سال میں بھیج بھیج کر پورے عالم کے لئے محنت کرائیں گے۔

(۱۷) علمائے کرام اور مدارس کا احترام ہونا چاہئے، مدارس اسلام کے قلعے ہیں۔

(۱۸) مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کسی نے کہا کہ یہ مدارس والے نہیں نکلتے، تو غصہ سے چہرہ سرخ ہو گیا، اور فرمایا کہ تم سے دنیا نہیں چھوڑی جاتی کام کے لئے، اور تم چاہتے ہو کہ وہ اپنے دینی شعبے چھوڑ دیں، یہ نہ ہوں تو موذن، امام اور قاری کہاں سے ملیں گے۔

(۱۹) عصری اور دینی طلبہ کا اختلاط کیا جائے، اور اتنا انکو سمجھایا جائے کہ کفر میں زندگی گزارنا تنگ ہو جائے اور ہر حال میں اسلام کو ہی اختیار کرے۔

(۲۰) یہ چھ صفات چھ سمندر ہیں، ہر آنے والا اس بات پر غور کرے کہ میں نے ایمان، اللہ تعالی کی معرفت، اور اللہ تعالیٰ کے دھیان میں کتنا کمال حاصل کیا اور اس بات پر بھی غور کرے کہ میرا بدن اخلاق حسنہ سے کتنا مزین ہوا، میرے اعمال میں اخلاص کتنا آیا۔

(۲۱) تم کو جو کام امت سے لینا ہے وہ پہلے خود کرنا شروع کرو۔

(۲۲) اپنی حاجت سمجھ کر اس کام میں لگنا ہے۔

(۲۳) خود کو 24 گھنٹے حضور والے مبارک اعمال سے مزین کرنا ہے، اور خود کو مشک کی طرح بنانا ہے کیونکہ خوشبو سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ مشک ہے، ایسے ہی دیکھتے ہی معلوم ہو جائے کہ یہ سنت کا پابند ہے۔

(۲۴) ہر ساتھی کو علمائے کرام سے پوچھ پوچھ کر چلنا ہے۔

(۲۵) علم میں کامیابی کا یقین کرلو گے، توفن کی ضرورت نہیں ہوگی۔

(۲۶) اپنے بچوں کو دینی تعلیم (کے مدارس، مکاتب) میں داخل کرو تا کہ ہیرے بنکر امت کے کام آئیں، کیونکہ امت پریشان ہے۔

(۲۷) حیاۃ الصحابہؓ صرف پڑھنے کے لئے نہیں ہے، بلکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی صفات اپنے اندر لانا ہے، کیونکہ جو جس کی نقل اتاریگا وہ قیامت میں انہیں کے ساتھ ہوگا۔

(۲۸) ذمہ دار اپنی ذمہ داری کو خدمت سمجھ کر کرے، عہدہ سمجھ کر نا کرے۔

(۲۹) یہ کام پہلے دن سے آخری دن تک اپنی اصلاح کے لئے ہے۔

(۳۰) یہ (دین کے) عہدے مطالبے کی چیز نہیں ہے۔

(۳۱) سارے مذاکروں کا خلاصہ یہ ھیکہ پورا مال اور پوری جان اس کام میں جھونک دی جائے، دوسرے ملکوں میں جان دینے کا، وہیں قبریں بنانے کا ارادہ کرو۔

(۳۲) ابھی تک ایک گھر بھی تو دکھانے کے لائق نہیں بنا، جبکہ سارے عالم کو اٹھانا ہے۔

بیان: حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ

بتاریخ: یکم رمئی، 2023ء۔ ۱۰رشوال المکرم ۱۴۴۴ھ۔ بروزِ پیر، بوقت: بعد نمازِ مغرب

بمقام: بنگلہ والی مسجد، مرکز نظام الدین، نئی دہلی، انڈیا۔

(۱) اللہ ربّ العزت کی غیبی مدد کے لئے اجتماعیت اور انفرادی دعوت شرط ہے: اگر کام کرنے والوں میں انفرادی دعوت سے ترفع پیدا ہوا تو اسکو اپنے سے نیچے والوں کا کام سمجھا گیا، اور اس سے آپ ﷺ کی بعثت کے مقصد سے اعراض لازم آئے گا۔

(۲) نبوّت کی لائن کی اذیت صرف نبی کے طریقۂ دعوت میں ہے، کسی دوسرے طریقہ میں نہیں ہے۔

(لقد أُخِفتُ في اللهِ و ما يُخافُ أحدٌ. و لقد أو ذيتُ في اللهِ و ما يُؤ ذى أحدٌ. و لقد أتت عليَّ ثلاثونَ من بينِ يومٍ و ليلةٍ و مالي و لبلالٍ طعامٌ يأ كلُهُ ذو كبدٍ إلاَّ شيءٌ يوا ريه إبطُ بلالٍ (ترمذي:2472، وأحمد:14055)

(۳) اجتماعیت کے لئے امت کو مشورہ دیا گیا ہے، چنانچہ جس طرح نماز اسلام کا وقار، اور مسلمانوں کی اجتماعیت کا مظہر ہے، ایسے ہی مشورہ دعوت کا وقار اور اجتماعیت کا مظہر ہے، اگر مشورہ بگڑ جائے تو دعوت کے تمام شعبے بگڑ جائیں گے، اگر مشورہ اپنے آداب کے ساتھ ہوگا تو مشورہ کی خیر ملے گی۔

(۴) جو مشورہ کا اہتمام نہیں کرے گا وہ خسارے میں پڑ جائے گا۔ ما خاب من ایتخار و ما ندم من استشار (الطبرانی:۹۸۰)

(۵) الله ورسوله غنيان عن المشورة (شعب الایمان، ج:۱۰، ۴۲) کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کے علاوہ کوئی بھی مشورے سے مستغنی نہیں ہے، کیونکہ اللہ عالم الغیب ہے اور حضور پر وحی نازل ہوتی ہے۔

(۶) مشورہ کے آداب کام کرنے والوں میں سے تیزی کے ساتھ نکل رہے ہیں، اور مشورہ سیاست کی طرف جا رہا ہے، اسی لئے مشورے کے احکام و آداب کو اچھی طرح پڑھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔

(۷) جو ادب نماز کا ہے وہی ادب مشورہ کا ہے، چنانچہ جو ادب امام کو لقمہ دینے کا ہے وہی ادب مشورے میں امیر کو رائے دینے کا ہے۔

(۸) پہلے یہ طئے کر لو کہ مشورہ کن چیزوں کا ہے، کیونکہ جو چیز کام سے متعلق نہیں ہے اس کا مشورہ نہیں ہے، لہٰذا! جتنا مشورہ کام کے اُمور میں محدود ہوگا اتنا کام ترقی کرے گا۔

(۹) ذاتی کام کا مشورے سے کوئی تعلق نہیں ہے، اسی لئے صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے تنہائی میں ذاتی امور کا مشورہ کیا کرتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے ذاتی امور میں فیصلہ نہیں کرتے تھے، بلکہ صرف رائے دیتے تھے، کیونکہ بعض دفعہ ذاتی کام میں اپنی رائے پر مجبور کرنے سے اُلجھن پیدا ہوتی ہے۔

(۱۰) اپنے مشوروں سے اصرار ختم کرو، کیونکہ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ: جتنے فرقے بنیں گے وہ اصرار کی وجہ سے بنیں گے، اصرار سے افتراق پیدا ہوتا ہے، اور اصرار میں آدمی کی نفسانی خواہش کا دخل ہوتا ہے، لہٰذا رائے دیکر ایسے بری ہوجاؤ جیسے مقتدی لقمہ دے کر بری ہوجاتا ہے اگر امام لقمہ نہ لے تو وہ نماز توڑ کر نہیں جاتا، اور مشورے کی مخالفت ہی اصرار سے ہوتی ہے۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کا نظام افتراق کو ختم کرنے اور تمام آراء کو ختم کرنے کے لئے قائم کیا ہے لہٰذا مشورہ کے بعد دل میں کوئی بات باقی رکھنا اطاعت کے خلاف ہے، اور اطاعت کی مخالفت ایمان کی مخالفت ہے، جبکہ صحابۂ کرامؓ نے اطاعت سے فیصلہ کی اہمیت بتائی ہے، اور اجتماعیت کو قائم کرنے کے لئے مشورے میں اتنی وسعت رکھی کہ جب تک امیر کفر پر اصرار نہ کرے اس کی اطاعت کرو۔ (دَخَلْنا علَى عُبادَةَ بنِ الصَّامِتِ وهو مَرِيضٌ، قُلْنا: أصْلَحَكَ اللَّهُ، حَدِّثْ بحَدِيثٍ يَنْفَعُكَ اللَّهُ به، سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبيِّ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ، قالَ: دَعانا النَّبيُّ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ فَبايَعْناهُ، فقالَ فِيما أخَذَ عَلَيْنا: أنْ بايَعَنا علَى السَّمْعِ والطَّاعَةِ، في مَنْشَطِنا ومَكْرَهِنا، وعُسْرِنا ويُسْرِنا، وأَثَرَةً عَلَيْنا، وأَنْ لا نُنازِعَ الأمْرَ أهْلَهُ، إلَّا أنْ تَرَوْا كُفْرًا بَواحًا، عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فيه بُرْهانٌ. صحيح البخاري: 7055)

(۱۲) ہمارے مشورے کا وقار رائے پر رائے دینے اور آواز بلند کرنے سے ختم ہوا ہے، ہمارے یہاں مطالبہ نہیں ہے ورنہ اسکے پورا کرنے پر لڑیں گے۔ نماز میں دیکھو کتنا سکون ہوتا ہے ایسے ہی سکون مشورے میں ہو۔

(۱۳) حضور ﷺ اور حضرات صحابہؓ کے مشوروں سے باطل طاقتیں مغلوب ہوئی ہیں، جو مشورہ آسمان سے غیبی مددوں کو نازل کرانے کا سبب تھا اب وہ کیوں نازل نہیں کرا رہا ہے، کیونکہ جس طرح نماز براہ راست اللہ تعالیٰ کی ذات سے استفادے کا ذریعہ ہے ایسے ہی مشورہ بھی ذریعہ ہے۔

(۱۴) مشورے میں رفیق بن کر آؤ، فریق بن کر نہ آؤ، کیونکہ عدالت میں ہی فریق بن کر آتے ہیں۔

(۱۵) اگر کسی دوسرے کی رائے پر فیصلہ ہو تو سمجھ لو کہ اپنی رائے پر فیصلہ ہوا ہے، کیونکہ تھوڑا سا شائبہ بھی ہوگا تو ساری خیر سے محروم ہوجائیگا، چنانچہ ایک صحابی نے مشرک کو قتل کیا اور سامان لے لیا تو امیر نے کہا کہ تم نہیں لے سکتے، چنانچہ فیصلہ

کروانے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو فرمایا: من قتل قتیلاً فله سلبه جو قتل کرے وہی مقتول کا سامان لیگا، دونوں صحابی باہر نکلے تو جسکے حق میں فیصلہ ہوا انہوں نے کہا کہ دیکھا میں نے کہا تھا نا، اب وہی فیصلہ ہوا، یہ سنکر حضور نے بلایا اور دوسرے کو سارا سامان دے دیا اور فرمایا کہ تم نے چڑھایا کیوں؟ (حالانکہ انکی رائے صحیح تھی)

(۱۶) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا مشورہ اتنا باوقار ہوتا تھا کہ جب بادشاہوں نے دیکھا تو کہا کہ ہم ان پر غالب نہیں آسکتے۔

(۱۷) ذمہ دار کا کسی رائے پر اصرار کرنا خواہش نفس سے نہیں ہوتا، چنانچہ حضرت ابوبکر نے مانعین زکوٰۃ سے قتال پر اصرار کیا، جبکہ تمام صحابہ کرام کی رائے انکے خلاف تھی، یہ واقعہ بتلاتا ہے کہ ذمہ دار کی رائے کو غلط مت کہو کیونکہ اللہ تعالی ذمہ دار کی نظروں کو وہاں تک پہونچا دیتا ہے جہاں تک معاصرین کی نظر نہیں جاتی، اور دور بینی دو چیزوں سے پیدا ہوتی ہے: (۱) امت کی بے دینی کا اجتماعی غم لینا۔ (۲) تقوی، جن کو یہ دو چیزیں حاصل نہیں وہ فروعی چیزوں میں جھگڑتے ہیں، اختلاف کرتے ہیں، چنانچہ جن صحابہ کرامؓ نے انکار کیا تھا بعد میں قسم کھا کر کہا کہ حضرت ابوبکرؓ ہی درست تھے، پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کے بعض مخصوص بندے ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ وہ نظر دیتے ہیں جس سے وہ امت کی اجتماعی گمراہی کا حل نکال لیتے ہیں۔

(۱۸) مشورے میں اتنی وسعت تھی کہ دور نبوت میں منافقین بھی مشورے میں شریک ہوتے تھے، اور ان سے رائے بھی لیجاتی تھی، ایک منافق کا حضور نے بہت اکرام کیا، جب وہ واپس ہوا تو فرمایا یہ منافق ہے، صحابہ کرام نے پوچھا کہ پھر آپ نے اکرام کیا؟ فرمایا: اگر اکرام نہیں کیا جائیگا تو باہر جا کر ہمارا کام خراب کرے گا۔

(۱۹) یہ ہمیں سیرت میں نہیں ملتا کہ اکثریت پر فیصلہ کیا گیا ہو، کیونکہ اکثریت پر جمہوریت اور سیاست میں فیصلہ ہوتا ہے۔

(۲۰) جو اقلیت پر ہے، لیکن حق پر ہے قرآن کریم نے اسکو اکثریت کہا ہے، اور جو اکثریت پر ہے لیکن حق پر نہیں ہے تو قرآن کریم نے اسکو اقلیت کہا ہے۔

(۲۱) اطاعت یہ ہے کہ فیصلہ تمہاری رائے کے خلاف آئے تب بھی پورا کرے۔

(۲۲) ترغیب دوسروں کے لئے ہے اور تکلیف اپنے لئے ہے، اور جب تک تکلیف اپنے لئے نہیں ہوگی، تب تک ترغیب بھی موثر نہیں ہوگی، جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر ہوا تھا، قرآن نے فرمایا ہے، لا تکلف الا نفسك وحرض المؤمنين۔

(۲۳) تذبذب میں رہنے والے اکثر مخلص ہوتے ہیں، انہیں صرف رہبری کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۲۴) فیصلہ ان کو سامنے رکھ کر ہوگا جو اجتماعیت کے ساتھ کام کے میدان میں اتر گئے ہیں، ان کے علاوہ کے ساتھ فتح وہزیمت کا کوئی تعلق نہیں ہے، جیسا کہ جنگِ اُحد میں ہوا تھا کہ ۳۰۰ منافق چلے گئے رائے پر اصرار کر کے لیکن فیصلہ نہیں آیا، لیکن جب ۴۰ میدان والوں نے مخالفت کی تو شکست کا فیصلہ آ گیا۔

(۲۵) اللہ تعالیٰ امتحان لیتے ہیں کہ تم اپنے علاقے کے ذمہ دار کی اطاعت کرتے ہو یا نہیں، چنانچہ جبلِ رُمات احد کا ایک حلقہ تھا، جس پر ۵۰ لوگوں کا امیر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ (عن البراءَ قالَ: جعلَ رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ علَيهِ وسلَّمَ على الرُّماةِ يومَ أُحُدٍ وَكانوا خمسينَ رجلًا عبدَ اللَّهِ بنَ جُبَيْرٍ، وقالَ: إن رأيتُمونا تَخطفُنا الطَّيرُ، فلا تبرَحوا من مَكانِكُم هذا حتَّى أُرسِلَ لكُم، وإن رأيتُمونا هزَمنا القومَ وأوطَأناهُم فلا تبرَحوا حتَّى أُرسِلَ إليكُم. قالَ: فَهَزمَهُمُ اللَّهُ. قالَ: فأَنا واللَّهِ رأيتُ النِّساءَ يُسنِدنَ على الجبلِ، فقالَ أصحابُ عبدِ اللَّهِ بنِ جُبَيْرٍ الغَنيمةَ أي قومِ الغَنيمةَ: ظَهَرَ أصحابُكُم فما تَنتَظِرونَ؟ فقالَ عبدُ اللَّهِ بنُ جُبَيْرٍ: أنَسيتُمْ ما قالَ لكُم رسولُ اللَّهِ صلَّى اللَّهُ علَيهِ وسلَّمَ؟ فقالوا: واللَّهِ لَنَأْتينَّ النَّاسَ فلَنُصيبنَّ مِنَ الغَنيمةِ، فأتَوهم فصُرِفَت وجوهُهُم وأقبَلوا مُنهزمينَ - صحيح أبي داود: 2662)

(۲۶) حال کے امر کو پورا کرنا غیبی مدد اتارتا ہے، اگر آپ کو کوئی اور چیز افضل معلوم ہوتی ہے تو وہ حقیقت میں مفضول ہے۔

(۲۷) حالات سے مصالح بدلتے ہیں مسائل نہیں بدلتے۔

(۲۸) امیر سے یہ سوال کرنا کہ آپ نے سب سے کیوں نہیں پوچھا یہ تو مہمل سوال ہے، یہ سوال جھگڑا پیدا کرتا ہے، سیرت میں اسکی مثال ملتی ہے کہ جمع قرآن کے وقت صرف عمر کی رائے پر حضرت ابوبکر نے جمع قرآن کا فیصلہ کر دیا اور زید بن ثابت کو بلا کر کام بھی دے دیا، کسی ایک صحابی نے بھی سوال نہیں کیا کہ ہم سے کیوں نہیں پوچھا۔

(قال الخطابي: إنما لم يجمع القرآن في المصحف لما كان يترقبه من ورود ناسخ لبعض أحكامه أو تلاوته فلما انقضى نزوله بوفاته ألهم الله الخلفاء الراشدين ذلك وفاء بوعده الصادق بضمان حفظه على هذه الأمة فكان ابتداء ذلك على يد الصديق بمشورة عمر .... روى البخاري في صحيحه عن زيد بن ثابت قال: أرسل إلي أبو بكر مقتل أهل اليمامة فإذا عمر بن الخطاب عنده فقال أبو بكر: إن عمر أتاني فقال: إن القتل قد استحر بقراء القرآن وإني أخشى أن يستحر القتل بالقراء في المواطن فيذهب كثير من القرآن وإني أرى أن تأمر بجمع القرآن فقلت: لعمر كيف تفعل شيئا لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم! قال عمر: وهو والله خير فلم يزل يراجعني حتى شرح الله صدري لذلك ورأيت في ذلك الذي رأى عمر. قال زيد: قال أبو بكر: إنك شاب عاقل لا نتهمك وقد كنت تكتب الوحي لرسول الله صلى الله عليه وسلم فتتبع القرآن فاجمعه - فوالله لو كلفوني نقل جبل من الجبال ما كان أثقل علي مما أمرني به من جمع القرآن — قلت: كيف تفعلان شيئا لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم! قال: هو والله خير فلم يزل أبو بكر يراجعني حتى شرح الله صدري للذي شرح به صدر أبي بكر وعمر. فتتبعت القرآن أجمعه من العسب واللخاف وصدور

الرجال ووجدت آخر سورة التوبة مع أبي خزيمة الأنصاري لم أجدها مع غيره: {لقد جاءكم رسول}. حتى خاتمة براءة. فكانت الصحف عند أبي بكر حتى توفاه الله ثم عند عمر حياته ثم عند حفصة بنت عمر. الإتقان في علوم القرآن)

(۲۹) جب کسی کام کا فیصلہ ہوجائے تو ساتھیوں پر فرض ہے اس امر کی تنفیذ کے علاوہ کسی اور چیز کا تصور نہ کرنا، ورنہ یہ لوگوں کو افتراق کی دعوت دیتا ہے، ہاں اگر فیصلہ کے بعد کوئی دوسری رائے دل میں آئے تو اسکو پیش کرنے کے آداب ہیں، چنانچہ غزوۂ بدر میں مشورے سے لشکر کے رکنے کی جگہ طے ہوگئی، ایک نئے صحابی کے دل میں یہ رائے آئی کہ یہاں تو پانی نہیں ہے، اسلئے جہاں پانی ہو وہاں لشکر رکے، چنانچہ تنہائی میں حضور کے پاس گئے اور پوچھا کہ آپکا فیصلہ وحی سے تھا یا رائے سے؟ وحی سے ہے تو پھر میں واپس ہوجاتا ہوں ورنہ مجھے اجازت دیں کہ میں اسکے علاوہ رائے دوں، یہ سب کچھ اُن صحابی رسول نے فیصلہ کے احترام میں کیا ہے، اسی طرح دوسری رائے سے ساتھیوں کو پہلے فیصلہ کی تنفیذ میں دشواری ہوگی۔

(قال ابن إسحاق: فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم يبادرهم إلى الماء حتى إذا جاء أدنى ماء من بدر، نزل به. قال ابن إسحاق: فحدثت عن رجال من بني سلمة، أنهم ذكروا أن الحباب بن المنذر بن الجموح قال: يا رسول الله، أرأيت هذا المنزل، أمنزلا أنزلكه الله، ليس لنا أن نتقدمه ولا نتأخر عنه، أم هو الرأي والحرب والمكيدة؟ قال: "بل هو الرأي والحرب والمكيدة". قال: يا رسول الله، فإن هذا ليس بمنزل، فامض بالناس حتى نأتي أدنى ماء من القوم فننزله، ثم نغور ما وراءه من القلب، ثم نبني عليه حوضا فنملأه ماء، ثم نقاتل القوم، فنشرب ولا يشربون. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لقد أشرت بالرأي- (البداية و النهاية)

(۳۰) میں پورے عالم سے کہتا ہوں کہ اپنے مشوروں کو صحابہ کرام کے مشوروں سے جوڑ کر دیکھو جو کمی ہو اسکو پورکرو، جو آداب نہیں ہیں ان کو لاؤ۔

(۳۱) مشورہ مسجد کا عمل ہے اسی لئے قرآن نے مشورہ کو نماز کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(۳۲) جتنا تمہارے مشورے میں وقار ہوگا اتنا ہی امت میں تمہارے کام کا وقار ہوگا۔

(۳۳) اپنے ذاتی تقاضے دبا دبا کر مشورے میں آیا کرو، کیونکہ جو جتنا قربانی دے کر مشورے میں آئے گا اللہ تعالیٰ اس پر مشورہ کے امور کھولیں گے اور جو جتنا کام کے میدان میں قربانی کے ساتھ اترے گا اللہ تعالیٰ اس پر کام کے امور کھولیں گے۔

حیاۃ الصحابہؓ (ج:۲،ص:۳۲۶)

(حضرت جی دامت برکاتہم)

۱۰رشوال المکرم، ۱۴۴۴ھ - یکم رمئی 2023ء - بروز پیر

بمقام: بنگلہ والی مسجد، مرکز نظام الدین، نئی دہلی، انڈیا۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا مال واپس کرنا

میرے عزیز دوستو اور بزرگو! دنیا وآخرت کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتی، اسلئے کہ محبت ایسی اعلیٰ چیز ہے جو اپنے ساتھ کسی کی شراکت کو پسند نہیں کرتی، جو کہتا ہے کہ وہ دونوں سے برابر محبت کرتا ہے، وہ اپنے دعوے میں چھوٹا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت ایسی نہیں بنائی ہے، ہاں وہ عدل کرسکتا ہے (مال کو برابر تقسیم کرسکتا ہے) محبت نہیں کرسکتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات کے درمیان عدل کرتے تھے، اور محبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے تھے، جو کہے کہ آخرت سے محبت کرتا ہے تو اس کے عمل کو دیکھا جائے گا کہ آیا اسکا عمل آخرت کا ہے بھی یا نہیں، دنیا وآخرت کو حضور نے دو سوکنوں کی طرح فرمایا ہے، ایک کو راضی کرو تو دوسری ناراض ہو جاتی ہے ایسے ہی جو آخرت چاہے گا اس کی دُنیا بگڑے گی، دونوں بن جائیں یہ نہیں ہوسکتا۔ یہ بات حق ہے کہ کوئی مالدار صحابی دنیا سے مطمئن نہیں گیا، سب یہ سمجھتے تھے کہ ہمیں دنیا ہی میں عمل کا بدلہ مل گیا ہے، آخرت میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہے، اور روتے تھے، صحابۂ کرام کو جو مال اللہ تعالیٰ نے راضی ہو کر دیا تھا اس پر بھی روتے تھے، اور اسکو بھی رد کیا، اور جو مال بغیر سوال کے آیا اس کو بھی رد کیا، مالِ غنیمت کو بھی رد کیا ہے، جو آخرت چاہتا ہے اس کو دنیا رد کرنا آسان ہوتا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ سفر سے واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکو ایک ہزار دینار ہدیہ میں دیئے، تو کہا کہ ہم نے جو کام کیا ہے وہ آپ کے لئے نہیں کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے لئے کیا ہے، اس لئے میں اس میں سے کچھ نہیں لوں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ کو بھی حضور نے تقاضے پر بھیجا تھا۔ واپس آنے پر اس سے کم رقم مجھ کو دی تو میں نے انکار کردیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! جو مال بغیر سوال کے آئے اس کو لے لو، یہ حدیث سنکر حضرت ابوعبیدہ نے مال قبول کرلیا، حضرت سعید بن عامر کو حضرت عمر رض نے مال دیا تو کہا کہ امیر المؤمنین یہ مال اسکو دو جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو، تو پھر حضرت عمر نے حدیث سنائی کہ جو مال بغیر سوال اور اشرافِ نفس کے ملے اس کو قبول کرلو۔ وہ اللہ تعالیٰ کا رزق ہے۔ صحابۂ کرامؓ کا مال قبول کرنا دوسروں پر خرچ کرنے کے لئے تھا۔

بیان: حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ

بتاریخ: 2 رمئی، 2023ء۔ ۱۱ رشوال المکرم ۱۴۴۴ھ۔ بروز منگل، بوقت: بعد نماز فجر

بمقام: بنگلہ والی مسجد، مرکز نظام الدین، نئی دہلی، انڈیا۔

● ہمارے درمیان یہ چھ نمبر نمبر بن کر رہ گئے ہیں، جس کام کے طریقے سنت سے ہٹ کر رواج کی طرف چلے جاتے ہیں اُن سے صفات پیدا نہیں ہوتیں۔

● رواجی شکلیں اس بات کا تقاضہ کرتی ہیں کہ اس کام کو ایسا کیا جائے، اور جواز اس سہولت کو اختیار کرنے کی اجازت دیتا ہے اور جواز کی شکلیں عزیمت اور سنت سے ہٹا دیتی ہیں، ہر صفت کے کمال کو پہنچنے کیلئے مسنون طریقہ اختیار کیا جائے۔

● اگر کوئی سارے اعمال خیر کرتا ہے سارے گناہوں سے بچتا ہے لیکن لوگوں کو خیر پر آمادہ نہیں کرتا تو اُس کے ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی۔

● جس طرح بدن کے استعمال کے بغیر نماز کا فریضہ ادا نہیں ہوتا اسی طرح بدن کو استعمال کئے بغیر دعوت کا فریضہ ادا نہیں ہوتا ہے جو رواج پر چلے گا وہ سنتوں کا دشمن ہو جائے گا۔

● گشت کا موضوع امر بالمعروف نہی عن المنکر کی عملی شکل ہے، جس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا۔

(اصل حقیقت یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ایمان باللہ کے ساتھ بہت گہرا ربط ہے، حسبِ ذیل آیت پر غور کیجئے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران: ۱۱۰) یعنی اس اُمت کی خیریت جن اُمور کے ساتھ وابستہ کی گئی ہے اُن میں سب سے ممتاز ایمان باللہ کی صفت ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسی کے لوازم میں ہیں، اس لیے پہلی اُمتیں اگر ایمان باللہ میں ہم سے پیچھے رہیں تو امر بالمعروف میں بھی ان کا قدم ہم سے پیچھے ہی تھا اور یہ اُمت ایمان باللہ میں سب سے فائق رہی تو امر بالمعروف میں بھی اس کا قدم سب سے آگے ہے۔ بہرحال ایمان باللہ کے ساتھ کسی نہ کسی مرتبہ میں امر بالمعروف ہونا بھی ضروری ہے، جس کا سب سے ضعیف درجہ انکارِ قلبی ہے، اگر یہ بھی نہیں ہے تو پھر یہ غور کرنا ہوگا کہ اب اس میں ایمان باللہ کی کتنی روح اور اُس کی کیا علامت باقی ہے، اسلام میں ایمان کی علامت صرف پیشانی پر نماز کا نشان، ہونٹوں پر روزے کی خشکی اور ہر وقت زکوٰۃ کی ادائیگی قرار نہیں دی گئی بلکہ اس کی ایک بڑی علامت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی قرار دی گئی ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ ایمان باللہ اور امر بالمعروف میں بڑا گہرا ربط ہے۔ ایمان صرف ان اعمال کے ادا کرنے سے کامل نہیں ہوتا جن سے کہ ایک انسان کے نفس کی صرف ذاتی تکمیل ہو جاتی ہے بلکہ اس کا معیار وہ اعمال ہیں جن سے تمام مخلوق کے نفوس کی تکمیل ہوتی ہے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ اس امت کی خلقت کا اصل منشاء صرف اپنے کمالاتِ علمیہ اور عملیہ کی تکمیل نہیں بلکہ خدا کے تمام مخلوقات کے تکمیل کی ذمہ داری بھی اُسی کے سر ہے اور یہی اُس کا طغرۂ امتیاز ہے اور اسی بناء پر اس کو تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔

یہ بات بہت زیادہ قابل غور ہے کہ جب ایک انسان کی ذاتی تکمیل کے لیے بھی قوت ایمانی کی ضرورت ہے تو اس امت کیلئے جس کو یہ دعوت دی گئی ہو کہ وہ تمام دنیا کی طاقتوں کو چیلنج دے کر ان کی نفسیاتی اور اخلاقی تکمیل کردے؛ کتنے عزم، کتنی قوتِ ایمانی اور کتنے وثوق باللہ کی ضرورت ہوگی، ایمان باللہ کے بغیر امر بالمعروف ہو ہی نہیں سکتا، اور یہ صفت جتنی کامل ہوگی انسان اتنا ہی امر بالمعروف کیلئے مضطر ہوگا اور اگر بدنصیبی سے وہ اس اضطرار سے خالی ہو چکا ہے تو جب تک اس میں نورِ ایمانی کا کوئی ذرّہ موجود ہے اس کیلئے ضروری ہے کہ اس کا دل احساسِ ناگواری سے تو خالی نہ رہے، اگر اس میں یہ احساسِ ناگواری بھی نہیں تو پھر سمجھنا چاہیے کہ اس میں غیرتِ ایمانی کا کوئی شائبہ بھی نہیں۔ (**ترجمان السنة**، جلد دوّم، صفحہ ۱۹۰)

● ایمان کے وجود کی علامت دعوت ہے، تبلیغ میں قلم کی حیثیت اس بیمار کے تیمم کی طرح ہے جو پانی پر قادر نہیں ہے، اگر آپ قلم کو متبادل سمجھتے ہیں اپنے بدن کا' تو آپ تیمم کو جائز سمجھتے ہیں پانی کے ہوتے ہوئے اس کو تلاش کیے بغیر۔

● تحریک موثر ہے' تحریر مؤثر نہیں ہے، یہ ثابت نہیں کہ حضور ﷺ نے بادشاہوں کو تحریر لکھی ہو اور کوئی جماعت ساتھ نہ گئی ہو، صرف بادشاہوں کو خطوط لکھے ہیں۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے سیرتِ مصطفی، ج:۲،ص:۳۶۲)

● تبلیغ میں گشت کا موضوع ملاقات نہیں ہے بلکہ لوگوں کو ان کے ماحول سے نکالنا ہے۔

● اگر کوئی آدمی ذاتی طور پر انفرادی مطالعہ سے علم حاصل کرتا ہے تو اس علم کا اعتبار نہیں ہے اس لیے کہ علماء حق کی صحبت نہیں ملی، احکام اور علم کی مرادیں علماء کی صحبت سے ملتی ہیں۔

● علم اور ایمان ایسے دو فریضے تھے، ہمیں نہیں ملتا سیرت میں، کہ یہ دو کام انفرادی کئے جاتے ہوں، یہ کام اجتماعی کیے جاتے تھے، **قم بنا/ اجلس بنا/** اِجتماعی حلقہ کی طرف اشارہ کررہا ہے۔

● اگر کسی مسلمان کو منکر میں دیکھنے کے بعد دل میں کڑھن پیدا نہ ہو تو ایمان نہیں ہے۔

کان میں بات کا ڈالنا تبلیغ نہیں ہے بلکہ کوشش اس بات کی کریں کہ بات دل میں اُترے اور دل میں بات اُتارنے کیلئے مسجد کا کوئی متبادل نہیں ہے۔

● یہ کام کو وہ شخص منظم کرے گا جس کی لوگوں کی مشاغل (کام، کاج، مصروفیت) اور اُن کے ضعف پر نظر ہوگی، ہم تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ کسی کو نہیں جانتے، بحث ہو رہی تھی کہ کتنا وقت دیا جائے 2 گھنٹے 4، 6 وغیرہ، میں نے مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان بتلایا کہ 12 '12 گھنٹے مسجد کو دو تو سب خاموش ہوگئے۔

● انفرادی مطالعہ اور نشر و اشاعت تذکیر کا ذریعہ نہیں ہے تذکیر کا ذریعہ فرشتوں کی صحبت اور علماء کی صحبت ہے۔

● جو چیزیں حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں اس میں اختلاف کرنا محرومی کا ذریعہ ہے، زمانہ کتنا بھی بدل جائے اصلاح و تربیت کیلئے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے کو اختیار کرنا ضروری ہے، رواج اور ماحول کچھ بھی تقاضہ کرتا ہو۔ لَا يُصْلِحُ آخِرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ إِلَّا مَا أَصْلَحَ أَوَّلَهُ۔ (شرح صحیح ابن خزیمہ، ج۹ص ۲۲)

● حکیم الامت مجدد الملّت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ

جونماز پڑھتا ہے لیکن نماز پر لوگوں کو آمادہ نہیں کرتا وہ گناہگار ہے۔

سب سے زیادہ معاشرہ اوراخلاق کا بگاڑ نماز کے بگڑنے سے ہے۔ ہمارے عملہ میں تھکا

دینے والی گشت تو ہے لیکن تھکا دینے والی نماز نہیں ہے۔

● حضرت عمر رضی اللہ عنہ 1500 سال پہلے کہہ رہے ہیں کہ دعوت الی اللہ کے بغیر ہم تمام اعمال خیر کرتے تو خیر امت نہ ہوتے، اور آج کا مسلمان کہہ رہا ہے کہ دعوت الی اللہ کے بغیر بھی خیر امت ہو سکتے ہیں۔ مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّكُوْنَ مِنْ تِلْكُمُ الْاٰيَةِ فَالْيُؤَدِّ شَرْطَ اللّٰهِ مِنْهَا۔ (حیاۃ الصحابہؓ، الآثار فی صفۃ الصحابہؓ، ج:۱)

● امام مالکؒ نے جب موطا امام مالک مکمل کی تو ہارون رشیدؒ نے امام مالکؒ کے پاس وزیر کو بھیجا کہ آپ کتاب لے کر آئیں حدیث سنانے کے لئے، فرمایا جا کر خلیفہ سے کہو علم چل کر کسی کے پاس نہیں جاتا۔ يروى أن الخليفة العباسي هارون الرشيد قال للإمام مالك بن أنس الله: يا أبا عبد الله، أريد أن أسمع منك الموطأ، فقال مالك: نعم. يا أمير المؤمنين، فقال: متى؟ قال مالك غداً. فجلس هارون ينتظروه جلس مالك في بيته ينتظره فلما أبطأ عليه أرسل إليه هارون فدعاه، فقال له: يا أبا الله ما زلت أنتظرك منذ اليوم، فقال مالك: وأنا أيضاً يا أمير المؤمنين لم أزل أنتظرك منذ اليوم، إن العلم يُؤتى ولا يأتي، وإنّ ابن عمك هو الذي جاء بالعلم صلى الله عليه وآله وسلم فإن رفعتموه ارتفع، وإن وضعتموه اتضع. ()

● آلات پر علم کو ڈالنے کو میں علم کی اعانت (مدد) نہیں سمجھتا ہوں بلکہ علم کی اہانت سمجھتا ہوں۔

● امام مالک فرماتے ہیں کہ عوام کو خواص کی رعایت میں علم کے حلقے سے الگ کر دیا جائے، تو خواص کو بھی فائدہ نہیں ہوگا۔

● حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ اگر تم باطل کے نظام سے تعلیم کو بچانا چاہتے ہو تو علم کو مساجد میں لاؤ جب تک علماء اور عوام کا آپسی جوڑ نہیں ہوتا ہے، اس وقت تک عوام کا جہل ختم نہ ہوگا۔

● مسجد کی آبادی میں مسائل کا حلقہ بنیادی فریضہ ہے یہ فریضہ بیان وتقریر سے ادا نہ ہوگا، حضور ﷺ نے بیان چھوڑ کر ایک آنے کو اسلام کے فرائض کی دعوت دی۔ (حیاۃ الصحابہؓ عربی، جلد:۳، ص:۲۵۹)

● عالم وہ ہے جو نامحرم سے نظروں کو پھیرے، اگر نہیں پھیرتا ہے تو معلومات ہے عالم نہیں ہے، اور اس کے لئے اسلام بھی شرط نہیں ہے۔ (اتق اللہ تکن اعلم الناس، کنز العمال، ج:۱۶، ص:۱۲۸)

● اگر کام کرنے والوں کو کام کی وجہ سے ذکر کا وقت نہیں ملتا تو کام تنظیم کی طرف جائے گا انفرادی اعمال اجتماعی کے تقاضوں سے موخر تو ہو سکتے ہیں لیکن چھوڑے نہیں جا سکتے۔

● تہجد، اس سے زیادہ نفس کو کچلنے والا کوئی عمل نہیں ہے، سب سے زیادہ دعوت پر مدد دلانے والی چیز رات کا قیام ہے۔ (إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلاً، سورۃ المزمل، آیت: ۵)

● رات کا قیام اور قرآن کی تلاوت، ان دو باتوں کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جماعتوں کو اہتمام سے ہدایت دیتے تھے۔ (والزم أصحابك قراءة القرآن وانههم عن ذكر الجاهلية وما كان منها فإن ذلك يورث العداوة بينهم، فتوح الشام، ج:۱، ص:۱۴)

مفتی یعقوب سیلونی صاحب زید مجدہم

2 / جنوری 2023ء ۔ بنگلہ والی مسجد مرکز نظام الدین، بستی نظام الدین، نئی دہلی، انڈیا۔

نوٹ:۔ لہٰذا! حضرت مفتی صاحب کا گزشتہ سہ ماہی کے بیان کو جامع (مکمل ومدلل) ہونے کے پیشِ نظر پھر سے دوبارہ پیش کیا جارہا ہے۔

گھروں میں تعلیم کا حلقہ

میرے بھائیو دوستو بزرگو! ہماری بنیادی ذمہ داری اپنے گھروں کے اندر اعمالِ دعوت کو قائم کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ اِس لیئے کہ اللہ رب العزت نے قیامت تک کے آنے والی خواتین کی تعلیم اور اُن کی تربیت کے لیے اعمال متعین فرما کے قرآن میں دیئے ہیں۔ قرآن کا حلقہ اللہ کا اَمر ہے، حدیث کا حلقہ لگانا لینا اللہ کا اَمر ہے۔ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مفسرین کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اِن آیات کے اندر خطاب اگرچہ ازواجِ مطہرات ؓ کے لیئے ہے لیکن حکم قیامت تک کے لئے عام ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت تک کے لیئے آنے والے لوگوں کے لیئے تعلیم وتربیت یہ قرآن اور حدیث کے اندر اللہ نے رکھی ہے اُس کی تاثیر اُس کے حلقے لگانے میں اللہ نے تاثیر رکھی ہے۔ ایسی اللہ تربیت فرمائیں گے جس طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے ضدی لوگوں کی قرنِ اوّل میں تربیت فرمائی گئی ہے۔ اصل بنیادی بات۔ جو کتنا سنگ دل، سنگ دل، ضدی قسم کا انسان کسی گھر کے اندر، کسی خاندان کے اندر نہ دین پے چلنا چاہتا اور دین کے معاملہ میں دین کی محنت میں روڑا اور رُکاوٹ بنا ہوا ہے اللہ رب العزت اُس کی تربیت فرمادیں گے اگر اُس کے گھر کے اندر قرآن اور حدیث کے حلقہ کا اہتمام ہو۔ حضرت عمرؓ خود فرماتے ہیں: میں نے رات جب اپنی بہن کو مارا اُس وقت بھی وہ سورۂ اقراء کی آیات پڑھ رہی تھیں اور مار کے تھک کے میں لیٹ گیا، صبح کے وقت جب میری آنکھ کھلی اُس وقت بھی سورۂ اقراء کی آیات کے پڑھنے کی میری بہن کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی، بس! ایک حلقہ کے اندر، ایک رات کے اندر میری طبیعت اور میرا دل پلٹ گیا۔ اِسلام کی طرف میری طبیعت اور میرا دل مائل ہوگیا۔ آپ اندازہ لگائیں جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہدایت پر آسکتے ہیں ایک دن کے حلقہ کی وجہ سے تو پھر جس کے اندر اللہ تعالیٰ نے پہلے سے اسلام اور ایمان کا نور رکھا ہے وہ اِن قرآن اور حدیث کے حلقوں کی وجہ سے کتنا دین کی طرف مائل ہوگا، کتنے اعمال میں ترقی ہوتی چلی جائے گی۔ کیونکہ اللہ کا وعدہ ہے اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا۔ ہم کھانے پینے کی سنتیں یاد رکھتے ہیں اور اعداد کی سنتیں یاد رکھتے ہیں لیکن دعوت کی سنتیں اور اُس میں بھی گھر کے اندر قرآن کا حلقہ

لگانا دعوت کی اہم ترین سنت ہے اور حدیث کے حلقے لگانے اہم ترین سنت ہے اِس کے کوئی تذکرے اِس کا کوئی تصوّر ہمارے یہاں نہیں ہے۔ اللہ نے صاف فرمایا ہے جتنے بھی گناہوں کی گندگیاں ہیں اُس سب کو ہم دور کردیں گے اور تمھیں مکمل پاک صاف کردیں گے۔ یہ اعمالِ تطہیر ہیں۔ اللہ کی ذات مطہر اور اللہ کی مذکی ہے۔ اگر کسی کو بے شمار اعمال کرنے کے اعتبار سے وقت میں برکت دے دی جائے اور جسمانی طاقت وقوت دے دی جائے اُن تمام اعمال کے کرنے پر وہ تربیت نہیں ہوگی جو تربیت ایک سورۂ کوثر کو لے کر اپنی گھر والی کو لے کر حلقے لگانے پر اللہ تربیت فرمائیں گے؛ کیونکہ اللہ نے حکم دیا ہے اِس عمل کا اور ضمانت تربیت کی' کفالت کی اللہ نے براہِ راست خود لی ہے کسی اور کے حوالہ نہیں فرمائی۔

اور اتنا قدیم اور اتنا پُرانا عمل کہ سیرت میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو نبوت کی ذمہ داری کے مل جانے کے بعد اعمالِ نبوت میں سب سے پہلا عمل جس سے اللہ کے نبیؐ نے اپنی نبوّت کی محنت کا آغاز فرمایا وہ قرآن کا حلقہ اور حدیث کا حلقہ ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے: آپ ﷺ نے وحی کے مل جانے کے بعد سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ کو آکر سارا واقعہ سنایا' یہ واقعہ ہم پڑھتے ہیں درسِ حدیث کہتے ہیں' درسِ بخاری، اور یہ خود واقعہ ہو رہا ہے' عملاً تو کیا حدیث کا حلقہ نہیں ہے۔ آپ سوچیے! اور اُسی میں اللہ کے نبی ﷺ نے وہ آیتیں پڑھ کے سنائیں: اقرا ءبأسم ربک الذی خلق، تین مرتبہ کھینچ کر چھوڑ کر پڑھنے کو کہا، میں نے کہا:...... بقاری، پھر اُس کے بعد جبرئیل امینؑ نے یہ آیتیں پڑھ کر کے سنائیں اور یہ آیت اللہ کے نبی ﷺ حضرت خدیجہؓ کو سنا رہے ہیں' سیرت میں کہیں نہیں ملتا کہ وہاں غارِ حرا میں نبوت کے مل جانے کے بعد کہیں اور گئے ہوں اور یہ سارا واقعہ سنایا ہو' کسی کو یہ آیتیں سنائی ہوں' کہیں یہ واقعات کہیں نہیں ملتے۔ بخاری شریف کے اندر موجود ہے سب سے پہلے گھر اور حضرت خدیجہؓ کو لے کر حدیث کا حلقہ قرآن کا حلقہ۔ کتنا قدیم عمل آپ اندازہ لگائیے۔

آپؐ کا تو حال یہ تھا کہ کہیں بھی چلے جاتے تو قرآن کا حلقہ لگا رہے ہیں اور حدیث کا حلقہ لگا رہے ہیں۔ آپ ﷺ کا معمول تھا اگر اپنے سُسرال چلے گئے تو ساس سُسر اور اپنی اہلیہ کو لے کر قرآن کا حلقہ لگا رہے ہیں۔ امی عائشہؓ پے زنا کی تہمت لگ گئی یہ واقعہ مشہور ہے، اللہ کے نبیؐ گئے کہ عائشہؓ! توبہ کرلو، امی عائشہؓ اپنی والدہ کو دیکھ رہی ہیں وہ بھی رو رہی ہیں' اپنے ابا کو دیکھ رہی ہیں وہ بھی رو رہے ہیں' آپؐ فرما رہے ہیں کہ توبہ کرلو، اللہ تعالیٰ بڑے غفور الرحیم ہیں اگر زنا کیا ہے اللہ معاف کردیں گے، امی عائشہؓ فرماتی ہیں: اللہ جانتے ہیں کہ میں اگر اِن کی بات مان کے توبہ کرلوں تب بھی میں بَری ہوں اور میں توبہ نہ کروں تب بھی میں بَری ہوں تب بھی اللہ جانتے ہیں اور مجھے

یقین تھا اللہ ربُّ العزّت میری برأت کے سلسلہ میں کچھ نہ کچھ آیات اُتاریں گے لیکن میری حیثیت اور میری ذات اِس سے بہت کمتر ہے کہ میری شان میں میری برأت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ آسمان سے آیتیں اُتار دیں جس کی تلاوت قیامت تک ہوتی رہے۔ کہتی ہیں کہ بس میں سوچ ہی رہی تھی کہ اِتنے میں اللہ کے نبیؐ کے اوپر وحی کے اُترنے کے آثار ظاہر ہوئے اور اللہ کے نبی ﷺ مُسکراتے ہوئے فرمانے لگے: عائشہؓ! تمھیں خوشخبری ہو بشارت ہو، انتظار نہیں فرمایا بلکہ اُسی وقت سورۂ نور کا دوسرا رکوع پورا کا پورا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت میں اللہ نے اُتار دیا۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ عُصۡبَۃٌ مِّنۡکُمۡ لَا تَحۡسَبُوۡہُ شَرًّا لَّکُمۡ بَلۡ ہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ لِکُلِّ امۡرِیٴٍ مِّنۡہُمۡ مَّا اکۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ وَ الَّذِیۡ تَوَلّٰی کِبۡرَہٗ مِنۡہُمۡ لَہٗ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ۔ اب اندازہ لگائیے۔ اُسی وقت اللہ کے نبی ﷺ نے یہ ایک رکوع کا حلقہ لگالیا اُسی وقت حضرت ابوبکرؓ ہیں اور اُمِّ رومان پردے میں بیٹھی ہیں اور حضرت عائشہؓ سامنے ہیں، اِتنا اہتمام۔ اِمام بخاری نے تو اِتنے سارے عنوانات قائم کیئے گھر کے اندر تعلیم دینے کے اور قرآن کے حلقے لگانے کے اور حدیث کے حلقے لگانے کے کہ شمار کرنا مشکل ہے۔

کہ اگر کوئی شخص گھر میں آئے، تھکا ہوا ہے اور آنے کے بعد حلقہ نہ لے سکے، سو جاوے، پھر اُس کے بعد تھکان ختم ہوگئی اور نیند سے بیدار ہوجاوے آدھی رات میں بھی وہ حلقہ لے سکتا ہے۔ **باب العلم . . . باللیل** عنوان قائم کیا ہے اِمام بخاریؒ نے، کہ رات کے وقت میں اپنی بیوی کو علم سکھلانا اور وعظ و نصیحتیں کرنا۔ اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ آئے اور آرام فرمانے لگے پھر اچانک آپ بیدار ہوئے، عنوان قائم کیا ہے اِمام بخاریؒ نے، دیکھو! اللہ کے نبی ﷺ اُمِّ سلمہؓ کو لے کر کے حدیث کے حلقے لگا رہے ہیں، رواہ البخاری، مختصر سی حدیث ہے۔ اللہ اکبر۔ اِتنا اہتمام، قرآن کا حلقہ گھر میں اور حدیث کا حلقہ۔ اللہ معاف فرمائے! کام کرنے والا ایک طبقہ ایسا کہ جو ابھی تک اپنے گھروں کے اندر اپنی ذات سے اِن دونوں حلقوں کا اہتمام نہیں کر رہا ہے، جس کی وجہ سے سب سے زیادہ بڑی تیزی سے بے دینی، جہالت، بے پردگی کام کرنے والوں کے گھروں کے اندر داخل ہوتی جارہی ہے۔ ابھی تک اُس کی اہمیت نہیں ہے۔ باہر کے تقاضوں کا اِتنا غلبہ کہ گھر آکر کے اپنی گھر والی اور بچوں کو لے کر حلقے لگانے کی توفیق نہیں ہو رہی ہے۔ کامل و مکمل اللہ کے نبیؐ کی اتباع دعوت کی سنتوں کے اندر اُس وقت ہوگی جب ہم اپنے گھر میں بھی اِہتمام سے وقت لے کر اپنے بیوی بچوں کو لے کر قرآن کے حلقے میں خود براہ راست شریک ہوں اللہ کے نبیؐ کی سنت سمجھ کر۔ اور کسی بھی شریعت کے اندر سیرت کے اندر کوئی عذر ایسا شرعی نہیں ملتا جس کی وجہ سے حضور ﷺ نے قرآن کا حلقہ اُس گھر میں لگانے سے منع کر دیا ہو یا عذر والی کو اُس حلقہ سے اُٹھا دیا ہو؛ بلکہ روایت میں تو یہ ملتا ہے صحاحِ ستہ کی روایت میں یہ بات ملتی ہے کہ شرعی عذر کے ہوتے ہوئے اُس گھر میں قرآن کا حلقہ اور عذر والی کو بٹھایا جا رہا ہے اِہتمام کے ساتھ۔

مسلم شریف کی روایت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ مجھ پر ٹیک لگائے ہوئے ہیں اور میں ایام سے ہوں اور آپؐ قرآن کی تلاوت فرما رہے ہیں اور سنتی جا رہی ہوں۔ یہ ہے اصل بنیادی چیز۔ جتنا آپ سیرت پر کام کو لائیں گے اُتنا اسبابِ ہدایت سے قریب ہوتے چلے جائیں گے اور ہدایت عام ہوتی چلی جائے گی۔ اور جتنا اِس کام کو تجربوں اور شخصیتوں کے حوالہ کریں گے اُتنا اسبابِ ہدایت سے دور ہو کر اُمت ہدایت اور اسبابِ ہدایت سے محروم ہو جائے گی۔ اُصولی بات ہے۔ یہ اصل بنیادی چیز ہے۔ کیوں؟ اِس لیئے کہ عام حالات میں شیاطین خواتین کو اُتنا گمراہ نہیں کر سکتے جتنا عذر کے ایام میں شیاطین خواتین کو گمراہ کر لیتے ہیں۔ ایسے موقع پر تو اُن کو فرشتوں کا ماحول، فرشتوں کے پَروں کے اثر میں رکھنا اُس کے لیئے قرآن وحدیث کا حلقہ اہتمام کے ساتھ لگانا۔ اگر کسی گھر میں صرف میاں بیوی ہیں بچے نہیں ہیں اور ایسا شرعی عذر پیش آجاوے، گھر آوے، اپنی اہلیہ کو لے کر کے قرآن پڑھتا جاوے اور اُس کی گھر والی سنتی رہے، یہ اللہ کے نبیؐ کی عین سنت ہے۔ یہ ہے اصل بنیادی چیز۔

مستورات کی ہفتہ واری تعلیم

حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہنچ گئیں، اسماء بنتِ یزید اور درخواست کی کہ یارسول اللہ ﷺ! مرد اللہ کے راستہ میں جاتے ہیں، دین کی محنت کرتے ہیں، آپ کی خدمت میں پہنچ کر دین سیکھ لیتے ہیں لیکن ہم اِن سارے موقعوں سے محروم ہیں، آپ ہمارے لیئے بھی کوئی وقت اور دن مقرر فرما دیں تاکہ ہم بھی دین آپ سے سیکھ سکیں؛ چنانچہ آپ ﷺ نے اُن کی درخواست پر اُن کے لیئے ایک وقت، ایک دن مقرر کیا اور اُس میں جمع کر کے اُس میں اُن سے دین کی باتیں اور احکامات کی تعلیم اُنہیں دی۔ آپ ﷺ کے دُنیا سے پَردہ فرمانے کے بعد مدینۂ طیبہ کے اندر کسی گھر میں خواتین جمع ہو جاتیں اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے جو حیات تھیں ایک یا دو وہ پردہ کے ساتھ جا کر اُن خواتین کو دین کی باتیں سمجھایا کرتی تھیں، دین کی باتیں سنایا کرتی تھیں۔

(بخاری، کتاب العلم، باب ہل یجعل للنساء یوما علی حدۃ فی العلم، ج۱،ص ۲۰)

ایک ایمان والی ہدایت، اعمال، فرائض، پردے، سادی والی زندگی اور بچوں کی دینی پرورش پر آجائے اور گھروں کے اندر اعمالِ دعوت اور گھروں کے اندر مع مستورات جماعتوں کے استقبال کا مزاج اور اپنے محرم مردوں کو اللہ کے راستہ میں بھیجنے کا جذبہ اور خود اپنے محرم کے ساتھ نکلنے کا داعیہ پیدا ہو جائے اُس کے لیے ہر محلہ کے اندر چند مکانات کے بیچ میں ہفتہ واری تعلیم کو قائم کرنا ہے، بشرطیکہ دو بہنیں عشرہ والی اور تین بہنیں ایک ایک بارسہ روزہ لگائی ہوئی ہوں۔

ہفتہ واری تعلیم کے اعمال

ہفتہ واری تعلیم کے 4 اعمال ہیں:

(۱) استقبال۔(۲) کتابی تعلیم۔(۳) چھ صفات کا مذاکرہ۔(۴) تشکیل۔

تعلیم ایک ہفتہ منتخب سے اور ایک ہفتہ فضائلِ اعمال مع فضائلِ صدقات سے ہو۔

چھ صفات اور تشکیل دونوں ایک بہن کے ذمہ ہو، ہفتہ کے تعین کے بغیر چار سے پانچ ہفتہ کے دوران آپ ہفتہ واری مشورہ سے مَردوں کا بیان طئے کریں۔کوشش کریں کہ ہماری ہفتہ واری تعلیم مع مستورات جماعتوں کے نکلنے کا موضوع بنے یا نقد جماعتوں کے نکلنے یا کم سے کم جوڑے نکلیں۔

ہمارے یہاں یہ کوئی سلسلہ نہیں ہے کہ مہینہ میں یا تین مہینہ میں ایک جماعت کے نکالنے کا ہم آپس میں مشورہ کرلیں نہیں، ہر ہفتہ اُن خواتین کو اللہ کے راستہ میں نکالنا ہے جس کے اندر اللہ کے راستہ میں نکلنے کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے۔

مستورات کے کام کو اس رُخ پہ لانا ہے کہ اندرون و بیرون کے مستورات کے سارے تقاضے پورے ہوں۔

ہفتہ واری تعلیم کے مقامات بڑھانے کے لیے خواتین کے خروج کو بڑھانا ہے۔

خواتین کا اپنے محرموں کے ساتھ اللہ کے راستہ میں نکلنا

خواتین کو لے کر اللہ کے راستہ میں نکلنا ایسی بنیادی سنت ہے کہ جس کے اندر قرنِ اوّل کی تمام صحابیات مجتمع نظر آتی ہیں جس کو عذر تھا کسی وجہ سے وہ نہ گئی وہ الگ بات ہے ورنہ خواتین کے اللہ کے راستہ میں نکلنے کی ایک عمومی فضاء تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپ ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے درمیان قرعہ ڈالتے اور جن کے نام قرعہ نکلتا اُنہیں اپنے ساتھ لے جاتے۔ عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ ﷺ: اذاارادان یخرج سفراًا قرع بیننا فی غزاۃ غزاھا فخرج سھمی فخرجت معه بعد ماأنزل الحجاب،(بخاری:۲۶۶۱،باب تعدیل النساء)

روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ خیبر تشریف لے جا رہے ہیں، بنو غفار کی عورتیں اکٹھی ہو کر کے آگئیں اور درخواست کرنے لگیں کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہمیں بھی اجازت مرحمت فرمائیں؛ ہم بھی آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہیں، آپ ﷺ نے بہت خوشی اور بڑی خندہ پیشانی سے اُنہیں نکلنے کی اجازت دی۔(حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم عربی، جلد:1، ص:747)

اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے: انصاری خواتین کی تقاضہ والی ایک جماعت مستقل تیار رہتی تھی اور جب جب نبی ﷺ سفر میں جاتے اُنہیں اشارہ فرماتے اور وہ انصار کی خواتین اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ اللہ کے راستہ میں نکلا کرتیں۔

(حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم عربی، جلد 1، ص:750)

آپ ﷺ نے اِس امت کے اندر جو نَفر اور خُروج کی بنیاد ڈالی اُس کے اندر مستورات اور مَرد دونوں طبقے میں کوئی فرق نہیں فرمایا۔ یہ بہت بڑا مغالطہ اور بڑی غلط فہمی ہے کہ ہم دعوت کی اِس ذمہ داری میں اور اِس کے اعمال کے اندر چاہے ہجرت ہو، نصرت ہو اور جان و مال کی قربانی دینی ہو اِن سارے اعمال کے اندر ہم ابھی تک خواتین کو مَردوں سے نیچے درجہ میں اور دوسرے تیسرے درجہ میں رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ سیرت کے بالکل سراسر خلاف ہے۔ اللہ ربُّ العزّت نے ہر ایمان والی پر یہ فریضہ ڈالا ہے **وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ**۔۔۔۔۔الخ ؎ ہر ایمان والی کی ذمہ داری، ہر ایمان والی مکلف، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ہر ایک کے ذمہ ہے۔ جتنی روایتیں ہیں، جتنے نصوص ہیں اِس کے اندر دعوت کے فریضہ میں اِن دونوں طبقوں میں کوئی فرق نہیں ملتا۔ دونوں کی بنیادی ذمہ داری۔ جس طریقہ سے مَردوں کے ایمان میں تکمیل کیلئے اَمر بالمعروف نہی عن المنکر کو بڑا دخل ہے اِسی طریقہ سے خواتین کے ایمانیات کی تکمیل میں بھی اَمر بالمعروف نہی عن المنکر کو بنیادی طور پر دخل ہے۔ کوئی ایمان والی اپنے اعمال کے اندر کامل اور اپنے ایمان میں کامل نہیں ہوسکتی جب تک کہ اُس کی زندگی میں یہ فریضہ نہ ہو۔ (سورۃ التوبۃ، آیت نمبر: 71)

اُمِّ عطیہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں اُمِّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے: انصار کی خواتین کی تقاضہ والی ایک جماعت مستقل تیار رہتی تھی۔ جب جب اللہ کے نبی ﷺ سفر میں جاتے اُنہیں اِشارہ فرماتے اور وہ انصار کی خواتین اللہ کے نبیؐ کے ساتھ اہتمام سے اللہ کے راستہ میں نکلا کرتیں۔ (حیاۃ الصحابہؓ عربی، جلد: 1، ص: 750)

یہ اصل اور بنیادی بات ہے، آپؐ نے اس اُمت کے اندر جو سب سے پہلی جماعت روانہ فرمائی اُس میں 11 مَرد اور 5 خواتین تھیں، دوسری جماعت میں بھی 16 یا 17 خواتین گئیں اور ملکوں میں گئیں اور لمبے زمانہ کے لیے گئیں (ا)، جب مدینہ کا سلسلہ شروع ہوا تو ساری خواتین مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ گئیں، اور پھر مدینہ سے نفر کا اور خروج کا عمومی سلسلہ قائم ہوا تو خاندان کے خاندان اللہ کے راستہ میں نکلے۔ سو، ڈیڑھ سو، اس میں دس دس، بیس بیس خواتین اکٹھی ایک ایک خاندان کے ساتھ نکلا کرتی تھیں۔ (سیرتِ مصطفی، جلد: 1، ص: 239)

اُمِّ عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ہمراہ 7 غزوات میں شریک رہی۔

(حیاۃ الصحابہؓ، جلد: 1، ص: 751)

لمبے زمانہ کے لیے نکلنا، بار بار نکلنا، تقاضوں پر نکلنا، ملکوں میں نکلنا، شہادت کے جذبہ کے ساتھ نکلنا اور نکل کر خواتین کا ملکوں میں قبریں بنالینا یہ ہمارے کام کا موضوع ہے۔

بے موسم کی بے دینی اور بے پردگی جو سیلاب کی طرح آرہی ہے اُسے روکنے کے لیے یہ سارا مجمع بلکہ پورے ہندوستان کے لوگ تیسرے مہینہ کا سہ روزہ لگا کر بے دینی، بے پردگی کے سیلاب کو روک نہیں سکتے۔

یہ تو بہت ہی کمتر اور بہت ہی معمولی درجہ کی چیز ہے تیسرے مہینہ کا سہ روزہ، سال کا عشرہ، تین سال میں ایک مرتبہ چلہ اِسے تو جتنا حقیر، جتنا معمولی جتنا کمتر سمجھ کر حسرت اور اندر سے ندامت کے ساتھ لگاویں اُتنا کم ہے۔ ایک طبقہ تو وہ ہے اِسی پر قناعت کر کے بیٹھ گیا۔ کہ تیسرے مہینہ کا سہ روزہ لگ جائے، سال کا عشرہ، تین سال میں ایک مرتبہ چلہ۔

بے موسم کی بے دینی اور بے پَردگی جو سیلاب کی طرح آرہی ہے اُسے روکنے کے لیئے یہ سارا مجمع بلکہ پورے ہندوستان کے لوگ تیسرے مہینہ کا سہ روزہ لگا کر بے دینی، بے پَردگی کے سیلاب کو روک نہیں سکتے؛ پورے عالم کی تو بات بہت دور کی ہے۔ اِس لیئے ہمیں دو بنیادوں پر آنا ہے، ایک ادنیٰ درجہ سمجھ کر کے اور آخری درجہ کا فریضہ سمجھ کر کہ ہر تیسرے مہینہ کا سہ روزہ لگتا رہے پابندی کے ساتھ، سال کا عشرہ لگتا رہے پابندی کے ساتھ، ہر ایک کے ذمہ تیسرے سال کا اِہتمام سے چلہ اور بیرون دو مہینے لگانا اور اُس کے ساتھ ساتھ جب جب تقاضہ پیدا ہو جائے نظام الدین سے بتایا جائے اپنے علاقہ کے، اپنے صوبہ کے، اپنے گاؤں دیہات کے تقاضے آجاویں فوراً نقد مستورات کی جماعت سہ روزہ کی بنائی جائے، فوراً روانہ کیا جائے، فوراً عشرہ کی جماعت بنائیں اللہ کے راستہ میں بھیج دیا جائے، فوراً چلہ کی جماعت بنے، دو ماہ بیرون کی جماعتیں بنائی جائیں اللہ کے راستہ میں روانہ کی جائیں۔

ہر ضلع کے اندر، ہر قصبہ کے اندر ایسے دس بیس پچاس جوڑے تیار کیئے جائیں جو کبھی کسی موقع پر بھی تقاضہ آجاوے اللہ کے راستہ میں نکلنے کے لیئے تیار ہوں۔ کبھی بھی سہ روزہ کی جماعت کینسل نہ ہو۔ کبھی بھی عشرہ کی جماعتیں منسوخ نہ ہوں۔ کبھی بھی چلہ کی جماعتیں اِس وجہ سے نہ روکی جائیں کہ لے جانے والا کوئی نہیں ہے۔

نہیں بھئی !۔ ہماری بنیادی ذمہ داری ہے مسجد کے مشورہ سے لے کر کے ہفتہ واری مشوروں کے اندر مستورات کے کام اور مَردوں کے کام کے مشورے اور اُن کے اُمور برابر سوچے جانے چاہئیں۔ ہمارا وہ مشورہ ہی ناقص ہے جس کے اندر مستورات کے عنوانات نہ آتے ہوں اور مستورات کی فکریں نہ ہوتی ہوں؛ کام ہی ہمارا ناقص ہے اگر مشورہ مستورات کے بارے میں نہ ہو، کارگزاریاں مستورات کے بارے میں نہ آویں ہمارا کام ہی ادھورا و ناقص ہے۔ اِتنا اِہتمام مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ کے عنوانات کو پڑھنے سے سمجھ میں آتا ہے کہ سارے عنوانات کے اندر خواتین کے مستقل عنوانات قائم کیئے ہیں۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کا عنوان ہے مَردوں کے لیئے تو خواتین کے لیئے بھی ہے۔ ہجرت کا عنوان مَردوں کے لیئے خواتین کے لیئے، نصرت کا عنوان مَردوں کے لیئے خواتین کے لیئے، دعوت کا عنوان مَردوں کے لیئے خواتین کے لیئے، آپ اندازہ لگایئے،

اِن سارے واقعات کوحضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوحیاۃ الصحابہؓ میں جمع صرف تاریخی باتیں اور اُس میں معلومات میں اضافہ کے لیئے قطعاً نہیں بلکہ آج کے زمانہ سے لے کر قیامت تک آنے والی عورتوں کو دعوت الی اللہ، امر بالمعروف نہی عن المنکر، ہجرت نصرت کے اعتبار سے اُس معیار پر لانا چاہتے ہیں حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس معیار پر آپ ﷺ قرنِ اوّل میں خواتین کو چھوڑ کر گئے۔ ذرا سا بھی غور کریں اِن عنوانات میں اُس سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے۔

اور ایک بنیادی ذمہ داری ایک ایک گھر کے اندر مع مستورات جماعت کا قیام ہوجاوے۔ ہمارے یہاں گھروں کے اندر قیام کے لیئے سوائے پَردے کے کسی چیز کی شرط نہیں۔ اُسے جلد سے جلد تیار کیا جائے۔ تھوڑیوں میں ہاتھ ڈال کے، خوشامدیں کر کے گھروں کے اندر جماعت کے ٹھہرنے کے فوائد اُسے سمجھا کر اندر سے آمادہ کر کے اور اُس کے گھر میں جماعت ٹھہرانے کی کوشش کریں۔ چلہ میں جانے والی جماعتیں، عشرہ میں جانے والی جماعت میں پہلے درجہ میں کوشش کریں اور خصوصاً ایسے مکان میں سب سے پہلے ٹھہریں جس کے اندر جماعت آج تک نہیں ٹھہری؛ اِس لیئے کہ یا تو مکانات کے اندر بے دینی ہے یا پھر دعوت کا کام نہیں ہے۔ بے دین گھر ہے تو وہاں دین داخل ہوجائے گا اور جو دیندار مکانات ہیں وہاں دعوت اور دعوت کی فکریں داخل ہوجائیں اِس غرض سے ہر گھر میں جماعت داخل کریں، ہاں! اِتنی بات ضرور ہے کہ سب سے پہلے کون سے مکانات میں قیام ہو۔ تو اس میں آسان بات یہ فیصلہ کرنے کے لیئے آپ یہ دیکھیں کہ آپ کے محلہ کے اندر وہ مکانات جو پورے محلہ کے اندر بے دینی پھیلنے کے اور بے پَردگی کے عام ہونے کے اڈّے بنے ہوئے ہیں آپ سب سے پہلے اُن مکانات میں جماعت ٹھہراؤ۔ یہ آپ کی پہلی بنیادی ذمہ داری ہے۔ حادثہ پیش آجائے، تین تین آدمی اُس حادثہ کے شکار ہوجائیں، ایک آدمی کو تھوڑی سی چوٹ آجائے، دوسرے آدمی کو زیادہ چوٹیں آجائیں، تیسرا آدمی سکرات کے عالم میں ہو آپ بتاؤ! ایک ڈاکٹر ہو تو سب سے پہلے علاج کہاں سے شروع کرے گا۔

ایک ایک گھر کے اندر بے دینی اور باطل کو ختم کر کے فرائض کو اور سنتوں کو اور دعوت کو قائم کرنے کا ایک بنیادی طریقہ ہے ہر گھر کے اندر جماعت کا قیام۔ ایک محلہ میں اتنا قیام ہوجاوے جتنی ضرورت ہو۔ حسبِ ضرورت ایک ایک محلہ میں قیام کروادو۔

ہمارے یہاں گھروں کے اندر قیام کے لیے سوائے پردے کے کسی چیز کی شرط نہیں ہے۔ خوشامدیں کر کے گھروں کے اندر جماعت کے ٹھہرانے کے فوائد اُسے سمجھا کر اندر سے آمادہ کر کے ہر گھر میں جماعت ٹھہرانے کی کوشش کریں۔

محلہ میں مکانات کی تین قسمیں ہیں: ۱) وہ مکان جس میں اعلیٰ درجہ پر کلمہ، نماز اور پردہ، سنت، فرائض زندہ ہیں۔

۲) بعض مکانات وہ ہیں جس میں کسی درجہ میں دعوت، عبادت اور اعمال چل رہے ہیں۔

۳) اور بعض مکانات وہ ہیں جن میں کفر کی سو علامتیں ہیں اس گھر کے چھوٹے بڑے، مرد عورتیں سارے کے سارے باطل کے پھلنے کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں سب سے پہلے اس گھر میں جماعت ٹھہراؤ، بے دینی اور باطل کے ختم ہونے کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ ہر گھر میں جماعت ٹھہراؤ، ایک ایک محلہ میں اتنا قیام ہو جائے جتنی ضرورت ہو۔

پانچ قسم کی مستورات کا ششماہی جوڑ

مع مستورات جماعتوں کے ذریعہ عالم کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ششماہی جوڑ کا اہتمام کرنا ہے۔

پانچ قسم کی عورتوں کو ان کے محرموں کے ساتھ (تیس چالیس کی تعداد میں) جمع کرنا ہے:

(۱) تین بار سہ روزہ لگائی ہوئی۔ (۲) عشرہ لگائی ہوئی۔ (۳) چلہ لگائی ہوئی۔ (۴) بیرون دو مہینے لگائی ہوئی۔

(۵) نظام الدین نصرت میں وقت لگائی ہوئی خواتین؛ یہ 5 قسم کی خواتین کا جوڑ تیس چالیس جوڑے اکٹھے کر لیں اور مردوں کی شرکت اس میں انتہائی ضروری ہے کیونکہ جماعت بندی ہونی ہے۔

تعلیم

جوڑ شروع ہونے سے پہلے منتخب سے تعلیم مَردوں میں الگ اور عورتوں میں الگ ہوگی۔ جس میں اللہ کے راستہ میں نکلنے کے فضائل اور آداب کی تعلیم ہو۔

پہلی مجلس کے اندر اللہ کے راستہ میں خواتین کے نکلنے کی اہمیت اور نہ نکلنے پر سخت وعیدیں اہتمام سے سنائی جائیں، نہ نکلنے پر جو وعیدیں مَردوں کے لیے ہیں وہ خواتین کے لیے ہیں، اِس اُمت کی مثال کشتی میں سوار لوگوں سے دی گئی ہے، اِس اُمت کے مَرد، عورت سب کے مجموعہ کی مثال دی گئی ہے، ہر ایک اس لیے اہتمام کرنا ہے، پہلی مجلس میں تقاضے اور کارگزاریاں سنائیں۔

دوسری مجلس کے اندر مقامی کام اہتمام کے ساتھ سمجھائیں، اللہ کے راستہ میں نکلنا ترتیب کے ساتھ اور تقاضوں پر نکلنا دونوں باتیں قوت کے ساتھ مجمع میں رکھیں اور گھر کی تعلیم کا اہتمام اس کے بڑھانے کی فکر اور سو فیصد ایک، ایک گھر کے اندر مع مستورات جماعت کے قیام کرانے کی فکر یہ ہماری دو مجلسوں کا خلاصہ ہے۔

اگر کہیں صرف سہ روزہ تین بار لگائی ہوئی خواتین کی تعداد ہے، تیس چالیس کے قریب عشرہ والی، چلہ والی نہیں ہیں تو اُن کا جوڑ ختم نہیں کرنا ہے اُن کا جوڑ مستقل کرنا تا کہ وہ سب کے سب عشرہ میں نکل جائیں۔ اگر کہیں صرف سہ روزہ عشرہ والی ہیں تو اُن کا جوڑ کریں تا کہ اُن سب کی تشکیل چلہ کے لیے ہو جائے یہ اصل بنیادی بات ہے۔

مستورات سے متعلقہ اُمور۔ کل ہند مشورہ

(1) کنواری لڑکی اپنی والدہ کے ساتھ سہ روزہ اور عشرہ بھی لگا سکتی ہے۔

(2) مع مستورات جماعتوں کا قیام محلوں اور مساجد میں حسبِ تقاضہ ہو۔

(3) جن مساجد کے اطراف میں مستورات کی ہفتہ واری تعلیم کے مقامات ایک سے زائد ہیں وہاں ہفتہ واری تعلیم دو الگ الگ ایام میں کی جا سکتی ہے؛ بشرطیکہ مسجد کے مشورے والے احباب ایک خاتون کے امور ایک ہی تعلیمی حلقے میں طے فرمائیں۔

(4) مع مستورات ایک جماعت میں اگر چھ جوڑے ہیں؛ تو صرف ایک ہی جوڑے کے ساتھ دو مستورات ہوسکتی ہیں اور اگر پانچ جوڑے ہیں؛ تو دو جوڑوں کے ساتھ دو، دو مستورات جا سکتی ہیں؛ البتہ یہ گنجائش صرف سہ روزہ اور عشرے کی جماعتوں کے لیے ہے۔

(5) عذر کی وجہ سے تعلیم میں مستورات کرسی کا استعمال کر سکتی ہیں۔

(6) مستورات کی ہفتہ واری تعلیم کے کوائف۔

الف: دو مستورات عشرہ اور تین مستورات سہ روزہ لگائی ہوئی ہیں۔

ب: مکان پردے والا ہو۔

ج: مسجد وار جماعت مضبوط ہو، جو اُمورِ تعلیم کو سنبھال سکے۔

د: اگر کہیں تعلیم شروع کرنا ہے؛ تو شہر یا ضلع کے مشورہ سے شروع کی جائے۔

(7) کنواری لڑکی اجتماعی تعلیم میں صرف تعلیم کر سکتی ہے۔

(دستور)

پہلا، دوسرا اور تیسرا سال لگانے والے

حضراتِ علمائے کرام

دینی و عصری طلبہ

مستورات

بیرون ملک اور تقاضوں پر جانے والی جماعتوں

اور

اِجتماعات سے متعلق اُمور کے اُصول و دستور

جنہیں

بتاریخ ۱۰/جمادی الثانیہ سنہ ۱۴۴۴ھ، مطابق 3/جنوری سنہ 2023ء

بروز منگل، بوقت بعد ظہر، بمقام بنگلہ والی مسجد مرکز حضرت نظام الدینؒ، نئی دہلی

بموقعہ سہ ماہی جوڑ میں بیان کیا گیا۔

مولانا محمد یوسف صاحب زید مجدہٗ

ابن حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ ثُمَّ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَالصَّلاۃُ وَالسَّلاَمُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

اللہ کا بڑا فضل اور احسان ہے کہ خوب ترقی دی ہے اللہ تعالیٰ نے علماء کے کام میں، صوبوں کے اندر، ملک کے اندر بلکہ سارے عالم کے اندر اور بڑے فوائد دوسرے سال کی جماعت کے کام کے اعتبار سے الحمد للہ سامنے آرہے ہیں۔ خاص طور سے ملائشیا کے اجتماع کے اندر عربوں کی طرف سے خود تقاضہ ہے دوسرے سال کا اور باقاعدہ عربوں کو اس بات کا پابند کیا گیا اور کہا گیا کہ آپ حضرات دوسرے سال میں آنے والی جماعتوں کا جو بھی استعمال ہو وہ عربوں کے اندر استعمال کریں، ملائیشیا میں جتنی تعداد میں ممالک آئے تھے ان سب کو اس بات کا خاص طور سے اہتمام اور پابند کیا گیا ہے۔

اب اللہ کا بڑا فضل ہے کہ صوبے والوں نے اس بات کو اچھے طریقہ سے دل کے اوپر لے لیا ہے کہ ہمیں جتنے بھی سال لگائے ہوئے علماء ہیں اُنہیں دوسرے سال کے اندر بھیجنا ہے۔ ابھی مہاراشٹرا گئے ہوئے تھے ماشاء اللہ 52 جماعتیں مہاراشٹرا سے دوسرے سال کے لیے تیار ہوئی ہیں۔ ان کا پرچہ وغیرہ تیار ہو کر مہینوں کا تعین تفقد مالی اعتبار سے' وقت کے اعتبار سے ماشاء اللہ ایسا حال ایک صوبہ کا ہے اور بہت سے صوبے ہیں ایسے جن کے اندر خوب صلاحیت علماء کی ہے اور بڑی تعداد ہے۔ اور ہر جگہ یہ دیکھ رہے تھے کہ کارگزاری سن رہے تھے کہ ہر پرچہ کے اندر ماشاء اللہ سال لگائے ہوؤں کی بڑی تعداد ہے؛ کہیں 500' کہیں 600' کہیں 1000۔ ایک تو علماء ہیں تعداد اُن کی سال لگائے ہوؤں کی۔ اس واسطے اُس سے متعلق کچھ اُمور ہم نے اِس درمیان سوچے ہیں؛

دوسری بات اصل یہ ہے کہ یہ دوسرے سال کی جو ابتداء ہوئی تھی وہ عموماً لاک ڈاؤن کے اندر جو ایام چل رہے تھے ہمارے امراض کے' اِن امراض میں اِس کی ابتداء ہوئی اور اُسی میں ان کے سارے مشورے' اُسی کے اعتبار سے خروج کی ترتیب بنی' اِس واسطے بہت سے اُمور ایسے تھے جن سے ابھی تک ہمارا پورا ملک واقف نہیں تھا' تو حضرت یہ چاہ رہے تھے کہ پورے ملک کے سامنے دوسرے سال کے اعتبار سے' تیسرے سال کے اعتبار سے ساری باتیں آجائیں۔

پہلا سال' دوسرا سال' تیسرا سال یہ ہمارے علماء کے خروج کی ترتیب ہے باقاعدگی کے ساتھ؛ اور یہ آج سے نہیں حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں طئے شدہ بات ہے یہ تینوں سال اللہ کے راستہ میں لگانا، بلکہ ہماری پُرانی دستاویز میں' پُرانے کاغذات دیکھے جا رہے تھے تو اُس میں سے یہ پُرانی دستاویز نکل کر آئی، پُرانا جو ہمارا اور کیا کہنا چاہئے ایک دستور جسے کہتے ہیں دستور پُرانا وہ سامنے نکل کر آیا، اُس کے اوپر حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط' مولانا انعام الحسن صاحب کے دستخط' مولانا مفتی زین العابدین صاحب کے دستخط' مولانا سعید احمد خان صاحب کے بھی ہیں دستخط' حضرت شیخ شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے بھی' اِن سارے حضرات کے دستخط ہیں حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے بھی دستخط اس میں ہیں؛ سب لوگوں کے دستخط کے ساتھ طئے شدہ بات ہے کہ تین سال علماء اللہ کے راستہ میں لگائیں۔

تین سال بولو کہاں لگائیں گے!! حضرت مذاکرہ کر رہے تھے نا! حضرت مذاکرہ میں یہ بات فرما رہے تھے کہ ''میرا دل چاہتا ہے کہ ہر چیز کو دستخط کر کر رکھا بھی جائے اور اپنے سے اُسے مستقل طور پر باخبر بھی کیا جائے''۔ اب دیکھئے! مولانا الیاس صاحب کے دستخط' مولانا یوسف صاحبؒ کے دستخط' مولانا انعام صاحبؒ کے دستخط' مفتی زین العابدین صاحبؒ کے دستخط اِتنے دستخط سارے مشائخ کے جس کاغذ پر موجود ہوں اور اتنا متفقہ طور پر طئے شدہ اَمر ہو کوئی اُسی کا کام کرنے والا عملہ واقف نہ ہو؛ اِس واسطے یہ بہت اہم بات ہوتی ہے یہ کہ وقتاً فوقتاً کام کرنے والے مجمع کے سامنے اور ذمہ داروں کے سامنے جو ہمارے متعین شدہ اُمور ہیں وہ مستقل طور پر سامنے آئیں، تو یہ ہمارے تین سال اِس طرح اللہ کے راستہ میں لگیں۔

دوسرا سال لگانے والے علماء کے متعلق

دیکھو! علماء کے دوسرے سال کے اعتبار سے چند اُمور ہیں جو ہم نے سوچے ہیں؛

(۱) سب سے پہلے یہ ہے کہ تمام ممالک کے ذمہ داران دوسرے سال کے علمائے کرام کی جماعت کے رُخ' کوائف پرچہ پر تجویز کرکے بنگلہ والی مسجد ارسال کریں گے اُنہیں رُخ یہاں سے طئے کیا جائے گا' مستقل طور پر بیرون کی جماعتوں کے رُخ یہاں نظام الدین میں متعین کیئے جائیں گے۔

(۲) پھر دوسری چیز یہ ہے کہ دوسرے سال کے لیے روانہ ہونے والے علماء کرام کی جماعت کے کوائف کے پرچہ میں دو ماہ بنگلہ والی مسجد کا کالم ہونا بہت ضروری ہے؛ کہ اُن کا کتنی مرتبہ نظام الدین میں وقت لگا ہے کیونکہ جتنا بھی باہر کے ممالک کا خروج ہے جو باہر اجتماعات کرنے کے واسطے جارہے ہیں ہمیشہ سے نظام الدین مقدم ہے، جو حضرات دوسرا سال بیرون میں لگانا چاہتے ہیں ہمارے نظام الدین میں پرچہ ہے وہ پرچہ بھی آپ حضرات لے کے جائیں، اُن میں صرف ایک چیز کا اضافہ ہوا ہے وہ یہ ہے کہ کتنی مرتبہ نظام الدین سے خروج ہوا! اور نظام الدین میں دو ماہ کتنی مرتبہ لگے! اِس کا اُن کے یہاں ایک کالم کا اضافہ ہے۔

(۳) پھر دوسرے سال کے علماء کرام کی جماعتیں ہر دو ماہ میں اپنی تفصیلی کارگزاری مرکز نظام الدین ارسال فرمائیں۔

(۴) اِس کارگزاری کے منگوانے اور جواب کرنے کی فکر 12 نمبر کے احباب اور 13 نمبر کے علماء کرام مستقل اِس کو اپنی ذمہ داری سمجھیں؛ اللہ کا فضل ہے اِس سے بہت تقویت کام کو مل رہی ہے۔ اعلیٰ بات تو ہماری یہ بیرون والی جماعتوں کیلئے بھی ہے اور دوسرے سال میں جانے والی جو جماعتیں ہیں عرب میں اُن کے لیے بھی ہے' کہ مستقل طور پر جانے والی جماعتیں اہتمام سے اپنی کارگزاری بھیجا کریں، اِس کارگزاری کا اصل مقصد جو ہے وہ **تَعْقِیْبُ الْجُیُوْش** (ایک کے بعد دیگرے جماعتیں ڈالنا) ہے۔ حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ نے جو باب قائم کیا ہے حیاۃ الصحابہؓ کے اندر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اُس میں پوری روایت نقل کی ہے کہ ایک لشکر کے جانے سے پہلے دوسرے لشکر کو بھیج دیا جایا کرتا تھا، اور اعلیٰ سطح تو یہی تھی' کہ یہی ترتیب ہوتی ہے کہ ایک جماعت جاتی' جا کر کام کرتی جو کام ہو رہا ہے' ایک وقت اُن کے ساتھ گزارتی' کام کو سمجھتی؛ پھر اگلی جماعت وہ جماعت اُس علاقہ کو چھوڑتی' اُس کی سب سے ادنیٰ صورت جو ہے وہ ہے کارگزاری۔

(۵) اگر ہم اس کارگزاری کو بڑے اہتمام سے ممالک کے اعتبار سے رکھتے ہیں تو پھر اِن کارگزاری میں سمجھنے کی کوشش کرے گا۔

(۶) دیکھئے! آپ حضرات کو دوسرے سال والوں کو بھی سمجھانا ہے اور پانچ ماہ بیرون جانے والی جماعتوں کو بھی سمجھانا ہے اور ہم نظام الدین سے بھی اس کی مستقل طور پر ہدایات دے رہے ہیں۔ کارگزاری کے اندر ملک کے کام کا جغرافیہ اور کام کے اعتبار سے ملک کی سطح وہ نظام الدین کے سامنے لانے کی ذمہ داری ہے۔ کارگزاری کے اندر صرف یہ نہیں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہماری جماعت کے اندر اجتماعیت موجود ہے اور ہماری جماعت محبت سے چل رہی ہے' ہماری جماعت دُعاء و ذکر کا اہتمام کر رہی ہے' 5 بجے پوری جماعت اُٹھ رہی ہے' نوافل کی پابندی کر رہی ہے' سنتوں کی پابندی ہے' نمازوں کی پابندی ہے' ذکر و اذکار کا معمول ہے اب یہ پوری کارگزاری اگلے اُس ملک میں کام کھولنے کے واسطے اگلی جماعت کے لیے کوئی رہبری نہیں مل سکتی؛

(۷) بلکہ اِس میں چار ماہ لگائے کتنے ساتھی ہیں؛ کتنے لوگوں کی نظام الدین کے لیے اُصولیابی ہوگئی ہے؛ اِس میں کس زُبان کے لوگ زیادہ کام کرسکتے ہیں؛ کن کن ممالک کی جماعت اس ملک کے اندر کام کرسکتی ہے؛ کیا خرچہ آنے والی جماعت کا ہونا چاہئے؛ کیا زُبان آنے والی جماعت کی ہونی چاہئے؛ کیا ترتیب العمل اِس ملک کے لیے مناسب رہے گا یہ بات باقاعدگی کے ساتھ کارگزاری کے اندر یہ ساری چیزیں اہتمام سے لکھ کرلائیں۔

(۸) دوسرا سال لگانے والے علماء کی جماعتیں افریقی اور خلیجی ممالک کے علاوہ ترکی بھی جائیں گی کیونکہ ترکیہ کے اندر جتنا بھی کام ہے وہ عموماً عربوں کے اندر زیادہ کام ہے۔

اِس واسطے جو خلیجی ممالک ہیں اُن کے اندر ہم جماعتیں بھیجتے ہیں عربی کے اعتبار سے

جو افریقی ممالک ہیں اُن کے اندر جماعتیں بھیجی جائیں اُن کے عرب کے اعتبار سے

اور اِس کے علاوہ ترکی کیونکہ وہ آدھا یوروپ اور آدھا ایشیاء ہے۔

ہم نے اُس کی یہ ترتیب بنائی ہے کہ ۲ افریقہ کے ممالک میں خروج ہو اور ایک خُروج ہمارا خلیج کے ممالک کے اندر ہو، مثلاً افریقہ کے ۲ ملک لے لیئے جائیں جو عرب ملک ہیں اور ایک ملک خلیج کا ہوجائے، کیونکہ بیرون جانے والی دوسرے سال کی علماء کی جماعتیں وہ تین ملکوں کے اندر وقت لگاتی ہیں چار چار مہینے تین ملکوں کے اندر۔

(۹) لیکن یہ بات پورا ملک اچھی طرح سمجھے؛ بہت اچھی طرح اِس کو محفوظ کر کے اپنے پاس لیتا جائے: دوسرے سال کی تشکیل وہ صرف حجازِ مقدس یا عرب ممالک میں کسی تخصیص کے ساتھ ہرگز نہیں ہے!۔

وہ تو اپنی جماعتوں کو ہمارے حوالہ کردیا جائے جہاں بھی بھیجا جائے گا ہم جانے کے واسطے تیار ہیں، جس طرح ایک ۵ ماہ بیرون کی جماعت کے کوائف بھیج دیئے جاتے ہیں؛ جماعت کی نوعیت دیکھ کر طئے کیا جائے گا، ایک دفعہ ایک جماعت کے تینوں افریقی ممالک طئے ہوئے؛ وجہ یہ تھی کہ اُس کے اندر ایسی صلاحیت پائی گئی تھی کہ یہ اُس میں زیادہ کام کرسکتی تھی۔

(۱۰) اس بات کو بھی بہت اچھی طرح محفوظ کرلیا جائے اپنے پاس کہ دوسرے سال کی جماعتیں جو بیرون ممالک روانہ ہو رہی ہیں وہ چالیس دن پہلے نظام الدین ہرحال کے اندر آئیں۔ نظام الدین میں چالیس دن آکر پندرہ پندرہ دن کی دو تشکیلیں ہوتی ہیں اور 10 دن یہ نظام الدین کے اندر رہ سکتے ہیں۔ تو اِس طرح یہاں کی ترتیب ہوتی ہے، لیکن آپ کی جو ذمہ داری ہے وہ یہ ہے کہ چالیس دن کے واسطے ہماری جماعتیں ہمارے پاس اپنے علاقوں سے روانہ کریں۔ اُن کے خروج کے چالیس دن یہاں گزریں گے تو پھر وہ اچھی طریقہ سے کام کو سمجھ کر کے؛ اچھی طریقہ سے کام سے مطمئن ہوکر؛ کام کی نوعیت کو سمجھ کر؛ علاقوں کی جو سطح ہے عربوں کی خاص طور سے؛ یہ آسانی سے مطمئن نہیں ہوتے کام سے؛ جب تک کام پوری مضبوطی کے ساتھ سمجھانے والا نہ ہو۔

(۱۱) تین قسم کی یہاں تشکیلیں کرتے ہیں؛ ایک تشکیل کسی مضبوط علاقہ کے اندر کرتے ہیں؛ ایک تشکیل کسی بنجر علاقہ کے اندر کرتے ہیں؛ اور حتی الامکان اِس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ کچھ نہ کچھ وقت یہ جماعتیں میوات سے بھی گزر کر جائیں۔ میوات کے ماحول سے جہاں سے اصل کام کی ابتداء ہوئی تھی یہاں کچھ وقت لگائیں۔

(۱۲) یہاں کے ذمہ دار ساتھی؛ صفِ اوّل کے ساتھی؛ صوبہ کے ذمہ دار ساتھی؛ صوبہ کے اندر کام کو لے کر چلنے والے ساتھی؛ دوسرا سال لگائے ہوئے علماء حضرات وہ لوگ ہوتے ہیں جو اِن جماعتوں کو لے کر مستقل طور پر چلتے ہیں اور دس دس دن اِن کے ساتھ لگاتے

ہیں جو اپنے علاقوں کے اندر مستقل کام کر رہے ہیں، اِن ذمہ داروں کے ساتھ 10 دن گزار کر اچھی طریقہ سے ہر ہر کام کا مذاکرہ' ہفتہ واری تعلیم' مستورات کی تعلیم' مردوں کا کام' ششماہی جوڑ اور ماہانہ مسجد وار جوڑ' شب گزاری کی کیا ترتیبیں ہیں' یومیہ کے تین کام مسجد کے اندر کیا ہیں؛ تعلیم' مشورہ' گشت کس طرح کرتے ہیں' مسجد کی آبادی کس طرح کرنی ہے' شہر کا مشورہ کس طرح کرنا ہے' ہم یہ چاہتے ہیں کہ پوری طریقہ سے دعوت کے ہر ہر جز و کو سمجھ کر' ہر ہر چیز سے مطمئن ہو کر پھر یہ حضرات عرب ممالک کے اندر جائیں۔

(۱۳) دوسرا سال مکمل ہونے کے بعد جو جماعتیں واپس آرہی ہیں وہ واپسی میں 10 یوم بنگلہ والی مسجد' مرکز نظام الدین کے اندر لگا کے جائیں' تاکہ 10 دن تک یہاں رہ کر اطمینان سے تینوں ملکوں کے احوال سے یہاں کے ساتھیوں کا وقتاً فوقتاً اُنہیں پوری طریقہ سے مطمئن کرسکیں۔ جو پورے سال کام کر کے آئے ہیں اُن کو بتادیں،

ایسا نہیں ہوا کہ جب آدمی دوسرے سال کی جماعت آرہی تھی ہمارے ذمہ دار استقبال کے واسطے آگئے' ایک وقت مصافحہ کا ہوا چنانچہ ظہر کے بعد حضرت سے مصافحہ ہوا اور وہ گاڑی لے کے آئے تھے کہ اُنہیں ہم واپس لے جا رہے ہیں، ایسا نہیں ہے؛ بلکہ یہاں واپس ہونے والی جماعتیں کم سے کم 10 دن نظام الدین میں وقت لگا کے جائیں۔

(۱۴) پھر اب پہلے سال اور دوسرے سال کے درمیان جو ہم نے وقفہ سوچا ہے دوسرا سال جو عرب میں لگایا جائے گا اُس میں وقفہ دو سال کا ہو۔ اور دوسرے اور تیسرے سال کے درمیان کا جو وقفہ ہوگا وہ تین سال کا ہوگا۔

(۱۵) وقفہ کو سمجھئے! کہ یہ وقفہ کیوں ہوگا؟! یہ بڑی اہم بات آپ سے عرض کر رہے ہیں!، یہ وقفہ صرف اِس واسطے نہیں ہے تاکہ یہ حقوق العباد کو ادا کریں، کہ بیوی کا حق ہے' بچوں کا حق ہے' اِس کو پورا کرلیں بلکہ اپنے علاقہ میں رہ کر کام کو اچھی طریقہ سے سمجھیں یہ وقفہ اِس واسطے دیا جارہا ہے۔ یہ اپنی مسجد کے لیے مستقل طور پر اہتمام سے استعمال ہوں، اپنی شب گزاریوں میں اہتمام سے استعمال ہوں، اپنے ماہانہ جوڑوں میں استعمال ہوں، اضلاع کے مشورے ہورہے ہوں تو اُن کے اندر استعمال ہوں، حلقوں کے مشورے ہورہے ہیں اُن کے اندر استعمال ہوں، اِن کا سالانہ عمومی خروج اہتمام کے ساتھ ہو۔ اہتمام کے ساتھ اِن عمومی جماعتوں کے ساتھ چار مہینہ کا خروج ہو' جتنا یہ مقامی کام کے اندر استعمال ہوں گے اِتنا ہی پھر باہر جا کر کچھ کام کرسکیں گے؛

- ورنہ یہ صرف اجتماعات اور جلسے اور سال کے ہو کر رہ جائیں گے پھر کوئی بات پہنچا نہیں پائیں گے۔

(۱۶) حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ ہے فرمایا کرتے تھے: اگر ایک آدمی اپنی مسجد میں محنت کیئے بغیر شب گزاری میں آکر شریک ہوجائے تو شب گزاری اُسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ سوچیئے تو صحیح! جب اِسے شب گزاری کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی پھر اِن کا ممالک کے اندر پھرنا اپنے مقام میں لگے بغیر' وقت لگائے بغیر اور ممالک میں جا کر کام سمجھانا!!! ایک شب گزاری نہیں سمجھ سکتا آدمی اپنی مسجد میں وہ ممالک میں جا کر کام کیا سمجھائے گا؛ اِس واسطے اِس بات کو پوری طرح اہتمام رکھا جائے۔

یہ جو وقفہ درمیان کا رکھا گیا ہے پہلا سال لگا کر آئے اب دو سال تک مقام پر اچھی طرح جم کر کام کرے' سالانہ خروج چار چار ماہ ہو، اُس کے بعد آٹھ مہینے جو بچتے ہیں اُن میں جم کر اچھی طرح مقام پر مسجد کے روزانہ کے مشورہ میں شریک ہوں۔

یہ نہیں کہ سال لگا کر آگئے! آکر علاقہ کے حضرت جی بنے ہوئے ہیں' (اِن کا) وہاں بیان کروادو، یہاں بیان کروادو؛ بطورِ بیانات کے استعمال ہو رہے ہیں، دوسرا سال لگا کر آگئے اب اِن کا استعمال صرف بیانات' مذاکروں' شب گزاریوں اور ماہانہ جوڑوں میں' حیاۃ الصحابہؓ پڑھنے تک محدود ہوجائے (ایسا بالکل نہیں)۔

آپ حضرات کو اِس بات کی فکر کرنی چاہئے کہ روزانہ کی مسجد کی محنت میں استعمال ہو رہے ہوں' روزانہ گشتوں کے اندر' ملاقاتوں کے اندر استعمال ہوں۔

ایک وقت متعین کریں کہ بھئی! میں آٹھ گھنٹے' سات گھنٹے جتنا بھی وقت میرے پاس فراغت کا ہے' میں اِتنا وقت مسجد کے اندر دوں گا' (روزانہ کی محنت میں دوں گا)۔

تکمیلِ سال کی ترتیب

پھر جن علماء کا اندرونِ ملک سال لگنے کے بعد پانچ ماہ بیرون کا سفر بھی ہو چکا ہے اُن حضرات کو بیرونی ملک میں دوبارہ جانے کے واسطے' یہ سوال بھی مستقل طور پر آ رہا تھا کہ ہمارے چار مہینے لگے ہوئے ہیں ہم آٹھ مہینے لگا کر اپنا سال پورا کر لیں گے؟! یہ ایک مستقل طور پر سوال تھا۔

پھر دوسری بات یہ تھی کہ ہم نے پانچ ماہ لگائے ہیں اب آپ اجازت دے دیجئے، ہم تقریباً سات مہینہ لگا کر اپنا دوسرا سال مکمل کر لیں گے حضرت جی مولانا سعد صاحب دامت برکاتہم نے بالکل اِس دروازہ کو بند کر دیا۔

اب 4 ماہ لگے ہوئے ہوں تو 8 ماہ لگانے کے بعد پہلا سال مکمل نہیں ہوگا اِسی طرح ۵ ماہ بیرون لگنے کے بعد 7 ماہ لگا کر دوسرا سال مکمل نہیں ہوگا۔

پہلے سال کا بارہ ماہ کا مستقل طور پر مکمل داخلی خروج ہے۔ اور دوسرے سال کا بارہ مہینے بیرون میں مستقل طور پر مکمل خروج ہے۔

اِس بات کو پورا ملک اپنے پاس اچھی طرح محفوظ کر لے، یہ بات ہمارے مشورہ سے طئے شدہ ہے۔

تیسرا سال لگانے والے علماء سے متعلق

کچھ اُمور تیسرے سال سے متعلق ہیں:

● سب سے پہلے تو ہمارے مرکز کے جتنے بھی شعبے ہیں ہمارے کام کے متعلق، ہمارے یہاں مَردوں کے اعتبار سے کام ہے' مستورات کا کام ہے' خروج کا کام ہے۔

جب دوسرا سال مکمل کرنے کے بعد جو علماء آپ حضرات کے یہاں بڑی تعداد میں آ رہے ہیں ابھی سے آپ حضرات اِن کی اہمیت (سمجھیں)، اِن کی نگرانی اور اِن کی فکر کریں۔ اِس وقفہ کے دوران سارے اُمور سے اُن کو گزروائیں۔

● ششماہی جوڑ ہو رہا اِس کے اندر آپ تمام کو بُلوا رہے ہیں' جب لگے ہوئے تھے جب جائیں گے اُس میں' تو اُس میں یہ ضروری ہے، اِس واسطے مستورات کے اندر اِن کا وقت لگے' مستورات کے اندر اِن کا خروج ہو' یہ شرائط میں سے نہیں ہے، لیکن تیسرے سال کے پرچہ کے اندر مستورات کا جتنا خروج ہوا ہے یہ بتا رہا ہوں اور ضروری ہے، اِس واسطے متوجہ ہی کیا جائے مستورات کی تعلیم کی طرف؛ تاکہ:

● ممالک منتظر ہوں، خاص طور سے تیسرا سال جب لگا لیں گے یوروپ کی طرف جائیں گے، یہاں تو بے انتہا ضرورت ہے مستورات کے کام کی۔ ممالک منتظر ہیں کہ ہمیں کام کو سمجھایا جائے' تیسرے سال میں جانے والے وہ کچھ نہ کچھ وقت اپنا مستورات کے اندر ضرور لگائیں، چلہ اگر لگ جائے مستورات کا کسی بھی طرح یہ تو سب سے اچھی بات ہے اور سب سے اہم بات ہے۔

● پھر ہم یہ نظام الدین کے اندر۔ اِس بات کا معمول بنائیں کہ روزانہ بعد ظہر مستقل طور پر ایک مجلس طئے کی ہے جس کے اندر ہمارا جو دستور ہے نظام الدین کا اور مختلف عناوین ہیں سال سے متعلق، دوسرے سال سے متعلق، خروج بیرون سے متعلق ہم اِن عناوین کی مستقل طور پر مجلس کرتے ہیں اِن کی اور اپنے یہاں کے جتنے بھی مقامی کام ہیں اُس کی باقاعدگی کے ساتھ ایک ایک مجلس کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ماہانہ جوڑ ہیں، شب گزاری ہے، مسجد کی آبادی ہے، مستورات کے کام کے تمام اُمور ہیں، مدارس کا کام ہے، عصری طلبہ کے اعتبار سے اُمور ہیں، جتنے بھی شعبے ہیں کام کے ہم روزانہ ظہر کے بعد کوئی ایک ذمہ دار ساتھی دوسرے سال میں جانے والوں سے خاص طور پر مذاکرہ کرتے ہیں، علماء حضرات سے یہ مجلس کی جاتی ہے، بلکہ اب تو تقاضے سبھی سے ہو رہے ہیں، بیرون جانے والوں سے، جتنے بھی بیرون جانے والے ساتھی ہیں سب کو بٹھا کر یہ مجالس کی جاتی ہیں، تاکہ اہتمام سے سارا کام اِن کے سامنے آجائے۔

● تیسرے سال کی جماعتیں؛ دوسرے سال کی جماعتوں اور ۵ ماہ بیرون کی جماعتوں کی طرح 8 افراد پر مشتمل رہیں گی۔ البتہ جہاں 8 افراد کی گنجائش نہ ہو وہاں دو حصوں میں ہو کر کام کریں گے، اِسی طرح دوسرے سال میں بھی ہوتا ہے، اسی طرح تیسرے سال میں بھی ہوتا ہے۔

● بعض یوروپ کے ممالک ایسے ہیں جہاں 8 افراد ایک ساتھ نہیں چل سکتے، تو جس طرح دوسرے سال والے ساتھی حجازِ مقدس اور خلیج کے کچھ ممالک ایسے ہیں جہاں دو حصوں میں ہو کر کام میں تقسیم ہو کر کام کرتے ہیں اسی طرح تیسرے سال میں بھی جماعتیں تو 8 ہی افراد کی ہو جائیں، لیکن اگر کوئی ایسا تقاضہ ہے تو اُن کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا جائے گا۔

● ممالک اور مراکز میں پہنچ کر آٹھ دس یوم مستقل قیام کر کے مرکز کے منبر کی سطح کو اچھی طرح سمجھیں اور مرکز بنگلہ والی مسجد کے منبر سے کہی جانے والی تمام باتوں کو نیز تمام تر شعبہ جات کے پورے طریقۂ محنت کو اچھے طریقہ سے اُن ممالک کے اندر نافذ کرنے کی کوئی نہ کوئی ترتیب بنائیں۔

● اور دیکھئے! اِس بات کو اچھی طرح محفوظ کرلیں۔ ہمارے یہاں دوسرے سال میں جانے والی جماعتیں اور خاص طور سے تیسرے سال میں جانے والی جو جماعتیں ہیں وہ علاقوں کے اندر کام کی سطح کو بڑھانے کی فکر کریں اور کام کی سطح جب بڑھے گی جب ہمارے دوسرے تیسرے سال میں جانے والی جماعتیں مرکز کے منبر کی باتوں کو وہاں پر جا کے نقل کریں گی۔ جو اُس ملک میں کام ہو رہا صرف اُسے بیان نہیں کرنا ہے اُس کی اُس سطح کو بڑھانے کی فکر کرنا ہے مستقل طور پر۔

● لیکن اِسی کے ساتھ ساتھ ایک بہت ضروری بات آپ پورے ملک سے درخواست کرنی ہے اور رٹنی ہے وہ یہ ہے کہ چاہے ہماری 5 ماہ بیرون کی جماعتیں جارہی ہوں، چاہے پہلے سال کی جماعت جارہی ہو، چاہے دوسرے سال کی جماعت جارہی ہو، چاہے تیسرے سال کی جماعت جارہی ہو، چاہے ہمارے تقاضوں میں اجتماعات کرنے والی جماعتیں ہوں؛ سمجھ گئے نا! پانچوں قسم کی جماعتیں ہو گئیں، 5 ماہ بیرون سے لے کر تقاضوں پر جانے والی جماعتیں، کیونکہ آپ ہی حضرات ہیں جو تقاضوں کے اندر جاتے ہیں، نقد **ماشاء اللّٰہ** تقاضوں پر ممالک کے اندر جاتے ہیں، کسی بھی جماعت کو کسی بھی ملک میں کام کی ترتیب تبدیل کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے جب تک اُسے نظام الدین سے نہ پوچھیں۔ ہاں! اِس کو بڑے اہتمام سے اس بات کو اپنے پاس محفوظ رکھیں! یہ نہیں کہ جو سمجھ میں آیا وہ جا کر بتادیا، جس ترتیب کے اندر فائدہ نظر آیا وہ جا کر بتادیا، یا جو ترتیب پر آپ اپنے صوبہ کے اندر کام کر رہے تھے،

بھئی! اپنے صوبہ کے اندر ہم یہ کام کرتے ہوئے دیکھیں ہیں آپ کے یہاں یہ کام نہیں ہے' آپ اِس طرح جا کر یہاں کام شروع کردو' ہمارے صوبہ میں بہت فائدہ ہوا تھا آپ کو بھی بہت فائدہ ہوگا' فائدوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ جس چیز کا پابند کیا گیا ہے کام کے اندر' جو ترتیب کام کے اندر بیان کی گئی ہے اُس ترتیب کے ہم پابند رہیں، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا گیا تھا تو کہا گیا تھا کہ حذیفہ کوئی نیا کام کر کے مت آنا۔

حضرت جی مولانا یوسف صاحب نے فرمایا اور کتاب میں پڑھا ہے: تین مرتبہ کمان کے اندر تیر کو لگایا اور ہر مرتبہ یہ بات کان کے اندر آتی: اے حذیفہ! کوئی نیا کام مت کرنا، ہر دفعہ ابوسفیان کا نشانہ لگایا گیا، تیر کمان سے نکال لیتے تھے (حضرت حذیفہؓ)۔ پھر اللہ نے کیسی مدد کری، تو میرے محترم! تو اِس بات کا ہمارے یہاں اہتمام ہونا چاہئے' کہ ہماری جانے والی جماعتیں مستقل اس طرح کام کرنے والی بنیں۔

● تیسرے سال کے لیے نکلنے والے علماء کرام کی جماعتیں اور دوسرے سال کے لیے بھی' تمام افراد اِس کی تمام صوبہ اور صوبہ کے ذمہ داران اچھی طرح تفقد کر کے مشورہ کر کے احوال سے باخبر ہو کر مذاکرہ کر کے بھیجیں، پھر نظام الدین کے اندر طئے ہوسکتا ہے، یہ نہیں کہ کوئی ملک ہمارے پاس براہِ راست آجائے، ہمارے پاس براہِ راست آنے والے دومہینوں والوں کو ہم قبول نہیں کرتے، اگر صوبے سے گزر کر نہیں آرہی ہیں تو ہم 5 ماہ بیرون کی جماعتوں کو قبول نہیں کرتے۔ تو دوسرے اور تیسرے سال میں تمام کا تفقد کرنا پڑے گا علاقہ کے اندر۔ اچھی طرح سمجھ رہے ہیں نا ہماری بات کو!۔ ہر طرح کا تفقد کر کے پھر بھیجیں۔

● اور اِس بات کی بالکل بھی گنجائش نہیں ہے ممالک کے اندر (صوبوں کے اندر) یہ حتی الامکان اِس بات کی کوشش کریں کہ اَخراجات (خرچے) جو ہیں وہ ہر نکلنے والا اپنے خود اُٹھائے۔ یہ نہیں کہ بھئی! ہمارے یہاں سے جماعتیں کم ہو رہی ہیں چلو جی اِجتماعی خرچے سے جماعتیں بناؤ اور بھیج دو اُس کو: ہمارے یہاں دوسرا سال لگانے والے ہوجائیں گے اور تیسرا سال لگانے والے ہوجائیں گے اِس کی کام کے اندر بالکل ذرّہ برابر بھی گنجائش نہیں ہے۔

● حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے: اگر دوسروں کے مال پر دعوت ہوگی تو دیکھو! یہ دعوت بے اثر دعوت ہوگی۔ جیسے کرایہ کے ٹٹو کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اِسی طرح دوسروں کے مال پر دعوت دینے والوں کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے، تو اِس بات کا پوری طریقہ سے اہتمام ہو، تمام تر تفقد کے بعد گھر کے احوال وغیرہ سے اچھی طرح مطمئن ہو کر دوسرے سال اور تیسرے سال کیلئے فکر کریں۔

● تیسرے سال میں نکلنے والے علماء کے لیے جو تیسرے سال کا ہمارا پرچہ ہوگا اور جو اُن کے کوائف کے پرچے ہیں اُس میں دوسرے اور تیسرے سال کے درمیانی وقفہ کی مقامی محنت اور بنگلہ والی مسجد سے ارتباط کی کارگزاری بھی لکھی جاتی ہے۔

جس کا طئے شدہ کوائف کا پرچہ 13 نمبر علماء کے پاس کمرہ سے لے لیں یا 12 نمبر سے۔ اُس میں ایک حصہ رکھا ہے کوائف کا: کوائف سے مراد گھریلو حالات لکھنے نہیں ہیں' بلکہ کوائف سے مراد یہ ہے کہ اپنے مقامی کام پر کیسا جما وَرہا اُس کی تفصیل لکھیں۔ نظام الدین اِس دوسرے سے تیسرے سال کے درمیان کتنے بار آنا ہوا، پہلے سال سے دوسرے سال کے درمیان کتنی مرتبہ نظام الدین آنا ہوا اِن کوائف کو اچھی طرح لکھیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تقریباً ایک دو مرتبہ کم سے کم تو نظام الدین اُن کا لگ ہی جائے؛ تاکہ وہ جا کر اچھی طرح مرکز نظام الدین کی بات کو علاقوں کے اندر پہنچائیں۔

● دوسرے اور تیسرے سال کے کوائف کے پرچہ میں آخر تین سال کی باعتبار سالانہ خروج اور دو ماہ مرکز بنگلہ والی مسجد میں قیام کی کارگزاری اُس کے اندر آجائے گی کہ اُن کا کتنا وقت اخیر میں یعنی ایک تو یہ ہے کہ دس سال، آٹھ سال پہلے دو مہینے لگائے تھے اُسی کو لکھ دیں دو مہینے نظام الدین لگائے ہوئے ہیں۔

● نہیں، اِس آخر کے تین سال کے اندر کتنا وقت نظام الدین میں دیئے ہیں یعنی قریب سے قریب وقت میں کتنا وقت دیئے ہیں لکھ کر ہمارے پاس بھیجیں۔ مقامی اعمال کی پابندی، مع مستورات خروج کے احوال کو بھی اچھی طرح کوائف کے پرچہ کے اندر لکھیں۔

● اور دیگر ممالک میں دوسرے سال اور تیسرے سال کی جماعت کے کوائف میں بالخصوص مرکز نظام الدین سے خروج اور دو ماہ مرکز نظام الدین آمد کی تفصیل مذکور رہے، تاکہ اِن جماعتوں میں نکلنے والے علماء کرام کا مرکز نظام الدین کی فکر سے ارتباط ہو، یہ بیرون کے اعتبار سے ہے۔ یہ ہمارے پہلے سال اور دوسرے سال کا پوری تفصیل یہاں آپ کو ہم نے بیان کی۔

عصری طلبہ اور علماء حضرات کا کام

(۱) جیسا کہ شروع میں پہلی مجلس کے اندر یہ بات آپ حضرات کے سامنے رکھی گئی تھی کہ عصری طلباء کا کام اور ہمارے علماء حضرات کا کام یہ مستقل طور پر کوئی الگ کام نہیں ہے؛ بلکہ تمام کام کے ساتھ ہمارے کام کا مستقل ایک جزو ہے یہ اور الگ سے کوئی کام نہیں ہے، اِس واسطہ روزانہ کی محنت۔ ہفتہ واری شب گزاری۔ ماہانہ مشورے اور اِس کے علاوہ جتنے بھی ہمارے اجتماعات کی جگہیں ہیں اِن میں کوئی مستقل طور پر اِن کے حلقے قائم نہیں کیئے جائیں گے، اِس کا ہمارے پورے ملک کے اندر اہتمام ہو۔ اس لیئے کہ اِن کے حلقوں کا سلسلہ شروع ہوجائے گا تو حلقوں کو روکنا مشکل ہوجائے گا لہٰذا اِن کے الگ حلقے نہ شب گزاری میں لگائیے، نہ ماہانہ جوڑ میں لگائیے، نہ اِن کو الگ سے کوئی کسی اور جوڑ میں لگائیے، کہ یہ عصری طلباء کا اجتماع ہوتا ہے، نہیں؛ بلکہ اِجتماعی طور پر سب ایک فکر کے اوپر مجتمع رہیں۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ مسجد کی جماعتوں کے ساتھ اِن حضرات کا خروج ہوگا عام لوگوں کے اختلاط کے ساتھ اِن کا خروج ہو۔ جتنا وقت بھی اِن کے پاس فراغت کا ہے اُتنا ہی وقت کا خروج ہو۔

● پہلے یہ تھا کہ 24 گھنٹے ہی وہ (طلبہ) لگالیں، یا بعض صوبوں نے سوچا تھا کہ جب سہ روزہ (3 دن کی تعطیل) ہوگی تو سہ روزہ لگائیں گے؛ بعض نے یہ سوچا تھا کہ 24 گھنٹے کی چھٹی ہوگی تو 24 گھنٹے لگائیں گے۔

● حضرت نے اِس بارے میں فرمایا ہے کہ جتنا وقت بھی فراغت کا ہو

☆ **اگر 2 دن کی چھٹی ہے تو یہ سہ روزہ کی جماعت کے ساتھ دو دن لگالیں** ☆ تین دن کی مکمل چھٹی ہے تو یہ تین دن لگالیں ☆ ڈیڑھ دن کی چھٹی ہے تو ڈیڑھ دن لگالیں ☆ اگر ایک ہی دن کی چھٹی مل رہی ہے تو ایک ہی دن کا خروج ہو۔

● لیکن ذمہ دار، علاقہ میں کام کرنے والے فکرمند ساتھیوں کے ساتھ خروج ہو؛ تاکہ وہ اِن کی تربیت اور اِن کی ترتیب کی مستقل طور پر پورے اہتمام سے فکر کریں۔

(۳) جہاں جہاں دار الاقامہ ہے وہاں اگر دار الاقامہ کے اندر مسجد ہو تو (مدارس کے اندر تو مساجد ہوتی ہی ہیں تو اِس کے اندر تمام تر اعمال قائم کیئے جائیں اور اُن کو اُس مسجد سے جوڑنے کی کوشش کی جائے۔

● (لیکن ہمارے اسکولس اور کالجس کے ہاسٹلس ہیں ہوسکتا ہے وہاں مسجد نہ ہو) اور اِن طلباء کے پورے ہفتہ باہر آنے کا کوئی نظام نہیں ہے اور باہر آکر جڑنے کا کوئی نظام نہیں ہے تو ایسے طلبہ کو اِس بات کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ ہاسٹل کے اندر، اپنے دارالاقامہ کے اندر کوئی ایک ایسی جگہ بنالیں جہاں پر محنت کرکے، ملاقاتیں کرکے یہ حضرات طلبہ کو جمع کرلیں۔

● یہاں تھوڑی دیر تعلیم کرلیا کریں۔ ● یہاں روزانہ کی ملاقاتیں ہوجایا کریں۔ جو پانچ کام ہمارے دینی مدارس میں ہوتے ہیں وہ سارے ۵ اعمال اُسی ترتیب کے ساتھ ہاسٹلس کے اندر اور جتنے بھی اُن کے دارالاقامے ہیں اُن کے اندر اہتمام کے ساتھ شروع ہوجائیں۔

● اگر ہاسٹل کے قریب مسجد نہیں ہے تو وہاں کے لیے حضرت نے یہ فرمایا ہے کہ طلبہ کی رعایت کرتے ہوئے ایک ٹھیہ قائم کیا جائے اور قریب کی مسجد سے دوسری گشت کے لئے یہاں جماعتیں بھیجی جائیں۔ اِس طرح اپنا دوسرا گشت اِن علاقوں میں جاکر کرتے رہیں، ایک ایک مسجد سے تین تین جگہ، چار چار جگہ دوسرا گشت ہوتا ہے جہاں کوئی مضبوط مسجد وار جماعت ہوتی ہے۔ وہ مضبوط مسجد وار جماعت اِسی طرح یہاں جاکر ان حضرات سے ملاقاتیں کرکے ان کو خوب جمع کرکے اہتمام سے اِن سے خروج کی بات، اِن سے مقامی کام کی بات کرے۔

● جس طرح دوسرے گشت کے اندر فکر کرکے علاقہ کے اندر کام کو زندہ کرنے کی فکر کی جاتی ہے، کام کو کھڑا کرنے کی فکر کی جاتی ہے علاقہ کے اندر، بعینہٖ اِسی طرح اِن حضرات کو جمع کرکر یہاں کام کو کھڑا کرنے کی فکر کی جائے۔

● اُس علاقہ کے اندر جو مسلمانوں کے مکان ہیں، اُن مسلمانوں کو بھی اِس دوسری گشت کے اندر اِن کے ساتھ جوڑنا چاہیے۔ یہ نہیں کہ اِنہی طلبہ کو ہی جوڑا جائے، جو اس طرح کے لوگ ہیں اُن کو بھی ساتھ جوڑا جائے، تاکہ آپ کے دوسرے گشت کرکے آنے کے بعد وہ پورے ہفتہ اُن کی مستقل طور پر فکر کرتے رہیں۔

● خود اسکولوں کے اندر ملازمین کا بہت بڑا عملہ ہوتا ہے، ابھی ایک صوبہ والے کارگزاری سنا رہے تھے کہ کوئی راستہ ہی نہیں تھا کہ اسکولوں کے اندر محنت کیسے کریں، ہمیں اندر جانے کا کوئی راستہ ہی نہیں ملا، تو روزانہ کا جو کام کرنے والا عملہ اسکول کے اندر تھا تو ہم نے اُسے کام میں لگایا۔ اُنہیں ہم نے راضی کیا۔ اور وہ داعی بن کر اندر گیا۔ ایک راستہ بن گیا اندر جانے کا؛ اِسی طرح ہمیں اہتمام کرنا چاہیے اُن لوگوں پر محنت کیلئے۔

(۴) اِسی طرح جو ان کے فراغت کے اوقات ہیں مثلاً اتوار وغیرہ کی چھٹی ہے ہر مسجد اور ہر ٹھیہ کی سطح پر عصری طلبہ کو عمومی محنت، یعنی مسجد کی آبادی کی محنت اور عمومی گشت، تعلیم وغیرہ میں جوڑا جائے۔

● مقامی سطح پر ہر عصری طالبِ علم کو حلقہ کی سطح پر جتنے بھی عصری طلبہ ہیں اِن کو اور مسجد کی سطح پر جتنے بھی عصری طلبہ ہیں اِن کو روزانہ کی محنت کے ذریعہ تعطیل والے دن (اپنی اپنی مسجد کے اندر) جوڑنے کی فکر کی جائے۔

ہماری روزانہ ڈھائی گھنٹہ کی محنت مسجد کے اطراف ہوتی ہے، اُس میں ہر سطح کے لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ گھروں پر جاکر ملاقات کرتے ہیں، جو فارغ لوگ ہیں اُن سے ملاقات کرتے ہیں اور جو مسجد کے اندر وقت دیئے ہوئے ساتھی ہیں، عمومی طور پر یہ تین جماعتیں بناکر ملاقاتوں کے واسطے جاتے ہیں:

(۱) جنہوں نے پہلے وعدہ کیا تھا مسجد میں وقت دینے کا اُن سے ملاقات ۔(۲) جو مکانات میں ہیں اُن سے ملاقات ۔(۳) جو فارغ لوگ ہیں اُن سے ملاقات؛ یہ روزانہ کی محنت ہے۔

اِسی روزانہ کی محنت میں اتوار کے دن اِس بات کا خاص طور سے اہتمام کرلیا جائے' پیر کے دن اِس بات کا خاص طور سے اہتمام کرلیا جائے کہ (اگر) درمیان میں چار چھ دن کی چھٹیاں آرہی ہیں تو اِن چھٹیوں میں اس بات کا خاص طور سے اہتمام کرلیا جائے کہ اِن ملاقاتوں میں اہتمام سے اِن طلبہ کو اُٹھا کر اپنے ماحول کے اندر لا یا جائے۔ تو روزانہ گویا کہ جو ڈھائی گھنٹہ کی محنت ہے اِس طرح اتوار کے دن چھٹی ہوتی ہے آفس والوں کی جو روزانہ چار گھنٹے مسجد کو دے رہا ہے اُس سے کہا جائے کہ آج آپ 8 گھنٹے دے دیجئے' آج آپ کی فراغت کا دن ہے آج آپ مسجد کو 10 گھنٹے کا وقت دے دیجئے۔

عصری طلبہ جو روزانہ وقت دے رہے ہیں اِتوار کے دن اِسی وقت کو بڑھانا ہے، اتوار کے دن کوئی الگ سے وقت نہیں دینا ہے۔ تخصیص اِس واسطہ نہیں ہے کہ اگر آپ نے اتوار کے دن تخصیص کردی تو اگلے 6 دن آپ اِن سے مصافحہ بھی نہیں کرسکتے اور جا کر ملاقات بھی نہیں کرسکتے۔ اِن کا اجتماع صرف اتوار کا ہو کر رہ جائے گا۔

یہ بات بڑے اہتمام سے منع کی گئی ہے یہ واقعی سمجھ میں آنی والی بات ہے روزانہ کی محنت یوں کرو اِن سب کا ایک دن بھی محنت کا چھوٹ جائے تو علاقہ کیلئے نقصاندہ ہوگا۔ روزانہ ہم عصری طلباء کے اوپر باقاعدگی کے ساتھ محنت کریں ملاقاتیں کریں۔

اور اتوار کا دن کیونکہ اِن کی چھٹی کا دن ہوتا ہے اپنی اپنی مسجد کے اندر اتوار کو بڑی تعداد میں عصری طلبہ کی فکر کرنی ہے، اور صبح سے لے کر شام تک مسجد کے معمولات میں اُن کو جوڑنا ہے۔

دینی مدارس کے طلبہ وعلماء اور عصری طلبہ کے دو جوڑ

دینی مدارس کے طلبہ اور علماء کے بھی دو جوڑ ہیں۔

● مدرسہ میں پڑھنے والوں کے اور (اسکولس اور کالجس میں پڑھنے والے) عصری طلبہ کے بھی دو جوڑ ہیں۔

● ایک جوڑ سال کے شروع میں ہوگا جو اُن کو مقام پر مقامی محنت پر جمانے کیلئے ہر ہر اسکول، ہر ہر کالج ہر ہر ہاسٹل اور اِن کی جو قیامگاہیں ہیں اُن کے اندر مقامی کام کو جمانے کی فکر کی جائے گی اِسی طرح مدارس کے اندر بھی مقامی کام جمانے کی فکر کی جائے گی۔

● اور ایک اِن کے سال کے آخر میں ہوگا، یعنی سال کا آخر کا اعتبار یہ ہے کہ جس وقت اُن کی چھٹیاں ہوتی ہیں انہی چھٹیاں کی تشکیل کی جائے اُس کے اندر عمومی طور پر خروج کی ترتیب بنے۔ اور اہتمام سے یہ جوڑ کیا جائے، اِس طرح مدارس کا جوڑ **شعبان** کے اندر، یا رجب کے اندر ہوتا ہے اُس میں اِس بات کی پوری کوشش کی جائے کہ تشکیلی جوڑ کے اندر کہ سو فیصد طلبہ شریک ہوں اِس جوڑ میں، کیونکہ حضرت (حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم) فرماتے ہیں: تشکیل اجتماعی ماحول سے ہوتی ہے۔ جب تک اِجتماعی ماحول قائم نہیں ہوتا اُس وقت تک تشکیلی کام نہیں ہو پائے گا۔

● حلقہ کے اندر دو دو تین تین جوڑ مسجد کی سطح سے ہوں، اِس بات کی فکر کی جائے کہ زیادہ سے زیادہ طلبہ اللہ کے راستہ میں نکل جائیں۔ بس آپ اِس کو سمجھ لیجئے، سو فیصد طلباء کا احاطہ ہو جائے اِس اعتبار سے جوڑ ہوں۔ مسجد وار جماعت اُس جوڑ کے لئے مستقل طور پر محنت کرے گی، کیونکہ جو محنت سے آئے گا وہ بات کو لے گا۔ حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: جو تمہاری محنت سے نہیں آئے گا وہ تمہاری بات کو نہیں قبول کرے گا۔ یہ دونوں مذکورہ جوڑ مسجد کی سطح سے ہوں اور روزانہ ہفتہ واری اور ماہانہ مشورہ میں اِن کی اہتمام سے کارگزاری ہو۔ ماہانہ مشورہ میں کارگزاری لینے میں کیا رہا جوڑ کے اعتبار سے اور آپ ہفتہ واری شب گزاری میں جو کارگزاری لیتے ہیں عصری طلبہ پر اور مدرسہ کے طلبہ پر کیا محنت ہوئی ہے اُس کی کارگزاری لیں۔

کریں گے اِنْ شَاءَ اللّٰہ۔

اجتماعات

اللہ کا بڑا فضل واحسان ہے الحمدللہ ہمارے یہاں کام مستقل طور پر بڑھتا جارہا ہے۔ پورے ملک کے اعتبار سے' سارے عالم کے اعتبار سے ابھی ملیشیا کا جو سفر ہوا تھا اُس میں سوچا گیا کہ پورے عالم کے کام کی ترتیب ہمارے ہر ہر فرد کے سامنے ہونی چاہئے، یہ سارا عالمی کام آپ حضرات کے ذمہ ہے' ہمارا یہ سہ ماہی مشورہ ہمارے ملک کا مشورہ نہیں ہے' کبھی اِسے ملک کا مشورہ سمجھ کر نہیں آنا (بلکہ) یہ پورے عالم کا مشورہ ہے۔اور پورے عالم ہی کی اِس مشورہ میں فکر ہوتی ہے۔ پورے عالم کے اعتبار سے بات سوچی گئی تھی کہ جتنے بھی ہمارے ممالک ہیں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ نے دعوت کا کام پھیلا دیا ہے وہاں دو ترتیبیں ہوں گی:

پہلی ترتیب: پورے ملک میں (یعنی ہر ہر صوبے میں) 4 ماہ لگانے والوں کا پُرانوں کا ایک جوڑ ہوگا سالانہ، اور اُس کے اندر نظام الدین کی جماعت شرکت کرے گی۔

دوسری ترتیب: ہر (ہر) ملک کے اندر صوبوں کے اعتبار سے ملک کی شوریٰ چلے گی (یعنی سفر کرے گی) جس میں نظام الدین کی جماعت ملک کی شوریٰ کے ساتھ مل کر' پورے ملک کا سفر کرے گی۔ (یہ بات) سارے عالم کے اعتبار سے ہے۔

بعینہٖ اِسی طرح یہ نظام ہمارے ملک کے اعتبار سے ہے۔ ہمارے ملک کے اندر دو سال کے اعتبار سے' ایک سال ہمارے ملک کے اندر صوبہ واری جماعت چلے گی' پورے حلقہ کے ذمہ دار (اور) پورے صوبہ کے ذمہ دار اپنی جماعت تیار کر کر نظام الدین سے درخواست کریں گے (کہ ہمیں نظام الدین کی جماعت چاہئے) پھر نظام الدین والے صوبہ والوں کے ساتھ جماعت ملا کر اضلاع کے اعتبار سے ملک کے اندر چلیں گے۔ اور ضلعوں کے اعتبار سے جیسے بھی نظام قائم ہو' سہ ماہی مشورہ کے اندر تقاضے آپ لے کر آئیں گے تو سہ ماہی مشورہ کے اندر جو بھی تقاضہ آئے گا اُس کے اعتبار سے جماعت بنے گی، 10 دن 12 دن جیسے بھی مناسب معلوم ہو صوبوں کے اعتبار سے طئے ہوگا۔

(الغرض) ایک سال جماعت چلے گی اور اگلے سال پورے صوبے کے پُرانوں کا اِجتماع ہوگا' چار ماہ لگانے والوں کا۔ ایک سال جماعت چلے گی اور ایک سال اجتماع ہوگا۔

اِس چار مہینے کے اجتماع سے چار ماہ پہلے اضلاع والے جس طرح بھی اپنی محنت کی ترتیب قائم کرنا چاہتے ہوں یہ صوبے والوں کی ذمہ داری ہے کہ اضلاع کے اندر' چاہے جماعتیں ڈالنا چاہیں' چاہیں وہ اضلاع کے اندر عمومی اجتماع رکھیں چھوٹے چھوٹے، جیسی جیسی بھی (نوعیت ہو) کئی اضلاع بڑے ہیں جہاں بڑا مجمع جمع ہوجاتا ہے (وہاں ایک سے زائد جوڑ ہوسکتے ہیں)، بعض اضلاع چھوٹے ہیں وہاں چھوٹا مجمع جمع ہوجاتا ہے (وہاں ایک جوڑ کافی ہے) یہ اپنے اضلاع کے اعتبار سے' اپنے صوبہ کے اعتبار سے یہاں چار مہینہ پہلے باقاعدگی کے ساتھ ساتھی محنت کریں گے۔

چار مہینے اِس واسطے کہا جارہا ہے تاکہ اہتمام سے آنے والا جو اجتماع ہے جس میں نظام الدین کی جماعت آرہی ہے آپ حضرات کے صوبہ میں اُسے پورے صوبہ کے اندر اچھی طریقے سے خروج ہوسکے اور ہر ہر ضلع تک اچھی طرح محنت ہوسکے؛ اِس کی پہلے سے ہی محنت شروع کردیں۔

صوبہ کے اعتبار سے پُرانوں کا جوڑ، اور اضلاع کے اعتبار سے نظام الدین والوں کا جوڑ۔

کارگزاری کے اُمور

ایک اہم بات آپ حضرات نوٹ فرمائیں

ماہانہ مسجدوار جوڑ میں کارگزاری لینے کے لیے کیا اُمور ہونا چاہئے؟۔

تو مشورہ سے یہ بات طے ہوگئی ہے پورے ملک کے اعتبار سے نہیں بلکہ پورے عالم کے اعتبار سے کہ ہمارے نظام الدین کا کارگزاری کا جو پرچہ ہے مسجد کے ماہانہ جوڑ سے لے کر جتنے بھی آپ کے کارگزاری کے جوڑ ہیں سب کے اندر وہ ایک ہی پرچہ ہو۔ اِس بات کو اچھی طریقہ سے سارے صوبے والے محفوظ بھی کریں اور اپنے اپنے حلقوں اور اپنے اپنے اضلاع تک پہنچائیں۔ یہ بات ممالک کے لیے بھی ہے۔

اُمور سہ ماہی مشورہ ہی میں لائیں

اور آخری بات یہ ہے جو حضرت نے فرمائی کہ ہمارا پورا ملک اپنے اجتماعات کے اُمور صرف سہ ماہی مشورہ میں ہی لے کر آئے۔ درمیان میں بالکل بھی اُمورِ اجتماعات مثلاً حلقہ کے اندر اجتماع ہونے والا ہے' ضلع کے اندر اجتماع ہونے والا ہے' پُرانوں کو جمع کیا ہے' علماء کو جمع کیا ہے' علماء کا جوڑ ہونے والا ہے' اِس کی بالکل ذرّہ برابر بھی گنجائش نہیں ہے؛ اور اللہ کا فضل ہے سہ ماہی مشورہ کی تاریخ کا اعلان ہوتا ہے' ہم انتظار کریں سہ ماہی مشورہ کا اور اپنے اُمور سہ ماہی مشورہ میں ہی لے کر آئیں' پورا ملک جمع ہوتا ہے' تقاضوں کو پورا کیا جائے گا' ورنہ تقاضے ٹکرا جاتے ہیں' تقاضے ٹکرانے کی وجہ سے کارگزاری میں کہا جاتا ہے کہ تقاضے پورے نہیں ہوئے۔

اضلاع والے اپنے صوبوں سے اور صوبے والے مرکز نظام الدین سے جُڑیں

آپ کے یہاں صوبوں کے اندر جتنے بھی اضلاع ہیں حتی الامکان آپ اِس بات کی کوشش کیجئے کہ اضلاع والے اپنے مسائل صوبوں کے ذمہ داروں کے پاس لے کر جائیں۔ اضلاع والے براہِ راست مرکز نظام الدین نہ آئیں، یہ کوئی ترتیب نہیں ہے اور یہاں اِس کا پابند کیا جاتا ہے کہ جو بھی ضلع مرکز نظام الدین آئے گا اُسے ہم واپس صوبہ ہی میں بھیج دیں گے' کہ آپ جایئے! صوبہ کے ذمہ داروں کے پاس' وہ نظام الدین آئیں گے۔ پورا ملک اِس کا اہتمام کرے کہ اضلاع کے جتنے بھی مسائل ہیں وہ صوبہ کے ذمہ داروں کے پاس لے کر جائیں۔

دیکھئے! آپ صوبہ کے ذمہ دار ہیں' اگر آپ اضلاع والوں کو مطمئن نہیں کریں گے تو پھر اُنہیں کوئی دوسرا راستہ نظر آئے گا، اگر صوبہ کے ذمہ دار مطمئن کر رہے ہیں تو پھر اُنہیں کوئی دوسرا راستہ نظر نہیں آتا' پھر وہ مطمئن ہوتے ہیں۔ جنہیں اطمینان نہیں ہوتا وہ پریشان ہوتے ہیں' اِس واسطے آپ صوبہ کے ذمہ داروں کی یہ ذمہ داری ہے کہ اہتمام کے ساتھ اس بات کی فکر کریں کہ اپنے اضلاع کو مطمئن کر کے لے چلیں۔ بار بار اُن کے پاس جانا پڑے تو بار بار جائیں، کسی قسم کا کوئی مسئلہ کسی ضلع کے اندر باقی نہ رہے۔

نوٹ:۔ پُرانوں کا جو جوڑ ہوگا سال میں اِس میں علماء کو بھی جوڑنا ہے۔ اِہتمام کے ساتھ پورے صوبہ کے علماء کو جوڑنا ہے۔